لَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا

ترجمہ ہرگز نہ کریگا اللہ واسطے کافروں کے اوپر مسلمانوں کے غلبہ۔

3859

الحمد للہ

{رسالہ}

ترغیب دہ اہی ہو جسکا جی چاہے نہ آئے آتش دوزخ میں جائے جسکا جی چاہے

بمیخانہ کہ درو سیہ مروت ✤ کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او ✤ بہ ہنمائی رہبری کہ راہ صفا ✤ توان رفت

١٣٢٤ھ

تُرکِ اسلام

یعنی بابو دھرمپال بی اے (عبد الغفور نو آریہ) کے ترک اسلام کا سب سے پہلا جواب

مصنفہ

مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل مصنف تفسیر ثنائی اردو و تفسیر القرآن عربی وغیرہ

بماہ نومبر ۱۹۰۶ء

مطبع اہلحدیث امرتسر میں چھپکر شائع ہوا

قیمت ۶/

محل وصول مطبع مذکور

کہتی ہے ہمکو خلق خدا غائبانہ کیا

ترکِ اسلام کے متعلق معزز ناظرین کی رائیں

(۱) جناب مولانا ابو محمد عبد الحق صاحب دہلوی مصنف تفسیر حقانی

مولانا المکرم المعظم! السلام علیکم! آپکا ترک بہادر پہنچا - واللہ میدان رزم میں ہندو زادے کو وہ دے مارا ہے کہ ہر طرف کی صدائے تحسین سے سندر گونج اوٹھی گویا جے بلادی بہت خوب رجز اکمد اللّٰہ مرحبا - میں نے بھی ایک ترک بنا رکھا تھا - ابھی وہ میدان میں نہ آیا تھا کہ اُس کا بھائی دوسرا ترک آکودا - اور ہندو بچہ کو نیچے ہاتھ دیکر زمین پردے مارا - اور اُس کے ناپاک مُنہ پر ترکی بوٹوں کی وہ وہ ٹھوکریں رسید کیں کہ بچہ کو مزاہی آگیا - اور لڈو پوری سے جو پیٹ پھول رہا تھا - جسپر دہر میاں کہلاتی تھی - سمٹ گیا اور دال پال رہگئی اللہ اللہ ہندو اور اسلام پر اعتراض ؟ مولانا زندہ رہو سلامت رہو +

(۲) جناب مولانا حافظ محمد عبد العزیز صاحب محدث رئیس رحیم آباد ضلع دربھنگہ

مولانا المحترم! خدائت نیکو دارد - ترکِ اسلام شما ماشاء اللہ تعالی سکہ خویش بر دلہائے دشمنان ہندو بل و مار الیشان بر آورد - توفیق ایزد تعالی رفیق مشکور تو باد و حسن جزا در دنیا و آخرت نصیب بود

(۳) جناب مولنا وحید الزمان صاحب الملقب نواب وقار نواز جنگ بہادر حیدرآباد دکن

مولوی صاحب! مخدوم و مکرم دام لطفکم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - آپ کی کتاب ترک اسلام دیکھکر بہت خوشی حاصل ہوئی - جزاکم اللہ خیرا - اسوقت جہاد لسانی اعدائے دین سے جیسی

آریہ - نساتی وغیرہ میں جہاد سیفی سے زیادہ ثواب اور اجر رکھتا ہے - مولانا! یہاں بھی آریوں کا بڑا الودی مزرہا ہے - میں آپ کی کتاب کی فکر کر رہا ہوں اور اہل اسلام کو اسکی منگوانیکی ترغیب دے رہا ہوں سرکار میں بھی کوشش کر رہا ہوں - فی الحال دس نسخے ترکِ اسلام بذریعہ وی پی بھیجئے۔

(۴) جناب مولٰنا حافظ محمد عبید اللہ صاحب مدرس اوّل مدرسہ احمدیہ آرہ ضلع شاہ آباد

امّا بعد ہندوستان میں ایک صاحب سوامی دیانند جی پیدا ہوئے جنہوں نے ایک کتاب ستیارتھ پرکاش لکھی جس میں قرآن شریف پر بسم اللہ سے لیکر اخیر تک اعتراضات کئے اُس کے جواب کیلئے اللہ تعالی نے اپنے ایک شیر مرد بندے مولانا ابو الوفا ثناء اللہ مولوی فاضل مصنف تفسیر ثنائی سلمہ اللہ کو کھڑا کر دیا جس نے اپنی خداداد لیاقت سے ایک بے نظیر کتاب حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش لکھکر شائع کر دی - جو تمام ملک میں قبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی اتنے میں ایک نو آریہ صاحب نے اپنی تبدیلِ مذہب پر ایک لیکچر دیا جسکا نام ترکِ اسلام تھا - آخر اُس کی جواب کیلئے بھی پھر وہی شیر مرد مولوی ثناء اللہ کھڑا ہوا - اور بہت ہی جلد گویا دم کے دم میں اسکا بھی بہت عمدہ جواب ترکِ اسلام شائع کیا - اسلام کے سچے فدائیوں سے امید ہے کہ اس جواب کی اشاعت میں مقدور بھر کوشش فرماوینگے - اور اہل وسعت مسلمان حصول ثواب کی غرض سے اسکے متعدد نسخے خرید کر اپنے بیگانوں میں تقسیم فرماویں گے - تعاونوا علی البر والتقوی (نیکی کے کاموں پر ایکدوسری کی مدد کیا کرو)

(۵) جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب داروغہ سیواس ریاست بھوپال

مخدوم من! میں نے آپ کی کُل تصانیف کو عموماً اور حق پرکاش اور ترکِ اسلام کو خصوصاً دیکھا - سبحان اللہ! نہایت فائدہ بخش ہیں - ہر مسلمان کو ان کا مطالعہ لازم ہے - کہ عقائد میں مضبوطی ہو - بھوپال کے طبقہ علماء نے ان کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے ؛

(۶) حافظ محمد مسیح صاحب از دہلی

مخدومی مکرمی جناب مولانا صاحب! تسلیم بصد تکریم آپ کی مرسلہ کتابیں (وی پی) پہنچیں۔ نہایت شکرگذار ہوں۔ واقعی آپ کی تصانیف قابل قدر معلومات سے مملو (ٹھپ) ہوتی ہیں۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ اگر ہوشیار آدمی اُن سے استفادہ کرے تو مخالف کے مقابلہ میں بہت کچھ کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جہاں تک میں نے دریافت کیا ہے مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ ماشاء اللہ ایک نوجوان ہیں اور یہ جو کچھ ہے۔ آپ کی ابتدائی جودت طبع کا نتیجہ ہے۔ اس لئے میں اس خداداد ذہانت اور طباعی کی آپ کو مبارکباد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ کی کتابوں میں اختصار اور جامعیت کا التزام بالکل زمانہ جدید کے لائق مصنفوں کا طرز ہے۔ اور اس خاص میں آپ کی تحریر ایک بہترین نمونہ ہے۔ صفائی اور سادگی اور پھر ظرافت کی چاشنی بالکل سونے پر سہاگہ بن گئی ہے۔ امید ہے۔ کہ اسی اسلوب سے آپ اپنی کوششوں کا سلسلہ برابر جاری رکھیں گے۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہونگا۔ اگر آپ میرا نام اپنی کتابوں کے مستقل خریداروں کی فہرست میں درج کردیں۔ اور جب کبھی آریوں کی تردید میں آپ کوئی کتاب لکھیں۔ تو مجھے اطلاع دیا کریں۔

جناب مولوی امیر اللہ صاحب بریلوی

جامع علوم عقلی و نقلی قاطع رسوم کفری و بدعی جناب مولوی صاحب سلامت!

السلام علیکم! و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ۔ ترک اسلام فی الواقع بمقابلہ ترک اسلام ترک اسلام ہی ہے۔ جو فصول آپ نے رسالہ میں بقدم فرمادیں۔ سبحان اللہ! قابل تقدیم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالات بہت اچھی طرح تحریر فرمائے۔ جزاک اللہ خیر الجزا۔

ترکِ اسلام کی اپیل اعیانِ اہلِ اسلام کی خدمت میں

بھائیو! میرا کام آپ نے دیکھ لیا۔ میرا حملہ آزما لیا۔ میری ڈیفنس (مدافعت) کو جانچ لیا۔ میری تجربہ کاری کی شہادت بزرگان قوم سے سن لی۔ پھر ابھی کچھ کسر ہے؟ نہیں تو کیوں میری طرف خیال نہیں کرتے۔ کیا آپ نے نہیں سنا؟ کہ میرے بھگیلے رسالہ ترکِ اسلام کی مٹھی بھر اریوں نے کتنی آؤ بھگت کی ہے۔ کہ ہزارہا کی تعداد میں اس کو شائع کیا۔ پس آپ حضرات بھی میری قوت بازو بنئے اور مجھکو اس کے پیچھے پیچھے بھیجدیجئے۔ پھر دیکھیں۔ کہ میں کس زور سے جا کر اسے دباتا ہوں۔ ایسا کہ بنا ورچڑیا کا نظارہ آپ بھول جائیں۔ مگر میں اس کے پیچھے پیچھے کیسے جا سکتا ہوں؟ جب تک کہ اعیان قوم مجھے نہ اڑادیں یعنے میرے متعدد نسخے خرید کر مفت تقسیم کرائیں۔ تو پھر دیکھیں کہ ترک بہادر کیسی تیز رفتاری سے جا کر اپنے بھگیل اور مشہور کیسے گھڑے کی مچھلی بناتا ہے۔

دیکھئے! میری مالک (مصنف) کی حوصلہ مندی کہ باوجود اتنی لاگت اور عرق ریزی کے قیمت صرف ۶؍ رکھی ہے۔ اس میں بھی رعایت یہ کہ فی نسخہ کے خریدار کو ایک روپیہ کے تین۔

پس اب اور کونسا وقت ہوگا؟ کہ آپ صاحبان ترکِ اسلام اور اس قومی جوان اور نامی پہلوان کی قدر افزائی کریں گے۔ والسلام

(خاکسار)

ترکِ امرتسری

297.751

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی النبی و آلہ

دیباچہ

ترکِ اسلام بر ترکِ اسلام

پہلے مجھے دیکھئے

زمانہ کی نیرنگیاں اور فلک الافلاک کی دورانیاں ہمیشہ مختلف رنگ دکھاتی ہیں۔ کبھی کسی قوم کا بالا ہے تو کبھی کسی کا۔ کبھی شیر دبکیاں ہیں تو کبھی گیدڑ بھبکیاں۔ ایک زمانہ تھا کہ اسلام کی خوبیوں پر تمام دنیا فدا اور قربان تھی۔ بڑے بڑے حکیم اور فلاسفر سر تسلیم خم کرتے تھے۔ اب یہ بھی زمانہ ہے کہ اور تو اور بت پرست یا بت پرستوں کی اولاد جو محض اسلام اور مسلمانوں کے اعتراضات سے لنگ اور بھنگ پوجا کے جال سے نکلے تھے وہی اسلام اور قرآن پر منہ چڑاتے ہیں اللہ اللہ!!

ع این چہ شوریست کہ در دور قمر مے بینم

ادہر اسلامیوں اور اسلامیوں کے علما کا یہ حال ہو کہ ایسے پر آشوب زمانے میں اونہیں غیر ضروری کاموں سے مطلق فرصت ہی نہیں وہ ایسے گورکھ دہندے میں ہیں کہ معمولی فروعات کے نتائج کو کفر تک پہنچا ئیں انکو خود تو کہاں فرصت کہ ایسے بیرونی حملوں کو روکیں۔ روکنے والوں کا ساتھہ بھی تو نہیں دیتے بلکہ ایسی مدافعت کو ناجائز اور خوش فہمی سے قرآن شریف کی تعلیم کے مخالف جانتے ہیں مگر اب ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ ہمارے علماء کرام اس خواب شیریں سے بیدار ہوکر شیر کی طرح جھپکیں گے پھر تو کیا ہے فتح و نصرت ساتھہ!

تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہو کہ ہندوستان میں ایک صاحب سوامی دیانند پیدا ہوئے جس نے کسی خاص مصلحت سے ہندو مذہب میں بہت سی اصلاحیں اور ترمیمیں کیں بت پرستی وغیرہ خرابیوں سے صاف کرنا چاہا جنکی بیخکنی کرنے میں اسلام تیرہ سو سال سے اور تمام خاندان نبوت شروع دنیا سے کوشاں ہے پس اس لحاظ سے تو مسلمانوں کو سوامی جی کا شکریہ چاہئے تہا کہ انہوں نے درا صل اسلام ہی کی نیابت کی۔ مگر وہ بڑہتی بڑہتی بقول شخصے :—

بازی بازی بار یش بابا بازی

اسلام اور قرآن ہی پر ہاتہہ صاف کرنے لگے کیوں نہ ہو ؎

کس نیاموخت علم تیر از من		کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد	

سوامی جی نے لگتے ہاتہہ قرآن شریف پر بہی شروع سے اخیر تک اعتراضات کی بوچھاڑ کردی یعنے اپنی مشہور کتاب "ستیارتھہ پرکاش" کے چودہویں باب میں بسم اللہ سے لیکر اخیر قرآن شریف تک بڑے زور سے اعتراضات کر ڈالے جس کے جواب کے لئے خدائے تعالے نے اپنے خاکسار بندے کو توفیق دی چنانچہ اس بیچمدان نے محض اسی کی تائید ہی سے دیانند جی کے حملے کو بڑی دلیری اور جانفشانی سے روکا۔ یعنے ان کے جواب میں ایک کتاب "اظہار الحق" جسکا دوسرا نام "حق پرکاش بجواب ستیارتھہ پرکاش" ہے لکہی جو تمام ملک میں مقبولیت کی نگاہ سے دیکھی گئی۔ مگر چونکہ آریوں کے مذہب کا ایک بڑا مسئلہ تناسخ ہے اس نے عملی طور پر آخر اپنا ثبوت دیا کہ وہی اعتراضات کسی قدر معمولی تبدیلی سے دوسرے رنگ میں جلوہ نما ہوئے

یعنی بابو عبد الغفور بی اے نے جواب آریہ مذہب میں آکر دھرم پال کہلاتے ہیں۔ آپ نے تبدیل مذہب کے وجوہات پر ایک لیکچر شائع کیا۔ جس میں ایک سو پندرہ اعتراضات قرآن شریف پر کئے ہیں اور بحکم "آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم" سوامی کی طرح خوب ہی جی کھول کر خدا کی پاک کتاب پر پھبتیاں اڑائی ہیں گویا فقدان راز کی نظروں میں تو یہ اعتراضات کوئی نئے نہ تھے۔ بلکہ وہی پرانے جو محض تناسخ کے ثبوت کیلئے نیا جنم لیکر نئے رنگ میں صورت پذیر ہوئے ہیں بلکہ بقول "کھسیانی بلی کھمبا نوچے" آریوں نے اسے غنیمت سمجھا کہ ایک ایسا شخص جس کی پیدائش مسلمانوں کے گھر میں ہوئی ہو۔ (گو وہ خود ابتدا ہی سے اسلام اور اہل اسلام سے ایسا الگ رہا ہو جیسے دیانندی گائے کے گوشت سے دور بھاگ جاوے۔ اور وہی قرآن شریف پر اعتراض کرے۔ اس لئے انہوں نے اس رسالہ کو بڑے جوش سے ملک کے اس سرے سے اس سرے تک پھیلایا اور ایک غیر معمولی جوش اس پر ظاہر کیا۔ یعنی چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں میں وہ رسالہ دیا گیا اور مقدور بھر مسلمانوں کو ناحق ستایا۔ اسلئے اس رسالہ کی جواب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ یہ کتاب آپ کے مطالعہ سے گذر رہی ہے ❊

اسلام کے سچے فدائیوں سے امید ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں مقدور بھر کوشش کرینگے اور متمول مسلمان متعدد نسخے خرید کر اپنے بیگانوں میں مفت تقسیم کرائیں گے قال تعالےٰ تعاونوا علی البر والتقوی

۱؎ بابو صاحب موضع بھنوہ تحصیل گڈھ شنکر ضلع ہوشیارپور کے باشندے قوم کے بافندے (جولاہے) یا کچی سلطان محمد مرحوم کے بیٹے ہیں مرحوم بڑے نیک اور سادہ طبیعت تھے۔ پرائمری تک تعلیم دیکر اپنے بیٹے سے بیزار ہو گئے تھے وہ تاڑ گئے تھے کہ بچہ اس کے بگڑ نیکا خطرہ ہے آخر بابو صاحب کی ہمشیرہ منشی عزیز الدین نے ان کی تربیت کو اپنے ذمہ لیا۔ انٹرنس کلاس میں جب تھا تو بابو صاحب کا اسلام سے برگشتہ ہونا شروع ہوا۔ ایف۔ اے کلاس میں پہنچنے تک برہمو ہوئے۔ مگر بظاہر مسلمان آخر ۱۴۔ جون سنہ ۱۹۰۳ء کو کھلم کھلا آریہ بنکر دھرم پال نام رکھا گیا

۲؎ خدا از ازل جو کچھ کہتا ہے وہ میں کہتا ہوں (ماخذ: اسی طرح)

گو ہمارا حق تھا کہ بابو صاحب چونکہ آریہ بنے ہیں۔ اُن کے جواب میں ہم آریہ مذہب کی پستکوں (کتابوں) ہی کے حوالے دیتے۔ مگر ہم اُسی پر قناعت نہ کریں گے بلکہ تحقیقی جواب دینگے۔ اِس لئے کہ ممکن ہے یہی سوال کسی ایسے شخص کیطرف سے پیش ہوں۔ جو کسی مذہب کا پابند نہ ہو۔ یا کم سے کم آریہ مت سے الگ ہو۔ ہاں چونکہ بابو صاحب خود آریہ ہیں اور آریہ مت کے پرچارک ہیں۔ اِس لئے تحقیقی جواب کے ساتھ اگر بطور چاشنی اور جواب کی تمکینی کے کوئی معمولی الزامی جواب بھی دیا جاوے۔ تو ممکن ہے ۔

ہمیں اس سے غرض اور تعرض نہیں کہ بابو صاحب نے اسلام کیوں چھوڑا۔ اور آریہ کیوں بنے؟ اس امر کے جواب دہ وہ خود ہیں ؏ محتسب را درون خانہ چہ کار ؟

کوئی بھی وجہ ہو ہم تو اُن کے اعتراضات کے جواب دینگے۔ گو وہ آج ہی اس کتاب کے شائع ہونے بلکہ تمام ہونے سے بھی پہلے ہی اسلام میں واپس آجائیں (جسکی ہمیں وجدانی طور سے امید بھی ہے) اسی لئے ہم بابو صاحب کی علمی لیاقت کا اظہار بھی نہیں کریں گے اور نہ ہی اِن شاء اللہ تعالیٰ حتی المقدور کوئی دل خراش لفظ منہ سے نکالیں گے ہاں اِس بات پر ہم افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جو بابو صاحب نے "آریہ مسافر" نمبر ۹ جلد ۵ میں اپنے انتقال مذہب کی بابت لکھی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں سے میں آریہ بنا ہوں" غالباً اس کے یہ معنے ہونگے۔ کہ مرزا کے بڑے بڑے دعادی جب پایۂ ثبوت کو نہیں پہونچے۔ اِس لئے بابو صاحب اسلام ہی سے برگشتہ ہو گئے۔ بیشک ایسا ہوتا ہے۔ بقول سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ؎

چو از قومے یکے بیدانشی کرد ❊ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

مگر یہ اُن لوگوں کی نظروں میں ہوتا ہے جو حقیقت حال سے آگاہ نہوں۔ لیکن جو کسی مذہب سے براہ راست واقف اور آگاہ ہو رہے ہیں۔ اُن پر اس مذہب کی کجروی کچھ اثر نہیں کر سکتی کیونکہ وہ تو اُس مذہب کے پابند ہوتی ہیں۔ اہالی مذہب کے نہیں۔ اُن کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کون اپنے مذہب کا پیرو ہے اور کون نہیں بہر کیف کچھ ہی ہو۔ ہمنے آپ کے سوالات کو جواب دیتے ہیں لیکن غور سے سنئے! مگر چونکہ وہ مسئلہ عام مسلمہ ہے کہ ایک ہی کام دو مختلف نیتوں سے مختلف قسم کے اثر

دکھاتا ہے مثلاً کسی کے بدن سے خون نکالنا۔ اگر جراح نکالتا ہے۔ تو مزدوری اور انعام
کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی اور شخص کسی عداوت سے ایسی ضرب شدید لگادے جس سے
خون جاری ہو جاوے تو مزدوری یا انعام کا کیا مستوجب سزا ہوگا کیوں ہوگا؟ صرف نیت کی
وجہ سے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر ایک فعل کے حسن و قبح کا بہت سا مدار نیت اور فاعل کے
ذاتی حسن و قبح پر بھی ہے۔

دوسری مثال جو خاص دیانندیوں کے سمجھنے کے قابل ہو یہ ہے کہ دیانندجی جو بالکل
برہنہ تن صرف لنگوٹہ باندھ کر بھری مجلس میں (جس میں مرد اور عورتیں مختلف قسم کے
خیالات والے بیٹھے ہوتے تھے) بیٹھا کرتے تھے۔ تمام دیانندیوں کی نظروں میں کمالیت اور ترک
دنیا کی دلیل اور بڑی خوبی کی بات ہے۔ اور اگر کوئی بدمعاش اس طرح کے لباس میں عورتوں
کی مجلس میں بیٹھے تو غالباً کوئی دیانندی اور نہ کوئی دانا اس کی اس حرکت کو پسند کریگا۔
جسکا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ہر ایک فعل کے حسن اور قبح میں فاعل کے حسن اور قبح اور اسکی
نیت کو بھی دخل ہے۔ اسلیئے مناسب سمجھا گیا کہ حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد
مصطفیٰ فداہ ابی و امی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے متعلق ایک مختصر سی
تقریر جوابات سے پہلے لکھی جائے تاکہ معترض کو اعتراض کرتے ہوئے کسی قدر شرم بھی
آئے۔ سچ ہے ؎

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

خاکسار مصنف
از امرتسر

یکم رجب ۱۳۲۱ھ
۲۲ ستمبر ۱۹۰۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

ثنائے حضرتِ رحمٰن واللہ — یہی کافی ہے کہہ الحمدللہ
اسی میں ہے ثنا کا مزہ حلوے — تو جز الحمدللہ ہو نہ در لے
یہہ جامع حمد ہے قرآن میں آئی — کہ اُس نے اپنے اُمّی کو بتائی

نعتِ سید المرسلین

وہ اُمّی کون؟ فخرِ دین و ملت — وہ اُمّی مصدرِ اسرارِ وحدت
وہ اُمّی صاحب و مخدومِ جبرئیل — وہ اُمّی ناسخِ توریت و انجیل
وہ اُمّی مخزنِ علمِ خداوند — کہ جس کے آگے ہر عالم کا دم بند
وہ اُمّی عارفِ علمِ معانی — وہ یکتا کوئی بھی جس کا نہ ثانی
وہ اُمّی عالمِ علمِ لدن ہے — وہ اُمّی واقفِ اسرارِ کن ہے
وہ اُمّی جس کی بعثت اور رسالت — بحقِ اُمتِ مقبول رحمت
وہ اُمّی جس کی ذات باکرامت — لیئے الزام ہر بے دین حجت
وہ اُمّی جس کی اک اک بات اعجاز — وہ اُمّی جس سے عاجز فتنہ پرداز
وہ اُمّی کیا کہوں میں اب کہ کیا ہی — دلیلِ دینِ حق ہے معجزہ ہی
وہ اُمّی جس کی فرخندہ بشارت — رقم توریت میں ہے بالوضاحت
وہ اُمّی وصف میں جس کی خود انجیل — مبشر ہے باجمال و بتفصیل
وہ اُمّی کون؟ محبوبِ الٰہی — محمد جس نے ہے معراج پائی
سلام اُس نورِ ربّ العالمین پہ — سب اُسکی آل و اصحابِ دین پہ

حضور اقدس کی نبوت اور رسالت کا بیان

فِدَاهُ اَبِیْ وَاُمِّیْ عَلَیْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ

اِسلام ایک مختصر عنوان سے بیان کیا جاسکتا ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ جس کے معنے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (جنہوں نے یہ بتلایا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ کے رسُول اور تبلیغ کیلئے فرستادہ قاصد ہیں نہ کہ ساجھی اور نہ بیٹے نہ رشتہ دار بلکہ محض بندے ۔

گو ابتدائے اسلام میں بسبب جہالت کے تمام لوگ اس کلمہ طیبہ کے دونوں جزوں میں مخالف تھے اور صاف صاف اور کھلے لفظوں میں اس پر ناراضگی کرتے ہوئے کہا کرتے تھے: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ[1] مگر قرآن کے زبردست دلائل اور اہل اسلام کی لگاتار کوشش اور صحبت سے مسلمانوں کی ہمسایہ قوموں بالخصوص آریوں کو جزءِ اول میں (جو اسلام کی اصل الاصول ہے) تو کسی قسم کا اختلاف نہیں رہا۔ ہاں جزو دوم یعنی حضرت رسالت پناہ کی رسالت میں اُن کو شک اور تردد ہے۔ پس ہم بھی آپ کا ثبوت دیتے ہیں ۔

حضور کی نبوت کے ثبوت علمائے مختلف زمانوں میں مختلف پیرایوں میں دئیے ہیں۔ علم کلام اسی بحث کے لئے بنا تھا۔ مگر ہر زمانے کا اقتضا جدا جدا ہے اسلئے حسب اقتضاءِ زمانہ کسی قدر مختصر سا ثبوت عرض کیا جاتا ہے جس میں کسی طرح کی نہ تو پیچیدگی ہے اور نہ الجھاؤ ۔

[1] کیا اس رسُول نے تمام معبودوں کو چھوڑ چھاڑ کر ایک ہی کو لے رکھا ہے یہ تو بڑی تعجب کی بات ہے ۔ منہ

آپ کی نبوت کی دلیل اول کا اجمالی بیان

مقتضائے عقل ہے کہ جو شخص کل جہان سے مخالف ہو کر [1] من جانب اللہ مامور اور نبی ہونے کا مدعی ہوتا ہے۔ اُس کی حالت تین صورتوں میں منحصر ہوتی ہے۔ یعنی یا تو وہ سچا ہی ہوتا ہے۔ یا دنیا ساز یا مجنون ٭

پس اسی قاعدہ سے ہم آپ کی نبوت کی جانچ کرتے ہیں چونکہ آپ نہ دنیا ساز تھے نہ مجنون اسلئے شق اول ثابت ہوگی۔ ورنہ چوتھی صورت تبلانی ہوگی۔ جو ممکن ہی نہیں ٭

اس اجمال کی تفصیل ہم دو فصلوں میں کریں گے۔ فصل اول میں آپ کے انتظام ملکی کا ذکر ہوگا۔ جس سے احتمال جنون آپ کی ذات ستودہ صفات سے رفع ہوگا ٭ فصل دوم آپ کے زہد اور توکل علی اللہ کے متعلق ہوگی۔ جس سے الزام دنیا داری آپ کے اعدا سے دور ہو جائے گا ٭

فصل اول

آپ کے انتظام ملکی کے بیان میں

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کے کمالات خدا داد پر نظر کرتے ہوئے ہر فصل کی ابتدا میں میں اس شعر کے لکھنے پر مجبور ہوں۔ یہ احتمال جنون جس کے رفع کرنے کو یہ فصل تجویز ہے ایسا احتمال ہے کہ اسکا قائل کوئی دشمن بھی آپ کی نسبت نہیں۔ مگر چونکہ ہماری دلیل کسی کے مسلمات پر مبنی نہیں

[1] یہ قید اسلئے ہے کہ مطلق مخالفت تین شقوق میں منحصر نہیں۔ بسا اوقات انسان اپنی سمجھ میں ایک بات کو صحیح جان کر سب سے مخالف ہو بیٹھتا ہے حالانکہ وہ غلطی پر ہوتا ہے نہ سچا نہ دنیا ساز نہ مجنوں بلکہ سمجھ کا پھیر اُسے مخالفت پر آمادہ کرتا ہے۔ مگر یہ احتمال ایسی صورت میں ہو سکتا ہے جو فہم کے متعلق ہو۔ نبوت کا مسئلہ فہم سے متعلق نہیں بلکہ یہ امر دید روئیت کا ہے اسمیں تین شقوق کے علاوہ چوتھی شق ممکن ہی نہیں۔ فتدبر منہ

اِس لیئے اس احتمال کا دُور کرنا بھی مناسب ہے۔ پس سنو کہ

اس میں شک نہیں کہ آپ جب پیدا ہوئے تھے تو عرب کا ملک ایک سخت جہالت میں پھنسا ہوا تھا۔ شراب خوری۔ جوا بازی۔ غارت گری۔ لڑکیوں کا زندہ گاڑنا وغیرہ وغیرہ بداخلاقیوں کا تو عام رواج تھا۔ اِن عیوب سے پاک کرنے والا اُن کو کون تھا؟ وہی ستودہ صفات فِداہُ روحی ہمیشہ ہر سال بلکہ کبھی کبھی متعدد دفعہ بھی مخالفوں سے کس نے جہاد[ث] کئے اور اپنی حسن تدبیر سے کون آخر غالب آتا رہا؟ وہی صاحب کمالات فداہ ابی و امی تمام عرب کو جاہل سے عالم بلکہ استاد عالم کس نے بنایا؟ رعایا سے حاکم بلکہ درندوں سے انسان کس کی صحبت سے ہوئے؟ اسی فداہ روحی کے ادنے اثر خدمت سے۔ قرآن کریم میں بھی ایک جگہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ آپ جیسے کہ زہد اور دنیا و مافیہا سے بے رغبت تھے۔ ویسے ہی عقل خداداد سے اعلیٰ مرتبہ رکھتے تھے جہاں فرمایا کہ میں[ے] تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جس سے تمہارے سب جھگڑے ہی مٹ جائیں۔ وہ یہ کہ تم سب ملکر یا علیحدہ علیحدہ ہو کر دیکھو اور غور کرو کہ میں جو تمہاری ہر بات ملکی۔ تمدنی اور خانگی میں مخالف ہو رہا ہوں؛ مجھ میں سودا کا جنون تو نہیں بلکہ میں تو تمہیں بڑے رفتار مردوں کی طرح ایک مصیبت قومی اور شخصی کے آنے سے پہلے ہی ڈراتا ہوں اور اس کی مزدوری بھی تم سے نہیں مانگتا۔ بلکہ اللہ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ سب چیزیں اسی کی نگاہ میں ہیں۔

چونکہ اس بات کو ہر ایک واقف تاریخ سابقہ خوب جانتا ہے۔ بلکہ ہر ایک اعلیٰ و ادنیٰ پر بھی یہ امر مخفی نہیں کہ آپ بڑے متقی۔ مستقیم قوم۔ دور اندیش۔ ریفارمر تھے۔ اس لئے اس مضمون میں طوالت عبث چنداں ضروری نہ ہوگا۔ پس اسی قدر مختصر بیان پر قناعت کر کے ناظرین سے نتیجہ کی درخواست کی جاتی ہے۔

ث مسئلہ جہاد کو مخالفین کتنا ہی بات کو بتنگڑ بنائیں سا سچ یہ ہے کہ صرف اسی بات کا ثبوت دیتا ہے کہ آپ میں
دماغی نقص نہ تھا۔ بلکہ بڑی بہادری تھی [illegible] اسی جہاد سے اعلیٰ درجہ پیدا ہوگی۔ منہ

ے قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (سبا ع ۶)۔

فصل دوم

آپ کے زُہد کے بیان میں

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

پہلے آپ کی کتاب قرآن شریف سے دریافت ضروری ہے۔ کہ آپ کی کتاب نے دنیا کی محبت کی نسبت کیا تعلیم دی ہے ایک جگہ مختصر الفاظ میں بیان ہے کہ دنیا کا اسباب[1] بہت تھوڑا ہے پھر ایک[2] جگہ فرمایا۔ کہ دنیا کا گذارہ تو بہت ہی تھوڑا ہے ۔ اور آخرت کا بدلہ جو پرہیزگاروں کے لئے ہے سب سے بہتر ہے ایک[3] جگہ فرمایا دنیا تو صرف کھیل کود ہے۔ ایک[4] جگہ دنیا پر خوش ہو کر خدا کو بھول جانے والوں کے حق میں بطور ناراضگی فرمایا۔ کہ کیا یہ آخرت کے عوض میں دنیا ہی پر راضی ہو بیٹھے ہیں حالانکہ دنیا کا گذارہ آخرت کے مقابلہ میں بہت ہی قلیل ہے۔ ایک[5] جگہ فرمایا۔ لوگوں کو کھیتی۔ باڑی۔ گھوڑا۔ گاڑی۔ بیوی۔ بچے بھلے معلوم ہوں حالانکہ یہ سب اسباب دنیاوی زندگی کے ہیں۔ تو انکو کہدے۔ میں تمکو ایک بھلی بات بتلاؤں جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ ان کیلئے اس جگہ باغ ہیں اور بڑی خوشی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ایک[6] جگہ فرمایا۔ دنیا کا مال اور بال بچے یہ سب دنیا ہی کی زینت ہیں اور ہمیشہ کو باقی رہنے والی نیکیاں ہی اللہ کے ہاں نیک عوض رکھتی ہیں۔ ایک[7] جگہ دنیادار کی

---

[1] مَتَاعٌ قَلِيلٌ (سورۃ آل عمران ع۲۰) [2] قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَىٰ (نساء ع۱۱) [3] وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ (عنکبوت ع۷) [4] وَفَرِحُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ (رعد ع۴) [5] زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ قُلْ أَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا (آل عمران ع۲) [6] الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا (کہف ع۵) [7] بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ

مذمت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تم دنیا کو سب پر ترجیح دیتے ہو۔ (حالانکہ دنیا فانی ہے) اور آخرت ہمیشہ رہنے والی اور بہت اچھی ہے۔ ایک جگہ فرمایا۔ کہ دنیا کی چیزوں کا کھیل کود ایکدوسرے پر فخر اور تعلی کرنا اور ظاہری آراستگی ہے اور پھر اسکو مینہہ سے تشبیہہ دیکر فرمایا۔ کہ اس دنیا سے آگے چلکر یا تو بھلے کاموں پہ انعام ہے یا بدکرداری پر سزا۔ علیٰ ہذالقیاس اس مضمون کی اگر ساری آیتیں جمع کی جائیں تو ایک کامل کتاب بنجاوے۔ لیکن ہم اسی قدر پر قناعت کرکے آپ کی خصائل حمیدہ مشتے نمونہ از خروارے صحیح صحیح روایتوں سے بیان کرتے ہیں۔ تاکہ معترض "چوں بخلوت میروند آں کار دیگر مے کنند" کا الزام نہ لگائیں۔

آپ کی بیوی عائشہ صدیقہ (جو آپ کے خانگی امور سے بخوبی واقف تھیں) بیان کرتی ہیں کہ آپ اور آپ کے گھر والوں نے دو روز پے در پے جو کی روٹی سے بھی سیری نہیں کی۔

آپ کے خادم خاص انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی سخت بھوک معلوم کرکے جو کی روٹی کے ٹکڑے اور سڑی چربی (جو اسوقت گھر میں میسر ہوئی تھی) لیکر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اسوقت آپ کے پہننے کی زرع (بوجہ قلت گذارہ) چند سیر جو کے عوض گرو دی تھی۔

آپ کے خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپکو خالی چٹائی پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ جس سے آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ یہ تکلیف حضور انور کی دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ آپ دعا کریں۔ کہ مسلمانوں پر خدا فراخی کرے کسریٰ اور قیصر جو مشرک ہیں۔ انپر کیسی فراخی ہے۔ آپ نے بڑی طیش میں آکر فرمایا کیا تو بھی (باوجود دانا ہونیکے) یہ بات کہتا ہے؟ کیا تو اس سے خوش نہیں۔ کہ ان کافروں کے لئے دنیا میں (جو چند روزہ ہی) عیش و عشرت ہو اور ہمکو آخرت میں (جو ہمیشہ رہنے والی ہے) ملے؟

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ آپ ہمیشہ دعا کیا کرتے تھے۔ کہ اے اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین رکھ اور مرتے ہوئے بھی مسکین مار اور قیامت کے دن بھی مسکینوں میں اٹھائیو۔

لہ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ حدید

آپ نے اپنی بیوی عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ مسکین کو اپنے دروازہ سے خالی نہ پھیر اکر۔ اگرچہ ایک ہی کھجور دیدی۔ اے عائشہ مسکینوں سے محبت کیا کر۔ خدا تجھ کو مقرب بنائیگا علاوہ اپنے زہد اور خاکساری کے اپنی اتباع کو بھی یہی تعلیم فرمائی۔ ایک شخص نے عرض کیا حضرت میں آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ذرا سنبھل کر بول۔ اس نے مکرر عرض کیا۔ حضرت! میں واقعی سچ کہتا ہوں مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو اس سے تفقر و فاقہ کے اٹھانے کو طیار رہ۔

حصول سلطنت کے زمانہ کا حال آپ کی بیوی عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ آپ نے تین روز تک بھی پے در پے پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔ سب سے بڑھ کر آپ کے زہد اور دنیا و مافیہا سے بے رغبتی کا ثبوت یہ ہے۔ کہ آپ نے ایک بڑی آمدنی کی مد کہ جس کے برابر اسلام میں کوئی آمدنی نہیں۔ نہ صرف اپنی ہی لئے حرام کی بلکہ ہمیشہ کیلئے اپنی اولاد کو بھی اس سے روک دیا۔ وہ کیا ہے۔ زکوۃ۔ آپ کے نواسہ امام حسن علیہ السلام نے سہ سالہ عمر میں ایک دفعہ صدقہ کی کھجور اٹھا کر منہ میں ڈالی۔ آپ نے اسیوقت منہ سے نکلوادی اور فرمایا۔ تجھے معلوم نہیں۔ کہ ہم زکوۃ نہیں کھایا کرتے۔

سہل بن سعد سے کسی نے پوچھا۔ کہ آنحضرت نے میدہ کی روٹی بھی کھائی تھی؟ اس نے کہا۔ کہاں؟ میدہ تو آپ نے آنکھ سے بھی نہیں دیکھا۔ پھر اس نے کہا تمہارے زمانہ میں چھلنیاں بھی ہوتی تھیں؟ اس نے کہا کوئی نہیں۔ سائل نے لوٹ کر سوال کیا کہ تمہارے زمانہ میں تو آٹا اکثر جو کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر ایسے آٹے کو تم بغیر چھلنیوں کے کیونکر کھایا کرتے تھے؟ اس نے کہا کہ پھونک مار لیتے تھے۔ جس قدر اڑنا ہوتا اڑ جاتا باقی کو گوندھ لیتے۔

آپ کی بیوی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایکدفعہ ہم نے آپ کے لئے ایک بسترہ ٹاٹ کا جو دوہرا کرکے بچھایا کرتے تھے۔ چار تہ کرکے بچھایا۔ اس روز صبح ہوتے ہی آپ نے فرمایا۔ کہ آج رات تم نے میرے نیچے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے کہا حضرت آپ ہی کا بسترہ تھا۔ مگر ہم نے اسے نرم کرنے کو بجائے دو تہ کے چار تہ کرکے بچھایا تھا۔ یہ سنکر آپ نے فرمایا۔ کہ اسی طرح حسب معمول دو تہ بچھایا کرو۔ اس تہ

تو بوجہ آرام کے رات مجھے نماز تہجد سے غافل کر دیا۔ اللہ اکبر! کیسا تقویٰ ہے

تواضع ز گردن فرازاں نکوست — گدا گر تواضع کند خوئے اوست

بھلا اگر اور چیزوں کی نسبت شبہ ہو۔ تو ہو کہ ملتی تھیں گی اس لیے بحکم ع عصمت بی بی از بے چادری کے اپنے آپ کو زاہد بناتے تھے۔ اس ٹاٹ کی نسبت تو کوئی شبہ نہیں یہ تو آپ کی ملک ہی تھا۔ اور آپ ہی کے قبضہ میں۔ دوہرہ بچھائے خواہ چوہرہ۔ پھر باوجود اس کے آپ نے اس آرام کو بھی بایں لحاظ کہ یہ آرام بھی مجھے نماز تہجد سے مانع ہے ترک فرمایا۔

اس سے بڑھکر زہد اور بے رغبتی کیا ہو گی کہ فوت ہوتے وقت آپ کی زرہ (باوجود حصول سلطنت) چند سیر جَو کے عوض میں گرو تھی۔

ایکدفعہ آپ کا تحصیلدار ابو عبیدہ بحرین کے شہر سے کچھ مال لایا۔ لوگ اُسکی آمد کا حال سنکر آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ کہ ہمیں بھی کچھ اس مال میں سے ملے آپ نے اُن کا غیر معمولی اجتماع دیکھکر فرمایا۔ کہ تم نے سنا ہو گا کہ ابو عبیدہ آیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں حضرت! آپ نے فرمایا کہ مجھے ہرگز اس بات کا اندیشہ نہیں کہ فقر و فاقہ سے تم تنگ رہو گے بلکہ اندیشہ اس امر کا ہے۔ کہ دنیا تم پر فراخ ہو گی۔ پھر تم بھی پہلے لوگوں کی طرح اس میں مشغول ہو کر راہ سے بھول جاؤ گے (سبحان اللہ کتنی زہد کی تعلیم ہے) پھر اس جگہ تمام مال تقسیم کر کے اُٹھے اور ایک حبہ بھی ساتھ نہ لیا۔

ایک دفعہ عصر کی نماز پڑھکر خلاف عادت بہت جلد گھر کو تشریف لے گئے صحابہ کو اس خلاف عادت امر پر تعجب ہوا۔ اتنے میں آپ واپس تشریف لے آئے۔ فرمایا مجھے نماز میں یاد آیا تھا۔ کہ میرے گھر میں ایک چاندی کا ٹکڑا پڑا ہے مناسب نہیں کہ نبی کے گھر میں کچھ مال بھی بلا تقسیم پڑا رہے۔ اس لئے میں اسے جا کر للہ تقسیم کر آیا ہوں۔

ایک دفعہ آپ کی لخت جگر فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے اپنی تکالیف شاقہ کا (جو اُن کو گھر کی محنت مشقت سے پہنچتی تھیں) آنجناب کے حضور میں اظہار کر کے درخواست کی۔ کہ مجھے ایک خادم مل جاوے۔ جو میرے گھر کے کاموں میں باعث راحت ہو۔ آپ نے بجائے خادم مرحمت کرنے کے بحکم ع کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْہِ رات کو اُن کے مکان پر جا کر

لخت جگر کو سمجھایا۔ کہ تم سوتے وقت تینتیس ۳۳ دفعہ سُبحان اللہ تینتیس دفعہ الحمد للہ اور تینتیس دفعہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو (اس کے عوض میں جو خدا کے ہاں سے تمکو ثواب ملیگا) وہ کئی درجہ غلام کی آسائش سے (جو صرف دنیا میں چند روزہ ہے) بہتر ہے۔ اس نصیحت پدرانہ کو صاحبزادی نے بھی بسر و چشم قبول کیا۔ کیوں نہ ہو "الولد سر لابیہ" ناظرین! اس سے بڑھکر بھی کوئی زاہد ہوگا کہ اپنی اولاد کی ایسی تکلیف شدید دیکھکر بھی باوجود حصول سلطنت کے بجائے امداد مناسب کے ایسے کام بتلائے۔ جو ہر طرح سے انکو آخرت ہی میں کار آمد ہوں۔ جن کا اثر بجز آخرت کے دنیا میں کسی طرح کا نہ ہو سکے۔ سچ ہے "کل شیء یرجع الیٰ اصلہ"۔ ان سب واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ پر اتہام دنیا سازی کا لگانا اگر انصاف کا خون کرنا نہیں۔ تو کیا ہے؟ سچ ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب ست	گل ست سعدی و در چشم دشمنان خارست

کیا یہ سب واقعات مذکورہ بالا بسبب تنگدستی اور محتاجی کے تھے جو "عصمت بی بی ست از بے چادری" کے مصداق ہوں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ بعد حصول سلطنت اور تمام ملک پر حکمرانی کے تھے جو "تواضع ز گردن فرازاں نکوست" کے مصداق ہیں +

پس ان دو فصلوں سے دونوں احتمال (جنون اور دنیا سازی) جناب کی ذات ستودہ صفات سے بکلی مرتفع ہو گئے۔ پس احتمالات ثلاثہ میں سے آپ کی نبوت کے متعلق دو کو ابطال کے بعد ایک ہی رہا۔ وہ یہ کہ آپ صادق مصدوق سچے رسول تھے ورنہ چوتھا احتمال قاعدہ عقلی میں زائد کرنا ہوگا۔ جو ممکن ہی نہیں۔ فثبت المدعیٰ

آپ کی تعلیم سے نبوت کا ثبوت

دلیل دوم

آپ کی تعلیم کا مسئلہ بالکل صاف اور سیدھا ہے۔ بشرطیکہ کچھ انصاف بھی ہو۔

مثلاً توحید باری کو (جو اصل الاصول ہی ہے) دیکھئے تو قرآن کریم نے کیسا صاف اور صریح لفظوں میں ایسے لوگوں کے سامنے جو اس توحید کے سخت منکر تھے بیان کیا نہ صرف بیان ہی کیا بلکہ مدلل کرکے منوا بھی لیا ۔

ایک جگہ فرمایا تو کہدے کہ خدا اکیلا ہے سب سے بے نیاز نہ کوئی اُس کا بچہ ہی اور نہ کسیکا وہ ۔ اور نہ اُس کا کوئی مثل اور برابر ہے ۔

ایک جگہ فرمایا خدا کے سوا کوئی معبود نہیں جو پوشیدہ اور حاضر کو برابر جانتا ہے ۔ وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہی سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں جو سب جہان کا بادشاہ سب عیبوں سے پاک اصل سلامتی کا مالک سب کو امن دینے والا ۔ سب کا نگہبان سب پر غالب ۔ سب نقصانوں کا پورا کرنیوالا ۔ سب سے بڑا پاک ہے مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے وہی پیدا کرنیوالا ہی ہر جاندار کی تصویر بنانیوالا ۔ اُسی کی صفات حمیدہ ہیں ۔ زمین کی سب چیزیں اسکی تعریفیں کر رہی ہیں ۔ وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہی ۔

ایک جگہ فرمایا کہ وہی خدا مالک ہی جس نے سات آسمان اور زمین بھی انہی کیطرح بنائے ۔ ان زمینوں میں (روئیدگی وغیرہ کی متعلق) اُسی کے احکام نافذ ہیں ۔

ایک جگہ فرمایا تو (اے پیغمبر) انکو کہدے اگر خدا کے ساتھ شریک اور ساجھی ہوتے

ا ہماری ہمسایہ قوم آریہ کو اسکا تقاضائے عمل ہی سمجھتے ہونگے ۔ مگر ملک کی واقعات کو ملحوظ رکھکر رائے لگانا انصاف ہی ۔ کیا یہ سچ نہیں ؟ ؎ پانی میں ہی آگ کا لگانا دشوار بہتے دریا کو پھیر لانا دشوار
دشوار تو ہے مگر نہ اتنا جتنا ؞ بگڑی ہوئی قوم کا بنانا دشوار

۲ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۳ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (حشر ع ۳) ۴ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ (طلاق ع ۲) ۵ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل ع ۵)

جیسا کہ شرک کہتے ہیں تو حسب عادت شرکا ء فوراً خدا کی طرف چڑھائی کرتے۔

ایک[1] جگہ فرمایا سوا خدا کے کوئی معبود نہیں جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے نہ اسکو اونگھ آوے نہ نیند۔ جو کچھ زمین آسمان میں ہے سب اسی کا ہے۔ وہ ایسی ہیبت کا بادشاہ ہے کہ بغیر اُس کے اذن کے کوئی بھی اُس کے آگے کسی کی سفارش نہیں کر سکتا۔ وہ سب لوگوں کے پیچھے اور آگے کے حالات جانتا ہے۔ اور لوگ اُس کے معلومات سے کچھ بھی دریافت نہیں کر سکتے۔ ہاں جس قدر وہ خود ہی بتلا دے۔ زمین و آسمان کو اُس کی حکومت نے گھیر رکھا ہے اور وہ اُن کی نگہبانی سے تھکتا نہیں اور وہ بہت بڑا اور بلند ہے۔ (کیا اِس سے بھی کچھ زیادہ تفصیل ہو سکتی ہے ؟)

ایک جگہ فرمایا[2]۔ تو ان کو کہہ دے کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں۔ ہاں میری طرف یہ پیغام الٰہی پہونچتا ہے کہ تمہارا ہمارا سب کا معبود ایک ہی ہے۔ لہٰذا اسی کی طرف سیدھے ہو کر چلو اور اپنے گناہوں پر بخشش مانگو اور افسوس ہے مشرکوں کے حال پر جو اپنے آپ کو شرک سے پاک نہیں کرتے اور قیامت کے منکر ہیں۔

ایک[3] جگہ دلیل عقلی سے شرک کی نہ صرف نفی کی بلکہ اُس کے محال ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ جہاں مذکور ہے۔ کہ ان نادانوں نے بجائے توحید کے اور خدا مقرر کر لئے۔ کیا وہ انکو جمع کریں گے ؟ (سچ جانو) کہ دنیا میں کوئی دوسرا خدا نہیں۔ اگر سوائے خدا واحد کے اور خدا بھی ہوتے تو آسمان زمین بسبب اُن کے تنازعات کے بالکل بگڑ جاتے

[1] اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (بقرہ ع ۳۴)

[2] قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ وَوَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ

[3] اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِھَۃً مِّنَ الْاَرْضِ ھُمْ یُنْشِرُوْنَ لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ

یا بگڑ جانے کو ہوتی۔ وہ ذات پاک تو ایسی ستودہ صفات ہے کہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ کوئی اُسے پوچھنے والا نہیں اور مخلوق تو سب کی سب اُسکے غلام ہیں۔ سب کو اُن کی کئے سے سوال کرے گا۔ کیا ایسے دانا ہو کر بھی خدا کے سوا اور معبود بناتے ہیں تو کہدے کہ لاؤ۔ اسکی کوئی دلیل عقلی یا نقلی کہ جہاں میں دوسرا خدا بھی ہو یا ہو سکتا ہے۔

ایک[1] جگہ نہایت ہی مختصر سگوستہ الفاظ میں شرک کی بے ثباتی اور مذمت بیان فرماتے ہیں۔ جہاں یہ فرمایا کیا تم اے مشرکو! گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں (اگر وہ اس امر پر گواہی دیں بھی تو) تو کہہ کہ میں تو ایسے صریح البطلان امر پر شاہد نہیں ہوتا تو یہ بھی کہدو۔ کہ چونکہ خدا ایک ہے۔ اس لئے کہ میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں۔

ایک[2] جگہ فرمایا۔ جب کفار ہماری کھلی کھلی آیتیں (متعلق توحید کی) سُنتے ہیں تو بول اُٹھتے ہیں کہ کوئی اور قرآن اس کے سوا لا۔ یا اس میں سے آیات توحید کو بدل ڈال جس کے جواب میں ارشاد ہے کہ تو کہدے کہ میرے تو اختیار میں نہیں۔ کہ اپنی طرف سے اُسے بدل ڈالوں میں تو سوائے پیغام الٰہی کے کچھ کر سکتا ہی نہیں (نہ میں خدا کو کسی امر میں مشورہ دے سکتا ہوں) بلکہ اُسکی نافرمانی پر مجھے بھی عذاب کا ڈر ہے۔

ایک[3] جگہ عظمت الٰہی ذہن نشین کرنے کو ارشاد ہے کہ تو اُن سے کہہ اگر خدا تم پر ہمیشہ رات ہی رکھے تو بتلاؤ کون ہے جو دن تمہارے لئے پیدا کرے اور اگر دن پیدا ہوا

---

[1] أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ قُل لَّا أَشْهَدُ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ (انعام-ع۲)

[2] وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (یونس-ع۲)

[3] قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُم بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ

(قصص-ع۷)

کردی۔ تو کون ہے کہ تمہارے آرام کے لئے رات بنا دے۔

ایک جگہ فرمایا بتلاؤ[1] اگر خدا تمہارا پانی خشک کردے تو کون ہے کہ تمہارے لئے پانی پیدا کر سکے؟

ایک جگہ[2] تو صاف فیصلہ ہی کردیا۔ کہ خداوند تعالیٰ شرک ہرگز نہ بخشیگا۔

اسی قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جس نے ایکدفعہ بھی قرآن کریم کو خواہ بنظر سرسری دیکھا ہوگا۔ وہ بھی جان گیا ہوگا۔ کہ قرآن کریم کو شرک سے کس درجہ نفرت ہے یہی وجہ ہے کہ مشرکوں کو اس سے رنج ہوتا تھا۔ دیکھو تو جب انہوں نے اس چشمۂ نور منبع جود۔ مظہر کرم سچے رسول (فداہ روحی) میں باوجود تلاش بسیار کوئی عیب نہ دیکھا۔ تو بجز اس کے کچھ الزام نہ لگا سکے کہ یہ کیسا شخص ہے جو سب[3] خداؤں کو چھوڑ کر ایک ہی خدا کے پیچھے ہو لیا ہے یہ تو ایک عجیب ہی بات بتلاتا ہے اور جلتے ہوئے ایک جماعت اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرگئی کہ اپنے معبودوں کو مت چھوڑو۔ یہ توحید تو یونہی بناوٹ ہے پہلے تو ہمنے کبھی نہیں سنا۔ کہ خدا ایک ہے۔ (ہمیشہ یہی سنتے آئے۔ کہ فلاں بزرگ فلاں دیبی بھی کچھ خدائی میں حصہ رکھتی ہیں) اب تو یہ ایک نئی سناتا ہے کہ سب جہان کا مالک ایک ہی ہے۔

یہ الزام مشرکین کا جتلا رہا ہے کہ انکو بغیر اس تعلیم توحید کے جناب کی ذات ستودہ صفات میں کوئی عیب نہیں ملا۔ سو اگر یہی ہے تو علی الراس والعین ع

مجھ میں اک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں ۔ ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خودکام بھی ہیں

آپ کو تو شرک سے اس قدر نفرت تھی کہ شرک کے وہم و گمان پر آپ نے[4] تصویر کا رکھنا

---

[1] قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ (ملک ع ۲) [2] إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ (نساء ع ۷) [3] أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۔ وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ أَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ۔ مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ (ص ع ۱)

[4] حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو لوگ تصویریں بناتے ہیں انصاف کے روز انکو کہا جائیگا کہ تم ہی انمیں جان ڈالو۔ جب تک وہ انہیں جان نہ ڈالینگے عذاب میں مبتلا رہیں گے افسوس ہے کہ اس آخری زمانہ میں مسلمانوں میں بھی اسکا رواج ہوگیا ہے بلکہ مسیح قادیانی نے بھی اپنی تصویر مریدوں کو دی ہے کیونکہ نعوذ مجدد کا کام تجدید بھی تو ہے

فرما دیا (کیا دور اندیشی ہی) اس لئے کہ جن قوموں میں اب صورت پرستی کا رواج ہی کیا عجب کہ پہلے
اُن میں اسی طرح رکھنے کا دستور ہُوا ہو بلکہ یقیناً ایسا ہی ہُوا ہی۔

علاوہ ان آیات صریحہ کے جو اپنا مفہوم بتلاتی ہیں بالکل واضح ہین دیگر آیات میں
جناب والا کی نسبت صاف اور صحیح لفظوں میں ان احتمالات کا جن سے غیر قومیں اپنے اپنے
بزرگوں کی نسبت غلط گمانی میں پڑ گئیں قلع قمع فرما دیا ہے۔

ایک[1] جگہ فرمایا تو بلند آواز سے کہدے میں اپنے نفع نقصان کا بھی مالک نہیں ہوں۔ اگر
میں غیب کی باتیں جانتا۔ تو اپنی بھلی کی بہت چیزیں جمع کر لیتا۔ اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی
ایک[2] جگہ فرمایا ہم نے تیری طرف اور تجھ سے پہلے نبیوں کی طرف پیغام بھیجا ہُوا ہی
کہ اگر تو بھی شرک کریگا۔ تو ہم تیرے سب عمل ضائع کر دینگے اور تو سخت ٹوٹا پاویگا ٭
ایک[3] جگہ فرمایا کہ اگر تجھکو خدا کوئی تکلیف پہنچاوے۔ تو کوئی اس کے سوا نہیں جو
اُس کو ہٹا سکے اور اگر وہ تجھکو کچھ بھلائی پہنچانا چاہے تو کوئی اُسے روک نہیں سکتا ٭
ایک[4] جگہ نہایت ہی عاجزی سے اقرار عبودیت کی تعلیم ہی۔ تو کہدے میری نمازیں
اور میری دعائیں اور میرا جینا میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہی جو سب جہان کا مربی ہی۔
ایک[5] دفعہ کفار کی مختلف درخواستوں سے آپ کے دل پر کسی قدر گھبراہٹ ہوئی اور
کفار ناہنجار کی گردن کشی سے طبیعت پر طبعی طور سے رنج پیدا ہُوا۔ تو ارشاد باری پہنچا
کہ اگر تجھکو ان کے انکار سے تکلیف پہنچتی ہی اور تجھ پر بوجھ پڑتا ہی۔ تو اگر تجھ میں طاقت ہی کہ

---

[1] قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ (اعراف ع ٢٣)
[2] وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (زمر ع ٧)
[3] اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ (سورہ یونس ع ١١)
[4] قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (انعام ع ٢٠)
[5] اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (انعام ع ٤)

زمین میں سرنگ نکال کر یا آسمان پر سیڑھی لگاکر کوئی نشان مطلوب اُن کو دکھلا سکے تو دکھلادے۔ خدا اگر چاہتا۔ تو سب کو ایک جگہ ہدایت پر جمع کر دیتا۔ تو ایسی گھبراہٹ کر کے نادان مت بن"

ایک[1] جگہ صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں۔ مجھکو خدائی میں کوئی حصہ نہیں۔ ہاں مجھکو اطلاع پہنچتی ہے کہ تمہارا سب کا خدا ایک ہی ہے پس جو کوئی اُس سے ملنے کی امید رکھے۔ وہ اپنے اعمال میں شرک نہ کرے یعنے اخلاص کے ساتھ بے ریا عمل کرے۔

ایک[2] جگہ فرمایا تو کہدے کہ مجھے یہی حکم ہے کہ اللہ کی خالص عبادت کروں اور سب سے پہلے اُس کا تابعدار ہوں (نہ کہ شریک اور ساجھی) تو یہ بھی کہدے کہ اللہ کی نافرمانی کرنے پر مجھے بھی عذاب کا ڈر ہے یہ بھی کہدے کہ میں تو اللہ ہی کی خالص عبادت کروں گا تم سوائے اُس کے جسکی چاہو کرو (نتیجہ اپنا سر کھاؤ)

خلاصہ یہ کہ

اُن آیتوں اور نیز دیگر آیات سے یہ بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کے دل میں عظمت الٰہی ایسی جاگیر تھی۔ کہ بمقابلہ تعظیم خداوندی کے اپنی عزت یا بڑائی ہیچ سمجھتے تھے۔ ہر طرح سے خدا کی توحید اور تعظیم ہی کی تعلیم دیتے رہے۔ یہانتک کہ خدا کے سامنے اپنا مرتبہ بجز عبودیت کے کوئی دوسرا تجویز نہیں فرمایا۔

اب سوال یہ ہے

کہ کیا ایسا شخص جو ہر طرح سے خدا کی عظمت کرتا ہو اور اُس کی توحید کا قائل نہ خود ہی ہو

---

[1] قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (کہف ع ۱۲)

[2] قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِينِي فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُم مِّن دُونِهِ (زمر ع ۲)

بلکہ دوسروں کو بھی باوجود مخالفت شدید کی بہی سکہاتا ہوا۔ اور اسی تعلیم الٰہی کے سبب سے ہی اپنے گھر بار سے نکالا جاوے مگر وہ اسکی کچھ بہی پرواہ نہ کرے۔ تو ایسا خدا کا بندہ ایسی جرأت کرسکتا ہے کہ خدا پر جہوٹا دعویٰ پیغمبری کرے؟ جس کے معنے دوسرے لفظوں میں صریح یہ ہیں کہ گویا وہ خدا کو علیم قدیر یا مالک الملک نہیں جانتا۔ جب ہی تو اتنی دلیری کرتا ہے کہ ایک معمولی آدمی ہوکر نیابت خداوندی کا مدعی ہوتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں میں نہیں سمجہتا کہ کوئی منصف "ہاں" کہے بلکہ چہار طرف سے گونج آئیگی کہ نہیں نہیں! ہرگز نہیں۔ پس آنحضرت فداہ روحی نے جو باوجود اس قدر تعلیم الٰہی کے دعویٰ پیغمبری کیا تو یہ کس بنا پر تہا؟ بیشک سچے الہام اور حقانی اعلام پر۔ فتفکر

آپ کے عملی طریق سے نبوت کا ثبوت

دلیل سوم

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ کی کتاب قرآن مجید نے تو آپ کی لائف (سوانح) کو جسطرح صاف اور صریح الفاظ میں بیان کیا ہے اُس کا ذکر عیاں راچہ بیاں مفصل کیفیت کی غرض سے ہم آپ کے واقعات روایات سے بیان کرتے ہیں تاکہ دونوں طریق (علمی اور عملی) آپ کے مطابق معلوم ہوں اور کسی بد اندیش کو "چوں بخلوت میروند آں کارِ دیگر میکنند" کہنے کا موقع نہ ہو:

ایک روایت میں آیا ہے کسی نے آپ کے سامنے آکر عرض کیا حضرت! ہم آپکو اللہ کے آگے شفیع بناتے ہیں اور اللہ کو آپ کے آگے۔ چونکہ یہ کلمہ صحیح نہ تہا۔ کیونکہ شفیع تو اسکو لایا کرتے ہیں۔ جو خود نہ کرسکے اور خدا تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ اس لئے آپ کو یہ کلمہ سنکر بہت رنج ہوا۔ اور بڑی تشویش ہوا آپ نے اُس قائل کو ایسے کلمات کہنے سے کہ جن سے جناب باری کی شان میں کسی قسم کی بہی ہتک کا احتمال ہو۔ اور اُس کی توحید میں فرق آوے سخت منع فرمایا (کیا یہ جہوٹوں کی شان ہے؟)

مشکوۃ

ایکدفعہ آپ کی خدمت شریف میں ایک شخص نے آکر کہا کہ جو خدا چاہے اور آپ چاہیں گے وہی ہوگا۔ آپ نے بڑی رنجیدہ ہوکر فرمایا کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا؟ ایسی بات ہرگز نہ کہا کر بلکہ یہ کہا کر جو کام خدا اکیلا چاہے گا وہ ہوگا۔

آپ کی عادت شریفہ تھی۔ کہ جب آپ کسی سواری پر سوار ہوتے۔ تو پہلے یہ دعا کرتے۔ کہ سب تعریفیں اللہ ہی کو ہیں اور وہ سب عیبوں سے پاک ہے۔ جس نے ایسے بڑے جانور (گھوڑے اونٹ۔ ہاتھی وغیرہ کو) ہمارا تابع کر دیا۔ ورنہ ہم تو ایسے شاہ زور جانور کے قریب بھی نہ جا سکتے تھے۔" اور جب کبھی کسی بلندی پہاڑ وغیرہ پر چڑھتے۔ تو چونکہ اس سے ایک قسم کا علو ہوتا ہے اور بہ نسبت سابق کے انسان اپنی اونچائی دیکھتا ہے اس لئے ایسے وقت میں آپ بڑی دور اندیشی سے نہایت بلند اور برتر کو دیکھتے اور اَللّٰهُ أَكْبَر کہتے۔ یعنی میری بلندی جو اسوقت مجھے حاصل ہوئی ہے۔ ہیچ ہے۔ اصل میں سب سے بڑا خدا ہی ہے۔ اور جب آپ نیچے اترتے۔ تو چونکہ یہ ایک قسم کا نقصان ہے کہ بلندی سے پستی میں گرے اس لئے یہ سب عیوب اپنے ذمہ لیتے اور خدا کی نسبت وہاں بھی سُبْحَانَ اللهِ ہی پکارتے یعنے سب عیوب مخلوقات کا خاصہ ہیں۔ خدا ان سب عیوب سے پاک ہے۔ ہمیشہ خدا کی تعظیم آپ کے دل پر ایسی غالب رہتی تھی۔ کہ کوئی کام ایسا نہ کرتے۔ اور نہ کرنے کی اجازت دیتے جس سے خدا کی عظمت میں فرق آئے۔

ایک دفعہ آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے اور وہاں چھوٹی چھوٹی لڑکیاں حسب دستور اپنے باپ دادا کی مدح کے گیت گا رہی تھیں۔ ان میں سے ایک نابالغ لڑکی نے یہ بھی کہدیا کہ ہم میں اس وقت نبی ہے۔ جو کل کی بات بھی جانتا ہے چونکہ یہ کلمہ سوائے خدا کے کسی اور کے حق میں کسی طرح سے جائز نہیں اور نیز اس سے ایک قسم کی شرک کی بو آتی ہے اس لئے آپ نے اس لڑکی کو فوراً منع کر دیا کہ اسے چھوڑ کر پہلا ہی راگ گائی جا۔ کیا حضرت کے دنیا ساز اسیطرح اپنی ہتک عزت کیا کرتے ہیں؟ جن کو حصول دنیا ہی مقصود ہو وہ تو جس طرح ہوسکے اپنے مطلب کو مطلب سمجھتے ہیں ایک خدا کی جگہ دو بنیں یا تین۔ ان کی بلا سے انہیں تو راسخ الاعتقاد مرید ملجانے چاہئیں۔ جو ان کے کمالات کے قائل ہوں جس سے ان کی

چاندی کھری ہو)

سب سے بڑھکر آپ کی صفائی تو اس سے ثابت ہوتی ہے۔ کہ آپ اپنی علیحدگی میں بھی خداتعالیٰ کی ویسی ہی تعظیم کرتے تھے جیسے کہ سب کے سامنے بلکہ اُس سے بھی زیادہ۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے تہجد[1] کی نماز میں ایک دفعہ یہ آیت پڑھی (اے[2] خدا اگر تو ان گنہگار بندوں کو ان کے گناہ کے سبب سے عذاب کرے۔ تو بیشک کر سکتا ہے ممکن نہیں کہ کوئی تجھے مانع ہو۔ اس لئے کہ وہ سب تیرے بندے ہیں اور اگر تو اپنی بخشش عام سے انپر رحم کرنا چاہے تو یہ بھی کرسکتا ہے۔ کیونکہ تو سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے) سارا وقت تہجد کا جو قریباً ڈیڑھ پہر رات کا تھا۔ اسی آیت کو پڑھتے پڑھتے گذار دیا۔ اس قدر تعظیم خداوندی نے دل پر اثر کیا۔ کہ کسی قسم کا نہ تو تکان معلوم ہوا نہ ضعف حالانکہ سب سے علیحدگی کا وقت تھا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ تہجد کی نماز دراز پڑھنے سے آپ کے پاؤں پھول گئے۔ صحابہ نے عرض کیا حضرت! آپ اتنی تکلیف کیوں گوارا فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ گناہوں سے پاک ہیں۔ آپ نے کیا ہی عمدہ جواب دیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیم الٰہی آپ کے دل میں گھر کی ہوئی تھی فرمایا کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں اسپر مسرور ہو جاؤں۔ کہ خدا نے مجھے بے گناہ بنایا ہے؟

کیا یہ سچ ہے؟

کہ نماز تہجد کا وقت ایسا ہے کہ جس میں اُٹھکر خدا کی عبادت کرنا ہر ایک کا کام نہیں۔ مخالف موافق سب اُسکی تکلیف سے آگاہ ہیں۔ علاوہ تکلیف کے وہ وقت لوگوں سے ہر قسم کی علیحدگی کا ہی ہوتا ہے۔ پھر ایسے وقت میں خدا کی یاد کرنا کیا اُن لوگوں سے ہو سکتا ہے۔ جو اُس کو اپنے حال سے بھی ناواقف جانیں۔ یا اُن لوگوں کا کام ہے جو خدا کو ہر طرح سے متصرف علیم حکیم خبیر اور سب کا مالک جانتے ہوں؟ بے شک اسکا

---

[1] تہجد کی نماز رات کے تیسرے یا چوتھے پہر میں صبح صادق سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔

[2] اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

مشکوٰۃ

جواب بشق ثانی ہی صحیح ہوگا - تو پھر ممکن ہے کہ یہی شخص جو خدا کی ہر طرح تعظیم کرے خلوت جلوت میں اسی کی عبادت میں مصروف رہے - اور اپنے آپ کو اس کے آگے ذلیل کرنا ہی باعث عزت سمجھے - وہی ایسی جرأت کرے - کہ ایک معمولی آدمی ہو کر دعوے نیابت الٰہی (پیغمبری) کا کرے؟ ہرگز نہیں + فاعتبروا یا اولی الالباب لعلکم تفلحون +

تو بجان خود را بافزای قدر
کہ ہرگز نشاید نہ پروردہ خدر

یہ تینوں دلیلیں جن کا ذکر اوپر ہوا ہے بالکل عقلی ہیں - اگر ان میں کچھ نقل کو دخل ہے تو صرف واقعات بتلانے کے لئے ہے نہ کہ اصل مدعا کے لئے - یہی وجہ ہے کہ ان دلائل کے مخاطب ہر فرقہ کے لوگ ہو سکتے ہیں - اور ہیں (مقدمہ تفسیر ثنائی)

مقدمہ جوابات

جواب دینے سے پہلے بغرض آسانی چند امور کا بیان لطیفہ حل موضوعہ کو ضروری ہے مخالف کو اگر ان کی تسلیم میں تردد ہو - تو وجوہ انکار پیش کرنیکا اسی حق ہے

(۱) دنیا میں جو افعال ہیں سب اپنے اپنے اسباب سے وابستہ ہیں - مگر تمام اسباب کے سلسلے کو چونکہ خدا ہی نے مرتب کر رکھا ہے - اس لئے افعال کی نسبت جیسی اُن کی اسباب کی طرف کرنی جائز ہے مسبب الاسباب یعنے خدا کی طرف بھی روا ہے مثلاً جیسا یہ صحیح ہے - کہ پانی کھیت کو ہرا بھرا کرتا ہے ایسا یہ بھی درست ہے کہ خدا سرسبز کرتا ہے جس سے کسی کو انکار نہ ہوگا - اگر ویدک مت سے اس کا ثبوت چاہیں - تو سنیے پرمیشور کہتا ہے:-

"میں پرمیشور اس برہ میں جہاں دھرم کی پابندی ہوتی ہو قائم - رہتا ہوں میں اُس راجہ
کی فوج کے گھوڑوں اور بیلوں کو قوت عطا کرتا ہوں" (دیکھو بیاد ہیائے ۲۰ منتر ۲)

لطیفہ اصول موضوعہ ماننی لفیق اسلام کے مقابلہ پر کار آمد ہیں - گو ہم اس کتاب میں بعض جگہ کلام ایسا ہے کہ کسی شئی خدا (منہ)

(۲) مخلوق سب کی سب ضرور قانون قدرت سے وابستہ ہے گو کوئی واقعہ کیسا ہی بعید الفہم ہزارہا سال نہیں لاکھہا بلکہ کروڑہا بلکہ اربہا سالوں بعد بھی کیوں نہو۔ ضرور ہے کہ اُس کے لئے بھی کوئی نہ کوئی قانون ہوگا۔ جب کبھی کسی واقعہ کا علم ہو خواہ دیکھنے سے ہو یا صحیح خبر سے اُسکو ہم خلاف قانون نہیں کہہ سکتے بلکہ یہ کہینگے کہ اُس کے لئے بھی کوئی قانون ہوگا۔ مثلاً عام قانون ہے کہ حیوانات کی دو آنکھیں ہوتی ہیں مگر لکھنؤ کے عجائب خانہ میں اسوقت بھی ایک بکری کے بچہ کی شبیہ کا نمونہ موجود ہے جسکی دو آنکھوں کے بجائے صرف ایک ہی آنکھ ہے وہ بھی پیشانی پر۔ مگر یہ کوئی خلافِ قانون نہیں بلکہ ہم کہیں گے کہ اسکا بھی کوئی قانون ہے گو ہمیں اُسکی اطلاع نہو۔

(۳) قدرتی اور مصنوعی تعلق اور رشتوں میں فرق ہے۔ قدرتی تعلقات اور رشتے جو قدرت نے وابستہ کر رکھے ہیں وہ تو کبھی نہیں ٹوٹتے اور مصنوعی قابل انفصال ہیں +

(۴) خدائے تعالی نے جو مخلوق کے لئے قدرتی قانون بنا رکھے ہیں۔ اُن پر اُس کی رضا لازم نہیں بسا اوقات اُن کے استعمال سے خدا ناراض بھی ہوتا ہے مثلاً یہ اُس کا قانون ہے کہ زور آور کمزور کو دبا لے۔ تلوار بندوق وغیرہ سے ہتھیار کو مار ڈالے مگر ایسے ہی موقعے کہ مارنیوالا اگر بے وجہ مارتا یا دباتا ہے۔ تو ظالم ہونے کی وجہ سے مجرم ہے گو قانون قدرت کے مطابق ہی مظلوم کا گلا کاٹتا ہے۔ کیونکہ تلوار کا چلانا اور تلوار سے مظلوم کا سر اُتر جانا بالکل قانون قدرت ہے مگر فاعل مجرم ہے +

(۵) ہر ایک زبان میں الفاظ کا اصلی اور لغوی ترجمہ معتبر ہوتا ہے لیکن جہاں کوئی قرینہ ایسا ہو جو اصل معنے سے روکتا ہو تو اُس کو مناسب دوسرے معنے لینا ضرور ہیں مثلاً شیر و اغضاگر لفظی قرینہ کیساتھ ہوگا۔ تو وہی حقیقی معنے مراد ہونگے۔ اور اگر کسی قرینہ کے ساتھ ہوگا تو بہادر کے معنے بھی ہو سکیں گے۔ اس اصول کو دیا نندجی نے بھی تسلیم کیا ہے غور کیجئے

(ستیارتھ پرکاش سمولاس صفحہ ۱)

(۶) ہر ایک کلام کے صحیح معنے وہی ہونگے جو متکلم آپ بیان یا اسکو منشاء اور حیثیت کا مطابق ہوں کہ متعلقہ کلام کو متکلم ہی بیان کر دیا کرتے ہیں۔ جیسا حال ہے مقابل

وہ اپنے کلام کا مطلب لفظوں میں تبلادے - یا اسکی وضع اور طریق برتاؤ سے ظاہر ہو -
اِس اصول کو سوامی دیانندجی نے بھی دیباچہ ستیارتھ پرکاش میں منظور بلکہ خود تجویز کیا ہے

(۷) خدا تعالیٰ دنیا کے لئے علت موجبہ اور منشیہ دونوں ہے یعنی اُسی نے اِس دنیا کو پیدا کیا - کوئی شے اُس کے حکم بغیر وجود پذیر نہیں ہوتی اور وہی اُس کو تھامے ہوئے ہے - اگر اُس کی حفاظت نہ ہو - تو کوئی چیز موجود نہیں رہ سکتی - رگ وید - منڈل ۱ - سوکت ۱۲۴ منتر ۳۹ میں اور یجروید - ادھیائے ۴۰ - منتر ۱ - مندرجہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳ میں یہ مضمون تسلیم ہے کہ خدا تعالیٰ سب کا خالق اور منتظم بھی ہے *

(۸) کسی چیز کے ذکر نہ ہونے سے اُس کا عدم لازم نہیں آتا مثلاً گھر میں دو آدمی زید عمر ہیں - کسی نے کہا - کہ زید گھر میں کھانا کھا رہا ہے تو عمر کی نفی ہو گی - کیونکہ عدم علم یا عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا - دنیا کی بہت سی چیزوں کو ہم نہیں جانتے تو کیا وہ معدوم ہیں؟ ہرگز نہیں *

(۹) اصول فطرت اور قانون قدرت خدا کا فعل ہے اور الہامی کتاب اُس کا قول - قول فعل میں تطابق نہیں تو قول غلط ہے *

(۱۰) جس طرح جسمانی اشیاء کے لئے جسمانی اسباب کا سلسلہ ہے - اُسی طرح روحانی صحت اور امراض کی ترقی اور تنزل کے لئے بھی اسباب کا سلسلہ ہے کہ ایک نیک کام کرنے سے دوسرے کی رغبت ہوتی ہے - کبھی ایک گناہ دوسرے گناہ تک پہنچانے کا سبب ہو جاتا ہے اِس مضمون پر دیانندجی بھی ستیارتھ پرکاش میں دستخط کر چکے ہیں جہاں لکھتے ہیں "تم ہوں نے جہالت میں کس درجہ ترقی کی ہے یہ انکو وید اور ایشور کو چھوڑنے کی سزا ملی ہے" صفحہ ۵۲۸

(۱۱) جس طرح بعض غذائیں جسم کو مضر ہوتی ہیں - اُسی طرح بعض غذائیں روحانی طاقت کو بھی مخل ہیں - مثلاً اپنے ہاتھوں کی محنت اور مزدوری میں جو خیر و برکت اور روحانی بشاشت اور توفیق خیر ہوگی وہ چوری کی غذا میں نہ ہوگی - علیٰ ہٰذا القیاس -

(۱۲) بعض اوقات سلسلہ روحانی سلسلہ جسمانی پر موثر ہوتا ہے - چنانچہ آریوں کا مسلمہ اصول ہے کہ شروع دنیا میں جو لوگ پیدا ہوئے ہیں - اُن کے اعمال ہی اُن کی پیدائش کے

کے مقتضلی ہوتے ہیں۔ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۱۲ بلکہ عورت مرد کی تفریق یا خوبصورت اور بدشکل کی تمیز بھی بقول آریہ سماج اعمال ہی کے نتائج ہیں +

(۱۳) الہامی کتاب کی مثال طبیب اور ڈاکٹر کی سی ہو۔ جہاں ڈاکٹر بہت سی مفید چیزیں کھانے کا حکم کرتا ہے ایسے ہی بہت سی مضرات سے بچنے کی بھی رائے دیتا ہے۔ اسی طرح الٰہی کتاب یا خود خدائے تعالیٰ بہت سے مفید امور کا حکم کرتے ہیں اور بہت سی مضر باتوں سے منع کرتے ہیں۔ خواہ وہ افعال ہوں یا غذائیں۔

(۱۴) خدا کے حکم دو قسم پر ہیں۔ ایک تو شرعی جو بذریعہ الہام مخلوق کو پہنچتے ہیں یہ حکم تو بذریعہ الفاظ بندوں کو سنائے جاتے ہیں ایک قسم ایجادی یا تکوینی ہے۔ یعنی مخلوق کی پیدائش کے متعلق۔ اس حکم (ایجادی) کے لیے الفاظ کی حاجت نہیں ہوتی۔ بلکہ سلسلہ اسباب کا کمال اور اپنی انتہا پر پہونچنا ہی اس سبب اور معلول کے لیے حکم ہے +

چونکہ جواب سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ سائل کا مطلب سائل ہی کے لفظوں میں بتلایا جاوے۔ اس لئے ترک اسلام کی پوری پوری عبارت مصنف کے الفاظ میں پہلے لکھی جاتی ہے جس پر آریہ کا لفظ ہوگا۔ پھر اسکا جواب شروع ہوگا جس پر مسلمان کا لفظ ملیگا۔ لیکن جو باتیں سوال سے زائد لطور مخول اور مسخری کے حسب معمول آریہ سماج بابو صاحب نے لکھی ہیں انکو حذف کیا گیا۔ اصل سوال آپ ہی کے الفاظ میں ہے۔ بس سنئیے:

آریہ نمبر ۱-۲ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا بڑا مکار اور فریبی ہو دیکھو ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (ترجمہ۔ مکر کیا کافروں نے اور مکر کیا خدا نے اور خدا بہتر ہے سب مکر کرنیوالوں سے ۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۵۴)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا فریب کرتا ہے اور دھوکا بازی کرتا ہے۔ کسی بھلے مانس آدمی پر جو سچ مچ فریبی نہ ہو۔ یہ الزام لگایا جاوے۔ تو وہ بگڑ جاویگا۔ اور عدالت تک پہونچیگا مگر خدا پر فریب بازی کا الزام لگانا کسی بڑی ہی من چلے آدمی کا کام ہو سکتا ہے افسوس ہیں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا (سورۃ انفال آیت ۳۰)

مسلمان نمبر ۲

مکر کے معنے اصل میں خفیہ تدبیر یا داؤ چلانے کے ہیں۔ چونکہ خدا کے تمام کام خفیہ ہی ہوتے ہیں اندر ہی اندر اپنا کام کرجاتے ہیں ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ کبھی کسی کو خدا نے سامنے آکر طمانچہ یا ٹھکا مارا ہو؟ نہیں بلکہ اندر ہی اندر اس کے احکام جاری ہو کر اپنا کام کرجاتے ہیں۔ انہی معنے سے خدا کو مکر یا ماکر اللہ کہا جاتا ہے یعنی خفیہ خفیہ اپنے احکام جاری کرنیوالا۔ سنئے! قرآن شریف خود بتلاتا ہے:۔
لَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ (خدا کے مکر سے یعنے اس کی خفیہ تدبیر اور مخفی احکام سے ٹوٹا پانے والے ہی بیخوف رہتے ہیں) اس سے کہ جو کوئی خدا پر ایمان رکھتا ہے وہ یہ بھی مانتا ہے۔ کہ خدا کے احکام ہمیشہ مخفی طور پر جاری ہوتے ہیں۔ پس جو کوئی خدا کے اس وصف سے انکاری ہے وہ حقیقت میں خدا ہی سے انکاری ہے۔ اور یہی وجہ اس کے ٹوٹا پانے کی ہے۔ یہ عام طور پر آریوں اور دیگر قوموں کی غلطی ہے کہ عربی لٹریچر (زباندانی) سے ناواقفی کی وجہ سے عربی الفاظ کو اردو و فارسی کے معنے میں سمجھتے ہیں کئی ایک الفاظ ایسے ہیں۔ جو عربی میں کراہت یا ناپسندیدگی نہیں رکھتے۔ مگر ہندی یا فارسی میں مگر ان میں ایک قسم کی کراہت اور ناپسندیدگی آجاتی ہے اسکی مثال عربی میں شراب ہے جس کے معنے پینے کی چیز کے ہیں۔ خواہ پانی ہو یا دودھ مگر اردو میں خاص نشہ آور کو کہتے ہیں۔ جس دکان پر "شراب کی دوکان" لکھا ہو۔ پس دیکھنے والا جان جاتا ہے کہ یہاں نشہ آور پانی بکتا ہے۔ اسی طرح کئی ایک مثالیں ہیں:۔
آپ اگر عربی لٹریچر سے واقف ہوتے۔ تو ہمیں اس تفصیل کی حاجت نہ ہوتی بلکہ یوں کہئے کہ آپ یہ سوال ہی نہ کرتے۔
مختصر یہ کہ عربی میں ماکر یا مکار کسی بڑے مدبر یا پولیٹیشن مین کو کہتے ہیں جیسے

پرنس بسمارک یا سلطان المعظم نہ ہر ایک سے
کلاہِ خسروی و تاجِ شاہی   بہر کل کے رسد حاشا وکلّا!

پس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح کے پکڑنے اور تکلیف پہنچانے میں ہر طرح کی خفیہ سے خفیہ تدبیریں کیں خدا نے اس کو بچانے کی خفیہ تدبیر اور مخفی احکام جاری کئے۔ پس خدا کی تدبیر سب پر غالب آئی۔ کیونکہ خدا سب سے بڑھ کر ہے پس اسپر کیا اعتراض ہے؟ اس میں سوال ایک ہے جو مکر کے لفظ پر ہے جسے آپ نے تعداد بڑھانے کو دو کردیا ہے

آریہ نمبر ۳ قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ خدا روحانی بیماروں کی روحانی بیماری کو دیدہ دانستہ زیادہ کرتا ہے اور پھر اوپر سے عذاب بھی دیتا ہے۔ بیشک یہ پرلے درجہ کی بے رحمی اور ظلم ہے کوئی عقلمند پڑھا لکھا خدا کو ایسا ظالم اور بیرحم قرار نہیں دے سکتا (بقرہ۔ آیت ۱۰)

مسلمان نمبر (۳) اصول موضوعہ نمبر اوّل کو ملحوظ رکھتے۔ تو بابو صاحب کبھی یہ اعتراض نہ کرتے اصل میں اُن کی بیماری تو انہی سب ہی سے بڑھتی ہے جو حق سے گردن کشی اور بیجا غرور کی وجہ سے ہے۔ مگر علت العلل کی طرف نسبت کیا جاتا چونکہ جانبِ ہے اس سے خدائی حکومت اور جبروت بتانے کو ایسا کہا گیا۔ قرآن شریف پہلی سب پر خود اطلاع دیتا ہے۔ ذرا غور سے سنو!

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

اگر وید کا پرمان چاہو۔ تو سُنو!

"جو پرمیشور علم وغیرہ عطا کرنے والا اور جسکو ظلِ حمایت و پناہ و عنایت سے محروم رہنا ہی ہوتا ہے"

(یجر وید۔ ادھیائے ۲۵۔ منتر ۱۲)

جس مضمون کو یہاں وید میں یوں لکھا ہے کہ پرمیشور کی عنایت سے محروم رہنا ہی ہوتا ہے۔ اُسی مضمون کو قرآن شریف نے اِن لفظوں میں ادا کیا ہے۔ سُنو!

ملت کا نوں بدکہموں کے دلوں پر اُن کی بداعمالی نے زنگ کردیا ہے (سورت تطفیف ع)

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا

اور اگر آپ سوامی دیانند جی کے دستخط چاہتے ہیں تو سنیئے سوامی جی لکھتے ہیں:۔

"یہ دھول لئے کسند ریہ اپنی جہالت کی ترقی کی ہے جسکی نظیر ان کے سوا دوسری ہو ہی نہیں سکتی

یقین تو یہی ہے کہ وید اور ایشور سے مخالفت کرنیکا انکو یہی نتیجہ ملا ہے" ستیارتھ صفحہ ۱۴۵

کہئیے بابو صاحب! "خود غلط بود آنچہ تو پنداشتی" یا کچھ اور حاجت ہے؟ سچ ہے کہ ہٹ دھرمی متکلم کے منشا کے خلاف معنے کیا کرتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ)

آریہ نمبر ۴۵

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا بڑا لڑاکا ہے۔ بھلا جب خدا ہی لڑاکا ہو گیا۔ تو پھر زمین پر صلح اور امن کون قائم کر سکتا ہے؟ (نسا آیت ۸۴)

مسلمان نمبر ۴۵

جس آیت پر آپ کو شبہ ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا

"یعنی خدا سخت لڑائی والا اور سخت عذاب والا ہے"۔ مگر یاد رہے کہ لڑاکا ہونیکے وہی معنے ہیں جو یجر وید۔ ادھیا ۲۰ منتر ۵۰ کے معنے ہیں۔ پس غور سے سنو!

"میں اس محافظ کائنات صاحب جاہ و جلال نہایت زور آور فاتح کل تمام کائنات کے راجا قادر مطلق پرمیشور کو جس کے آگے تمام زبردست بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں، ہر جنگ میں فتح پانے کو مشہور کرتا ہوں"۔

بتلائیے! جس کے آگے بڑے بڑے بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں وہ کیسا بڑا بہادر اور لڑاکا ہوگا؟ یہ آریوں کے بانی اور باپا روحانی دیانند جی کی قدیمی غلطی ہے۔ کہ خدا کی کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس کرتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ خبر نہیں کہ خدا کے ہاتھ پاؤں نہیں مگر سب سے زیادہ سرعت رکھتا ہے" (ستیارتھ صفحہ ۲۴۵)

اسی طرح اس کے پاس تلوار بندوق نہیں۔ لیکن تمام تلوار بندوق والوں پر غالب ہے اور سب سے طاقتور ہے۔ یہی معنے ہیں اس کے ہونے کے سنیئے! قرآن شریف خود بتلاتا ہے۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ یعنے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہے

ا؎ پس اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی +

کہئے بابوجی متکلم کے خلاف منشا سخن کرنیوالی کون ہوتی ہیں ؟

آریہ نمبر

قرآن کی یہ تعلیم ہے ۔ کہ خدا لوگوں میں دشمنی ڈال دیتا ہے اور قیامت کے دن تک باہمی کینہ پھیلا دیتا ہے ۔ طالب حق اور عاشق خدا کے لئے اس سے بڑھکر کونسی تعلیم کیا ہو سکتی ہے (مائدہ ۔ آیت ۱۷)

مسلمان نمبر

بابو صاحب کو جس آیت پر اعتراض ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں :-
وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

یعنے خدا فرماتا ہے کہ ہم نے عیسائیوں سے تعمیل احکام کا وعدہ لیا ۔ یعنی اُن کو احکام دیئے اور انہوں نے اُن کی تعمیل کا صدق دل سے اقرار کیا ۔ مگر آخر کار وہ بہت سا حصہ اُن احکام کا جو انکو بتلائے گئے تھے بھول گئے توحید کی بجائے تثلیث اور نیک اعمال کی بجائے کفارہ مسیح تجویز کر بیٹھے ۔ پس یہ بدعملیاں اس بات کی باعث ہوئیں کہ انمیں عداوت کا تخم بویا گیا ۔ اصل عداوت کا سبب با بموجب قرآن کی بدعملیاں اور بد اعتقادیاں ہیں مگر بحکم اصول موضوعہ نمبر اول اُس کو خدا کی طرف نسبت کیا گیا ۔ کہئے بابو صاحب ! کیا اعتراض ہے اصول مذکورہ میں دیکھو کہ پرمیشور منصف راجہ کو کھوڑی کس طرح بالتا ہے کیسا ذلیل کام اُس نے ذمہ لیا ہوا ہے ۔ افسوس ! افسوس طالب حق ایسے پرمیشور کو مانیگا ؟

آریہ نمبر

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا منصف ہے مگر توبہ قبول کر لیتا ہے ۔ اور گناہ معاف کر دیتا ہے بھلا انصاف اور معافی کا میل کہاں ؟ جہاں معافی آئی انصاف اُڑ گیا (البقرہ ۔ آیت ۱۷۱)

مسلمان نمبر

انصاف اور عدل کے معنے یہ ہیں کہ ہر ایک شیٔ کو اُس کا اصل مقام پر رکھنا ۔ پس توبہ جو انسان کرتا ہے خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے ۔ عاجزی کرتا ہے ۔ روتا ہے ناک زمین پر رگڑتا ہے ۔ حالانکہ نہ تو خدا کو اور نہ اُس کے عذاب کو اُس نے دیکھا ہے ۔ صرف اُس کی قدرت اور خدائی کے آثار سے اتنا جانتا ہے کہ کوئی ہے تو کیا اس عاجزی اور انکساری کی بھی کوئی جگہ ہے جس پر اس کو

رکھا جاتا؟ اور انصاف اور عدل کے معنی اور اقتضا پورا ہو۔ اگر یہ عاجزی اور اسکی توبہ قبول
ہوئی تو فبہا ورنہ کہنا پڑیگا۔ کہ اس بیچارے سے انصاف نہیں ہوا۔ خداوند نے عدل
نہیں کیا۔ سچ پوچھو تو توبہ قبول ہونا ہی عدل کا مقتضا ہے دنیا میں جس قدر صفات حسنہ ہیں
ان سب کا سرچشمہ خدا تعالی کی ذات پاک ہے مثلاً رحم۔ سلوک۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ
یہ سب کی سب ایک نمونہ اور نشان ہیں اس کریم مزاج کی جس سے انکو وہی نسبت ہے جو
قطرہ کو سمندر سے ہے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ سخت دل سے سخت آقا جو بڑا
ہی کنجوس اور نامہربان ہو وہ بھی اپنے نوکر سے جسکا اخلاص اسکو کامل طرح معلوم ہو۔ اسکی
توبہ اور عاجزی پر خطا معاف کر دیتا ہے حالانکہ اس کو اس کے دل کا پورا علم بھی حاصل نہیں
کہ اخلاص سے توبہ کرتا ہے یا نفاق سے۔ لیکن خداوند تعالی جو دلوں کے حال سے پورا
واقف اور مطلع ہے جو بندہ کے اخلاص اور نیاز عبودیت سے پورا آگاہ ہے وہ نہ بخشے تو سچ سمجھو
کہ ہمارے ہاں کے بنئے بقالوں سے کہیں بڑھکر کنجوس اور سخت دل ہوگا سنئے قرآن شریف
خود بتلاتا ہے کہ توبہ کی قبولیت کے مقدار کون ہیں؟ غور سے سنو!

ان التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ

یعنی توبہ انہی لوگوں کی قبول ہوتی ہے۔ جو بُرے کام غفلت سے کر گذرتے ہیں پھر فوراً توبہ کرتے
ہیں۔ نہ ان لوگوں کی جو مرتے دم تک (جب انکو موت اور آخری سفر کے آثار معلوم ہونے لگتے
ہیں۔ تو بُرے کاموں میں مشغول رہیں اور اسوقت توبہ کرنے بیٹھیں اور نہ ان کی جو کفر ہی کی
حالت میں مرجائیں اگر بعد مرنے کے توبہ کریں گے۔ تو قبول نہ ہوگی" (سورت نساء ع ۳)

مختصر یہ کہ ہوش و حواس صحت و سلامتی میں محض خدا کے خوف سے اسکو اپنا مالک شہنشاہ
جانکر اپنے گناہوں پر شرمندہ ہو اور عاجزی سے توبہ کرے تو خداوند تعالی جو بڑا منصف اور عادل
ہے اسکی توبہ کو جو دل کے اخلاص سے کرتا ہے فوراً قبول کر لیتا ہے اور ایسا کرنے پر اسکا وصف
عدل اور انصاف مقتضی ہے اگر ایسا نہ کرے تو منصف اور عادل نہیں۔ اب سنئے وید کیا بیان دیتا ہے؟

"ای پرمیشور مجھے سچے نیک چلن اور دہرم پر عمل کرنے کی طاقت دے۔ آپ مجھکو ہمت دیجئے کہ میرا سچے دہرم کا عہد آپ کی عنایت سے پورا ہو۔ میں آج سے سچے دہرم کی پابندی اور جھوٹ کھوٹے چلن سے اور ادہرم سے دوری اختیار کرتا ہوں" (یجروید ادہیائے ۱ منتر ۵)

اِسی مضبوط عہد کو قرآن شریف کی اصطلاح میں توبہ کہتے ہیں کہو! اس عہد کا فائدہ بھی کچھ ہے؟ اگر نہیں تو دینے لئے یہ دعا عبث ہی بتلائی ہے۔ ذرہ سوچکر جواب دیجئے۔ جو فائدہ اس عہد کا ہوگا۔ وہی یا اُس کے قریب قریب۔ توبہ کا ہے۔

ہاں یاد آیا کہ میں خواہ مخواہ اِدہر اودہر کے دلائل سوچتا رہا۔ توبہ کا مضمون تو تمہاری دہرمپال ہی کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے آپنے اپنے مربی منشی محمد عزیز الدین صاحب پنشنر ساکن فیروزپور کو ۔ نومبر ۱۹۰۱ء کو ایک خط متضمن معذرت لکھا گیا تھا۔ اُس میں ایک فقرہ ہمارے مدعا کا بھی ہے آپ لکھتے ہیں:۔

اگر میں آپ سے معافی مانگنے آیا تو اوسکی وجہ یہی بات تہی کہ میرے دل میں سخت دکھ ہوا کہ جس وجود سے اتنے احسان پائے ہوں اگر اوسکے پاس جاکر دیا جاوے۔ تو اتنے کا معافی ہو جانا کچھ تعجب نہیں کہ وہ فیاض دل سے ایک معافی کا احسان اور زیادہ کرے۔

پیارے پال! خدا کے احسانات اپنے بندوں پر اُن احسانات سے کم ہیں یا زیادہ؟ جو آپکے اُس محسن نے آپ پر کئے تھے۔ اِس سوال کا جواب آپ خود ہی دیجئے حقیقت میں یہ خیال آپ کا اپنے محسن کی نسبت بہت ہی صحیح ہے مگر افسوس کہ آریہ سماج کی صحبت کے اثر سے آپ ایسے متاثر ہو گئے ہیں کہ اُس دیالو پرماتما کو ایک پنڈت سے کم جاننے لگ گئے ہو

پڑے ہیں پتھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کیا سمجھے

یہ بھی صحیح ہے کہ توبہ سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتے جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہوں۔ کسی کا خون کر کے صرف چاکر توبہ کر لیگا تو یہ نہ بخشا جاوے گا۔ یا کسی کا مال ظلم سے دبا کر توبہ کرنے لگیگا تو جبتک اُسکا مال اُسکو نہ دیگا یا اُس سے معاف نہ کرائیگا نہ بخشا جائیگا۔

آریہ نمبر (۷)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا سے استغفار ہی کرو مگر قرآن کو پڑھتے جاؤ اور دوزخیوں کی آہ و زاری پر خیال کرو۔ کہ کس طرح سے چلا رہے ہیں معافی مانگ

رہے ہیں توبہ کر رہے ہیں - مگر خدا کے کان بہرے ہو گئے ہیں - کچھ نہیں سنتا - کیا خدا کی غفاری اگر وہ کوئی چیز ہے تو قیامت کے دن اڑ جائیگی ؟ اور خدا سنگدل ہو جائیگا؟ اے آنکھ تو خون کے آنسو بہا کہ قرآن میں خدا کی بابت میں تعلیم کیسی بھدی ہے (نساء - آیت ۵۵)

مسلمان خدا بیشک غفار ہے مگر اس نے خود بتلا دیا ہے کہ میری صفت غفاریت کن لوگوں سے متعلق ہے - سنو! اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ - یعنی خدا مشرکوں کو کبھی نہ بخشیگا - اور ان کے سوا جسکو چاہیگا بخشے گا" (چاہنے کے معنے نمبر ۵ میں آچکے ہیں) ہاں اگر زندگی میں توبہ کریں تو بیشک ان کی بخشش ہو سکتی ہے جسکی بحث اوپر گذر چکی ہے - بابو صاحب! کبھی تو متکلم کے خلاف منشا معنے کرنا روا رکھتے ہیں؟ ستیارتھ نسخہ، دیکھکر جواب عنایت ہو۔

آریہ نمبر ۹ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا بدی کو ناپسند کرتا ہے مگر کتنی شرم کی بات ہے کہ اسکو بدی کا بنیاد کرنیوالا مانا گیا ہے (نساء - آیت ۷۸)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم سے ہوتا ہے تو پھر زناکاروں کی زناکاری شراب نوشی ڈاکہ - چوری - قتل - خون - لوٹ - وغیرہ تمام کام بھی خدا کے حکم سے ہوئے شیطان بیچارے کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے؟ افسوس خدا کو نادان لوگوں نے کیا تماشہ بنا دیا (یونس)

مسلمان نمبر ۹ بابو صاحب کے پتے تو ماشاءاللہ بے ٹھکانے ہیں البتہ ہم خود تنقیح کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں یہ مضمون ہے کہ :-

لَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ

یعنی خدا اپنے بندوں سے کفر کو پسند نہیں کرتا" اور یہ مضمون بھی مختلف مقامات کے ملانے سے ملتا ہے کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے - خدا کی مشیت سے ہوتا ہے - مگر آپ نے مشیت کے معنے پر غور نہیں کیا - کرتے بھی کیسے جبکہ تحقیق حق منظور ہی نہ تھی - قرآن شریف اور اس کے لوازمات سے ناآشنا ہو کر تحقیق ہو کیسے سکتی ہے؟ سنیئے مشیت اللہ خدا کے قانون کریہ کا نام ہے - جو بموجب اصول موضوعہ نمبر ۴ خدا کی رضا کو مستلزم نہیں تفصیل بھی سننا چاہو تو غور کرو کہ ایک جوان مرد جو جوان خوبصورت عورت کو دیکھکر اس سے گلو گیر ہو کر کچھ کا کچھ کر گذرتا ہے -

یہانتک کہ بعض جوشیلے عاشقوں سے تو اتنا بھی صبر نہیں ہو سکتا کہ اپنی ننگ و ناموس کا بھی خیال رکھیں بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ بار بار اونہوں نے منہ کالا کیا آخر بجولاں ہو کر جیل گھر کی سیر کو بھی گئے - لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے جوش کے لئے سبب کیا ہے اور وہ کس کا مقرر کردہ ہے؟ کچھ شک نہیں کہ تمام آستک (خدا کے قایل) یہی کہیں گے - کہ خدا تعالی ہی نے یہ قانون مقرر کیا ہوا ہے - کہ جوان مرد جوان خوبصورت عورت کو دیکھکر یہ سب کچھ کر گذرنے پر آمادہ ہو - اسی طرح باقی گناہوں کی مثال ہے - دراصل یہ سب اسی قانون قدرت کے کرشمے ہیں - کسی اہل دل نے اسی راز کی طرف اشارہ کیا ہے ؎

کا رزلف تست مشک افشانی اما عاشقاں ٭ مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

پس اگر ہمارا جواب پسند ہو - تو آپ ہی فرمایئے کہ پرمیشور کیوں ایسے کاموں پر آریوں کو کتنے بلے اور سورنیوں کی جونوں میں بھیجتا ہے؟ کیا یہ انصاف ہے کہ تمہارا کام تو اس کے قانون کے مطابق ہوں اور سزا دینے کو وہ آمادہ ہو؟ اسکی مثال دنیاوی طرز پر سننا چاہو تو نیشنل کانگرس کو دیکھو کہ جو کچھ نیشنل کانگرس کر رہی ہے گورنمنٹ کی اجازت یعنی قانون سے کر رہی ہے کوئی خلاف قانون نہیں مگر جہانتک ہمیں معلوم ہے یہ کام کانگرس کا موجب الزام تو کیا رضا بھی نہیں بلکہ گورنمنٹ کی بہت سے عہدہ دار اس کو مہذب بغاوت کہتے ہیں ٹھیک اسی طرح جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے خدا کے حکم یعنی قانون مجریہ سے ہوتا ہے لیکن وہ بدکاریوں سے راضی نہیں وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ

ہم آپ کی خاطر اس مقام پر اور بھی تفصیل اور توضیح کرنے کو ایک دو آیتیں لکھتے ہیں پس سنو! لَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْہُ - وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اَشْرَکُوْا - لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوْا

لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا

ان آیات میں بھی اسی قانون مجریہ کیطرف اشارہ ہے یعنی اگر خدا کا قانون ایسا ہوتا کہ ہر فاسق فاجر اپنے ارادے پیکر و بلیش کامیاب ہوتا ہے جس تلوار سے ایک بہاتما ایک ڈشٹ کو مار کر واصل جہنم کرتا ہے اسی کو لیکر ایک پاجی ایک صالح نیک بخت کو شہید کر دیتا ہے تو مشرک اور کافر شرک اور کفر نکرتے - پس ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کے حکم اور ارادے

سے ہوتا ہے زانی زنا کرتا ہے تو اسکی مشیت سے کرتا ہے چور چوری کرتا ہے تو اس کے قانون سے کرتا ہے۔ فسبحان من لایخرج شئی من حکمه ومشیته لا تتحرک ذرة الا باذن الله یعنی کوئی چیز اس کے حکم سے باہر نہیں ہو سکتی بابو صاحب! کہئے تو یہ قرآن کی خوبی کی بات ہے یا مذمت کی؟ مگر آگے پیچھے نہ دیکھنے ناپاک باطن والوں کو علم کہاں؟ (بہم مکاصد ۵۲)

شیطان کی مذمت اتنی قدر ہے جتنی کہ کسی مشیر بد تدبیر کی ہوتی ہے کیونکہ وہ صرف بطور مشورہ کے برا کام سجھاتا ہے نہ کہ بطور جبر کے۔ اس کی بحث بھی اپنے موقعہ پر آئیگی۔

ہم نے اس نمبر کو آپ کی خاطر تفصیل سے لکھدیا ہے۔ پس امید ہے کہ آئندہ کو آپ اصول موضوعہ نمبر ۳ ملحوظ رکھکر یہ سوال منہ پر نہ لاوینگے۔ اگر لاویں گے۔ تو ہم اسی نمبر کا حوالہ دینے پر قناعت کریں گے کیونکہ آپ کے گروہ سے یہی ہمارا یہی دستور ہے جس سے آپکا حق ناراض نہیں۔

آریہ نمبر ۱۰ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا لوگوں کی ہدایت کے لئے نبی بھیجتا ہے۔ مگر جگہ بجگہ قرآن میں دیکھو گے۔ کہ خدا ہی لوگوں کو نیز گمراہ کرتا ہے۔ اور وہ آپ ہی اس بات کا معترف گردانا گیا ہے کہ ہاں ہم گمراہ کرتے ہیں۔ اور جسکو ہم گمراہ کرتے ہیں۔ اسکو کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ بھلا پھر پیغمبروں کی جان کھپانے کی کیا ضرورت اور کتابوں کی بھرمار کی کیا حاجت اور شیطانوں کو ملزم گرداننے کی کیوں نوبت آئی

(مائدہ - ۲۵)

مسلمان نمبر ۱۰ افسوس کہ اس نمبر میں بھی آپ اصول موضوعہ نمبر اول بھول گئے گمراہی کے اصل سبب تو خود قرآن شریف نے بتلا دیا ہے غور سے سنو! قرآن مجید جو بانی فطرت کا کلام ہے کیسی پتہ کی بتلاتا ہے:-

کَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی اَنْ رَّاٰہُ اسْتَغْنٰی[۱]

اس گمراہی کا سبب تو انسان کی اپنی ذاتی شرارت اور خدا سے بے نیازی ہے مگر چونکہ بموجب اصول موضوعہ نمبر اول اسکو خدا کی طرف بھی نسبت کرنا جائز ہے اس لئے علت العلل پر اطلاع دینے کو قرآن شریف نے بتا دیا ہے کہ:-

[۱] بیشک انسان کی گمراہی کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو کسی کا محتاج نہیں جانتا (سورہ - اقرا)

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا

آریہ نمبر ۱۱ و ۱۲

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا پاکیزگی کو پسند کرتا ہی مگر قرآن کو بغور پڑھنے سے پتہ لگتی ہے کہ خدا نے ناپاک دل کو پاک نہ کرنا چاہا بلکہ ناپاکی کو اور بھی زیادہ کر دیا اور گمراہی بڑھا دی۔ بچوں کا کھیل ہے ایک بے بنیاد بات کو قائم رکھنے کیواسطے بہت کچھ گھڑ منٹ کرنا پڑا۔ مگر فضول (مائدہ۔ آیت ۴۵)

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا تمام عیوب سے پاک ہی مگر دیکھئے شیطان کو بہکانیوالا اور گمراہ کرنیوالا خدا ہی ہے ہم شیطانی ڈھکوسلے سے فرض کر سکتے ہیں۔ کہ شیطان لوگوں کو بہکاتا ہے۔ مگر شیطان کو گمراہ کنندہ خدا ہے (اعراف۔ ۱۶)

مسلمان نمبر ۱۱ و ۱۲

افسوس ان نمبروں میں بھی آپ اصول نمبر اول بھول گئے جناب من! ہر ایک کام کے لئے خدا نے اسباب بنائی ہیں جب تک ان اسباب سے کام نہ لیا جائے کامیابی نہوگی۔ جبتک آگ کے ذریعہ روٹی نہ پکائیں گے۔ نہ پکیگی۔ تعجب تو یہ ہے۔ کہ جو بات آریہ سماج بڑے زور سے کہتا ہی۔ جب وہی مضمون قرآن شریف سے نکلتا ہے۔ تو اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتا ہے۔ پس جبتک کوئی نیک نیتی اور صاف دل سے خدا کی طرف نہ جھکیگا۔ ہدایت اور پاکی نصیب نہ ہوگی۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں جس پر آپکو شبہ ہوا ہی۔ غور کیجئے!

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ

سُنئے! اس آیت سے پہلے یوں مذکور ہے:۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

یعنی بعض یہودی جھوٹ سننے کے عادی ہیں دوسرے لوگوں کے لئے (جو تمہارے پاس

لہ اس قرآن کے ساتھ اللہ بہتوں کو ہدایت کرتا ہی اور کئی ایک کو گمراہ کرتا ہے (سورہ بقرہ ۳۶)

نہیں آسکتے) باتیں سنتے ہیں کلام کو اصل جگہ سے بگاڑتے ہیں اپنے معتقدوں کو کہ اگر یہی مطلب جو ہم نے تمکو بتلایا ہے کوئی بتلاوے تو قبول کرنا ۔ ورنہ اس جس کو خدا ہی کسی بلا میں مبتلا کرنا چاہے ۔ تم ہرگز اس کیلئے ذرہ بھر بھی اختیار نہیں یہی لوگ ہیں ۔ جن کے دلوں کو خدا نے پاک کرنا نہیں چاہا ۔ دنیا میں ان کو ذلت ہے اور آخرت میں بھی عذاب"

تمام آیات کو ملانے سے مطلب صاف ہے کہ وہ لوگ جو کہ خدا تعالیٰ کے قانون مجریہ کے مطابق ہدایت کی طرف رخ نہیں کرتے اس لئے گمراہی میں پھنس رہے ہیں ۔ اسی مدعا کے اظہار کو بحکم اصول موضوعہ نمبر اول ان کی گمراہی اور عدم طہارت کو خدا کی طرف نسبت کیا تو کیا اعتراض ہے ؟

بابو صاحب! آگے پیچھے کو ملا کر معنے نہ کرنے والے کون ہوئے ہیں ؟ ذرہ سوامی دیانند جی سے پوچھکر بتلانا (دیکھو رسالہ صفحہ ۵۲)

شیطان کی حمایت کو بھی آریہ سماج بہت کمر باندھتا ہے ۔ مگر افسوس کہ پہلا ہی اصول موضوعہ بھول جاتا ہے ۔ ہم بتلا آئے ہیں کہ فعل کی نسبت جیسی سبب کی طرف ہوتی ہے ۔ مسبب الاسباب اور علت العلل کی طرف بھی جائز ہے ۔ جہاں کہیں گمراہی کو خدا تعالیٰ کی طرف نسبت کیا گیا ہے ۔ وہ اسی بنا پر ہے* ورنہ اگر کسی ایک حرف بس مت ۔ دیکھو قرآن شریف جو علام الغیوب کا کلام ہے شیطان کی گمراہی کا سبب قریب بھی بتاتا ہے ۔ غور سے سنو!

اَبیٰ وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ

یعنے شیطان نے خدا کو حکم کی تعمیل سے انکار اور تکبر کیا اور کافر ہوگیا ۔ پس اس نے اپنے پروردگار کی حکم عدولی کی

باایں ہمہ چونکہ بموجب اصول موضوعہ نمبر اول علت العلل کی طرف بھی فعل کی نسبت جائز ہے شیطان نے اپنی گمراہی کو خدا کی طرف نسبت کر کے بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ (تو نے مجھے گمراہ کیا) کہدیا ۔ تو تعجب کیا ہے اور سوال کیا ہے؟ ہاں سوامی جی بھی ہماری تیرا ستیا ناس : آج آریہ سماج

* یہ عبارت قرآن کے دو مقاموں کی ہے ۔

سے تو شیطان کی حمایت میں کیا کچھ نہیں کراتی سماجی دوستو! سچ ہے؟ کہ ہٹ دھرمی مذہب کی تاریکی میں عقل کو زائل کر لیتی ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۔)

آریہ نمبر ۱۳ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا ہنسی مخول کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر افسوس وہی خدا استہزاء۔ مخول لیا اور ٹھٹھول گردانا گیا ہے (بقرہ۔ آیت ۱۵)

مسلمان نمبر ۱۳ ع تو آشنائی حقیقت نہ خطا اینجاست

جس لفظ پر آپکو شبہ ہو وہ استہزاء ہے جو آیت کریمہ میں مضارع کی صورت میں آیا ہے۔ سنو: وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِىْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔

اس آیت میں منافقوں کا (جو بظاہر مسلمان تھے اور اندر سے کافر ہوتے تھے) بیان ہے مطلب بتلانے سے پہلے استہزاء کے معنے بتلا دینے ضروری ہیں۔

اَلْاِسْتِہْزَاءُ۔ فسوس کردن و انکار بچیزے نمودن و مکافات فسوس دادن یا ناگاہ گرفتن برآں۔" (منتہی الارب)

پس ان سب معنے کو یاد رکھکر آیت کا مطلب سنئے: خدا فرماتا ہے "جب منافق لوگ ایمانداروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مدت سے ایمان لائے ہیں اور جب اپنے شیطانوں یعنی سرگروہوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ اُن (مسلمانوں) سے تو ہم صرف مخول اور ٹھٹھا کرتے ہیں (ان کے جواب میں خدا نے فرمایا) اللہ انکو سزا دیگا۔ یا ناگاہ پکڑیگا اور سردست تو انکو ڈھیل دے رکھی ہے۔ اس لئے اپنی گمراہی میں سرگردان پھر رہے ہیں۔"

کہئیے! کیا اعتراض؟ کاش آپ سوامی دیانند جی کے بھوبکا میں "شلیشٹا لنکار" یعنی مشترک کی بحث ہی دیکھ لیتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ ایک ہی لفظ کے متعدد معنے بھی ہوتے ہیں جو متکلم کی شان اور منشاء کے موافق ہوں وہ لئے جاتے ہیں مگر افسوس کہ بہت لوگ ایسے ضدی اور متشدد ہوتے ہیں کہ وہ متکلم کے خلاف منشاء تاویل کرتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ ص۔)

آریہ نمبر ۱۵۸

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا قسم کھانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ مگر قرآن کی ورق گردانی کرو۔ دیکھو گے ایک کم اعتبار اور جھوٹے شخص کی طرح کہ جس کی بات کا کوئی بھروسہ نہ کرتا اور لاچار قسم کھانے پر مجبور ہوتا۔ خدا گھوڑوں۔ اونٹوں درختوں پہاڑوں کتابوں ہواؤں۔ سورج چاند ستاروں کی پے در پے قسمیں کھا رہا ہے (شمس ۱-۲)

مسلمان نمبر ۱۵۸

جس مقام کا حوالہ آخر میں آپ نے لکھا ہے وہ تو یہ ہے سورۃ شمس کی اول سے ۸ آیت تک۔ مگر افسوس کہ اس میں ایک لفظ بھی نہیں جس کا یہ مطلب ہو کہ خدا قسم کھانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ ہم یا تحقیق کے رو سے خود ہی بتلا دیتے مگر افسوس کہ ہمیں بھی تمام قرآن شریف میں ایسا کوئی حکم نہیں ملتا جس کا یہ مطلب یا مفہوم ہو کہ خدا قسم کھانے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ ہاں ایک مقام پر صرف آتا ہے

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۔

یعنے تم کسی ایسے نابکار کے کہے میں نہ آنا جو بہت بہت قسمیں کھاتا اور (اپنی جھوٹ کی وجہ سے) ذلیل ہے۔ لوگوں پر آوازے کسا کرتا ہے۔ ادہر اودہر کی چغلیاں لگاتا ہے۔ اپنی حد سے بڑھا ہوا بدکردار اکھڑ اور بد اصل ہے۔"

اس حکم سے جو کچھ ثابت ہے وہ کسی مزید تشریح کا محتاج نہیں۔ یعنی یہ کہ جھوٹی قسمیں کھانے والے دغابازوں سے بچتے رہنا چاہئے۔ سمجھ لیجئے! اسپر ہمارا بھی صاد ہے مگر اس سے وہ مطلب کہاں ثابت ہوا جو بابو صاحب کا دعویٰ ہے؟ جھوٹی قسم کھانی بیشک لعنتیوں کا کام ہے مگر سچی قسم سے کون امر مانع ہے؟ قسم تو صرف اعتبار جتانے کیلئے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عدالتوں میں بھی دستور ہے کہ شہادت سے پہلے ہر ایک شخص کو اس کے مذہب کے مطابق قسم دی جاتی ہے۔ لطف تو جب ہو کہ آریہ سماج عدالت میں جج کے سامنے قسم نہ کھائیں اور ستیارتھ پرکاش دکھا کر جج صاحب سے کہیں کہ قسم کھانا جھوٹوں کا کام ہے ہم تو قسم نہ کھائیں گے۔ پھر دیکھیں کہ ستیارتھ پرکاش کتنی مدت تک ان سے جدا رہتی ہے۔ سنئے! اصل یہ ہے کہ قرآن شریف چونکہ عربی زبان میں الہام ہوا ہے اس لئے عربی لٹریچر (زباندانی) کی پابندی اس میں ضروری ہے۔ عرب کے لوگ سچی قسموں کو معیوب

نہ جانتے تھے بلکہ ان میں عام دستور تھا کہ قدرتی اشیا کی قسمیں کھایا کرتے تھے جس سے
ان کی غرض خالق کی عظمت ہوتی تھی۔ سنیئے (قیس (مجنون) کہتا ہے)

الا زعمت لیلی انی لا احبھا
بلی ولیال الحشر والشفع والوتر

یعنے سنو لوگو! لیلی کہتی ہے کہ مجھے اسکی محبت نہیں۔ کیوں نہیں مجھے دس راتوں اور
جوڑے اور طاق کی قسم ہے" پس بتلائیے عقل بڑی یا بھینس؟

پیاری پال! اگر ذرہ تمہیں آریہ دھرم کی پستک کے درشن بھی کرائیں سنو! سوجی
کیا پھول برساتے ہیں :-

عورت کی شادی میں اگر لڑکے والے اعتبار نہ کریں۔ یا گرگی کی خوراک دینے کے وقت اور
برہمن کی حفاظت کے واسطے اگنی ہوتر کے واسطے ایندھن کی ضرورت جتلانے میں
قسم کھانا پاپ نہیں (ادھیائے ۸ شلوک ۱۱۲)

اور سنئیے!

براہمن کو سچ کی قسم اور کشتری کو سواری اور ہتھیاروں کی قسم اور ویشیہ کو گئو اور بیج
اور سونا کی اور شودر کو تمام پاپوں کی قسم دلائے (ایضاً شلوک ۱۱۳)

آریہ نمبر ۱۵

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا کُن کہنے سے سب کچھ کر سکتا ہے
مگر کیا وہ پاگل ہو گیا تھا یا اپنی کُن کی طاقت کو بھول گیا تھا کہ
خواہ مخواہ زمین و آسمان بنانے میں چھ دن لگا دیئے؟ کیوں نہ کُن ہی کہہ دیا یا کیوں نہ ایک
دن میں ہی سب کچھ بنا دیا (ریویو ۳۶)

مسلمان نمبر ۱۵

اللہ ہے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز! آپ کسی کے خدا نہیں

آپ جب کے اعتراضات پر بے ساختہ ہنسی تو آتی ہی مگر شکر ہے کہ اب سے پہلے آپکے
بلکہ کل آریہ سماج کے گرو نہیں۔ مہاں گرو سوامی دیانند جی مہاراج کے پرشن بہتیارتھ پرکاش

ملے مولانا صاحب! اتہاری شیرین کلامی اور شرافت!! (ایضا)

میں گوش گذار ہو چکے ہیں۔ اِس لئے آپ کی نسبت بگمان اس بات کے کہ یہ آپ کے اُستاد
اہل گفت ہیں، یہ گویہ بات جیسی اور مذہبوں کی بابت ہو۔ مگر وہاں اتنا نہیں سے
باز نہیں رہ سکتے۔ سو آپ نے ترکِ اسلام کرنے میں جلدی کی عجب نہیں۔ کہ پہلا
وجدان جو ہم نے دیباچہ میں لکھا ہے آخرکار صحیح نکلے خدا کرے ایسا ہی ہو۔ سنئے!
تیرھویں آیتیں ٹھیک ہیں۔ کُن کہنے کا مطلب تو یہ ہو کہ جس چیز یا چیزوں کی کیفیت
کو خدا کُن کہتا ہے۔ وہ اسی وقت ہو جاتی ہے مگر زمین و آسمان میں چونکہ کیفیات
بےشمار ہیں جو حسب استعداد جسمانی بتدریج اپنے کمال کو پہنچنے کی قابلیت رکھتی ہیں اسلئے
ہر ایک کیفیت جس کی استعداد موجود ہو حکمِ کُن ہی سے پیدا ہوئی۔ گیہوں کے کھیت
بظاہر تو چھ مہینوں میں پکتے ہیں مگر واقفِ اسرار جان سکتے ہیں کہ ان میں کیفیات
ان گنت ہیں جو سب اُن خدا کے حکم کُن سے پیدا ہوئی ہیں اور سنئے! گو ماتا کا بچہ
بظاہر تو ۹ ماہ بعد بن کر نکلتا ہے جو نا واقف سمجھیگا کہ ۹ ماہ میں بنا ہو مگر دانا جانتے
ہیں۔ کہ اس میں کیفیات بےشمار ہیں جو حسب استعداد خود خدا کے حکم کُن سے ہر آن
پیدا ہوتی رہی ہیں۔

ہاں یہ بھی یاد رہے کہ کُن کہنے سے یہ مراد نہیں کہ خدا کاف اور نون کا مرکب
لفظ بولتا ہے۔ نہیں اس کے بولنے میں تو دو لفظ درکار ہیں جو خود حادث
ہیں۔ بلکہ خداوند تعالیٰ نے ہم کو ایک نقشہ دکھایا ہے کہ تمہارے نزدیک جو چیز جلدی
سے جلدی ہو سکتی ہے اس کی تصویر یہ ہے کہ تم کہو۔ اور ہو جاوے پس تم یہ سمجھو کہ میری
قدرت میں بھی یہی دستور ہے کہ ارادہ ہوتے ہی چیز پیدا ہوتی ہے دونوں باتوں میں
کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف دیانند جی کی سمجھ اور اُن کے چیلوں کی اندھی تقلید کا ہے

(اصول موضوعہ نمبر ۱۴ ضرور دیکھیں)

امر نمبر ۱۷

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا قدوس ہے مگر قرآن کو پڑھنے سے
معلوم ہوتا ہے کہ اس کی روح ایک عورت کے رحم میں
بھیجی جا سکتی ہے اور خونِ حیض کھا سکتی ہے نو مہینے غلاظت میں پڑی رہ کر

برسوں تک انسانی جامہ میں رہ کر بذریعہ بپتسمہ نجات پاسکتی ہی مجھے دلی افسوس ہی کہ قرآن نے بائبل کی تقلید کی (انبیاء ۹۱)

مسلمان نمبر ۱۶

ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

جس آیت کیطرف آپ نے اشارہ کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

وَالَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا

ترجمہ سے پیشتر اصول موضوعہ نمبر اول کو یاد کیجئے - پھر سُنئے کہ اس آیت میں صدیقہ مریم والدہ ماجدہ حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے جس کی نسبت یہودی لوگ زنا کی تہمت لگایا کرتے تھے - اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ جیسے اولوالعزم خدا کے رسول کو معاذ اللہ حرامزادہ کہتے ہیں - اُن کی غلطی کے اظہار اور امر واقعی کے بیان کرنے کو خدا نے فرمایا کہ مریم نے اپنی فرج کو زنا سے محفوظ رکھا - ہمنے اس میں اپنی طرف سے ایک روح پھونکی تھی " کیسے پھونکی تھی ؟ اصول موضوعہ نمبر اول کو دیکھو جس طرح اسباب پھونکی جاتی ہے - ہاں اس کے لئے جو سبب تھا - اس سے پھونکی تھی مگر علت العلل کی طرف نسبت کیا گیا - قرآن شریف کے محاورہ میں دنیا کی سب چیزیں خدا ہی کی ہیں سُنئے قرآن شریف کہتا ہے :-

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی

" یعنے جو کچھ آسمان اور زمینوں میں اور ان دونوں کے درمیان بلکہ زمین کے تمام طبقات سے نیچے ہے وہ سب خدا ہی کا ہے " - پس ان معنے سے جو روح صدیقہ مریم کے رحم میں بلکہ تمام عورتوں کے رحم میں گھستی ہیں وہ سب خدا ہی کی روحیں ہیں - مگر آپ کو تقلید پنڈت دیانندجی و اس بنا پر ہوا کہ خدا کی روح اُن معنے سے آپنے سمجھی - جن معنے سے اپنی روح کو سمجھتے ہیں - یعنے آپ کا مدارِ حیات مگر اس اصول پر دونوں گرو چیلے نے غور نہ کیا کہ کسی چیز کی دوسری کی طرف نسبت اور اضافت کئی وجہ سے ہوتی ہی کبھی تو جز و کی کل کی طرف ہوتی ہے جیسے میرا ہاتھ میرا منہ وغیرہ کبھی ملکیت کی مالک کیطرف جیسے میرا گھوڑا تیری گھڑی - کبھی مصنوع

کی طرف جیسے راجرس کا چاقو اور لازرس کی عینک وغیرہ وغیرہ سب بتلائیے دیانند جی نے ان نسبتوں میں سے کونسی نسبت مراد لی ہے - اور آپ نے اُن کی کورانہ تقلید میں کیا سمجھا؟ اُن سے تو تعجب نہیں وہ بیچارے ان نسبتوں کو کیا جانیں جنکی ساری عمر اڑنگ بڑنگ تو تی ترنا نگ پڑھنے میں گذری تعجب تو آپ سے ہے کہ بی اے کہلا کر بھی اتنی موٹی بات کو نہ سمجھے مگر آخر کیا کریں اگر کچھ نہ کہتے تو لوگ ترک اسلام کے وجوہ پوچھتے اس لئے بقول شخصے ؎

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار میکنیم

اور اگر آپ سوامی جی کے دلدادہ ہیں تو سنئے! یہ اضافت اُسی قسم کی ہے جس سے سوامی جی ستیارتھ صفحہ ۲۹۴ پر دُنیا کی پہلی پیدائش کو ایشوری سرشٹی (خدا کی پیدائش) کہتے ہیں مطلب آپ کا ہو لیا - اب سُنئے اس موقعہ پر ایک سوال کرا کو ہمارا جی بھی چاہتا ہے آپ کے گرو سوامی دیانند جی خدا تعالیٰ کے تولد نہ لینے کو دلیل سے ثابت کرنے لگے ہیں فرماتے ہیں :-

"ایشور کا جنم لینا دلیل سے بھی ثابت نہیں ہوتا - مثلاً اگر کوئی شخص اس لا انتہا آکاش کو کہے کہ رحم میں سما گیا یا مٹھی میں رکھ لیا گیا تو ایسا قول کبھی سچ نہیں ہو سکتا کیونکہ آکاش غیر متناہی اور محیط کل ہے - اسی واسطے نہ باہر آتا ہے نہ اندر جاتا ہے - اسی طرح پرمیشور کے غیر متناہی اور محیط کل ہونے کی وجہ سے اُس کا آنا جانا کبھی ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ جانا اور آنا اُس جگہ ہو سکتا ہے جہاں نہ ہو - کیا پرمیشور رحم میں نہیں تھا کہ کہیں سے آیا اور کیا باہر نہیں تھا - جو اندر سے نکلا؟ اس لئے پرمیشور کا آنا جانا جنم لینا اور مرنا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا" (ستیارتھ صفحہ ۴۴۲)

سوامی جی کی عبارت سے اتنا تو بدیہی ثابت ہے کہ پرمیشور ہر ایک عورت کے رحم میں ہے پس آگے آپ اپنی تُک بندی ملا کر جواب دیں کہ ایشور؟ ہاں جگدیشور؟ ہاں نراکار؟ ہاں سرب شکتیمان؟ حیض کا خون تو کھاتا ہو گا - البتہ خون سے نہلیں نہیں بھولا پاخانہ سے تو ضرور آلودہ ہوتا ہو گا؟ (چہ خوش گفتہ ہے)

مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (سورۂ زمر ع ۷)

نادان لوگ خدا کی شان کے مناسب اُسکی قدر نہیں کرتے

آریہ کمنٹ ۱۰

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا زمین اور آسمان پر کرسی نشین ہی گویا سب جگہ حاضر و ناظر ہے اور اُس کا کوئی خاص مقام نہیں ہی مگر آسمان کے اوپر عرش کا آٹھ فرشتوں کے سر پر اٹھائی کھڑی ہونا۔ جبرائیل کا خدا کی طرف سے نازل ہونا۔ حضرت عیسےٰ کا آسمانوں پر اُٹھ جانا۔ پیغمبر عربی کا براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی سیر اور خدا سے بات چیت کرنا۔ شیطانوں کا آسمانوں پر جا کر چھپ چھپا کر خدا اور فرشتوں کی بات چیت کا سُننا اور انپر ستاری توڑ کر ماری جانا وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ اس قسم کے ڈھکوسلے ہیں جن سے یہ ثابت ہو سکی کہ خدا زمین پر بھی ہے (بقرہ - ۲۵۵)

مسلمان کمنٹ ۱۰

اے کہ آگاہ نہ عالم درویشاں را
تو چہ دانی کہ چہ سودای سرست ایشاں را

قرآن شریف میں خدا کے احاطہ قدرت کے متعلق صاف لفظوں میں کئی ایک جگہ ارشاد ہی۔ غور سے سنو!

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا (سورہ مجادلہ)

یعنے جہاں کہیں تین آدمی ہوں تو چوتھا خدا ہوتا ہے۔ جہاں پانچ ہوں تو چھٹا خدا ہوتا ہے۔ اِس سے کم ہوں یا زیادہ وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہی جہاں کہیں بھی ہوں۔ ہاں کرسی کی بابت بابو صاحب نے جس آیت کا حوالہ اخیر کتاب میں دیا ہی وہ یہ ہے

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

اِس میں کرسی کا لفظ آیا ہے جسکی تحقیق کرتے ہی آیت کے معنے حل ہو جائینگے۔ کرسی کے معنے قاموس میں لکھے ہیں کہ ھو السریر والعلم یعنے تخت اور علم۔ علم کا مطلب تو صاف ہے البتہ تخت سے مراد حکومت ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے جو علماء دہلی میں بلکہ کل ہندوستان میں ایک بڑے پایہ کے مستند عالم گذرے ہیں آیت موصوفہ کا یوں ترجمہ کیا ہے:-

فرا گرفتہ است پادشاہی او آسمانہا و زمین را

یعنے خدا کی حکومت دنیا کی ہر ذرہ ذرہ پر گھیر ڈالے ہوئی ہے"۔ شاہ صاحب کا ترجمہ کوئی نایاب یا کمیاب نہیں ہر ایک جگہ ملسکتا ہو ملاحظہ کریں اور اگر کرسی کے معنی علم کے لیں۔ تو بھی مطلب صاف ہے کہ خدا کا علم تمام ذرہ ذرے کو شامل ہے۔ کہئے کیا اعتراض ہے؟

ہاں ہم مانتے ہیں کہ خدا عرش پر ہے ہم مانتے ہیں کہ خدا کی طرف سے جبرائیل آتا تھا ہم مانتے ہیں کہ حضرت عیسی آسمان پر چلے گئے وغیرہ۔ پس پہلے عرش پر ہونے کے معنے سنئے مگر پہلے بھجوسکا صفحہ ۵۲ کو یاد کر لیجئے کہ کلام کو آگے پیچھے ملا کر جو معنے نکلیں گو وہی صحیح ہونگے اور صفحہ ۱ بھجوسکا بھی دیکھ لیجئے گا۔ کہ جہاں حقیقی معنے نہو سکیں گو وہاں مجازی معنی مراد ہونگے۔ پس پہلے آیت کے اصلی الفاظ سنئے!

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ اعراف ع)

اس ساری آیت میں تحقیق طلب ایک ہی لفظ ہے یعنی استوی علی العرش پس استواء کی بابت عرب کا محاورہ سنئے! ایک شاعر کہتا ہے ؎

قد استوی بشر علی العراق
من غیر سیف ودم مہراق

---

[1] علمائے محدثین تو ایسے الفاظ کی کوئی تفسیر نہیں کرتے بلکہ وہ اتنا ہی کہتے ہیں کہ هو سبحانه اعلم بذاته وصفاته (وہی اللہ اپنی ذات اور صفات کو بخوبی جانتا ہے) مگر متکلمین یعنی وہ گروہ علماء کا جنکو مخالفین اسلام سے پالا پڑتا ہے وہ ان آیات کے معنے کرتے ہیں چنانچہ امام رازی امام غزالی قاضی بیضاوی شیخ زادہ وغیرہ علماء مفسرین نے یہی معنے کئے ہیں جو ہمنے نقل کئے ہیں لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو محدثین اور متکلمین میں اختلاف صرف لفظی نزاع ہے کچھ ایسا نہیں کہ ایک دوسرے سے کشیدگی پیدا کرے چنانچہ نواب صاحب بھوپال باوجودیکہ محدثین کی روش پر ہیں۔ تاہم اپنے رسالہ احتوا علی مسئلۃ الاستواء کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:۔

یہ سب اختلاف نزدیک محققین کے شبیہ باختلاف لفظی نزاع حرفی ہیں۔ لہٰذا ایک دوسرے

یعنی بشر نے ملک عراق پر قبضہ کر لیا اور حکومت کا سکہ جمایا۔ ایک اور شاعر کہتا ہے۔

فلما علونا واستوینا علیہم

جعلناہم مرعی النسر وطائر

یعنی جب ہم انپر غالب ہوئے اور آنپر قبضہ تام کیا۔ تو ان کو ایسا مارا کہ جانوروں کیلئے غذا بنایا۔ خود صحاح جوہری میں (جو لغت عرب میں بے نظیر اور معتبر کتاب ہے) موجود ہے استوی بستوی وظہر یعنے استوی کے معنی قبضہ کرنے اور غالب آ جانے کے ہیں پھر ان پر وہی شعر نقل کیا ہے جو ہمنے پہلے لکھا ہے۔ ایسا ہی اور لغت عرب کی کتابوں مثل لسان العرب صراح۔ تاج العروس۔ جاسوس۔ قاموس وغیرہ میں لکھا ہے۔

پس اب سنئے! آیت کے معنے یہ ہیں کہ "تمہارا پروردگار اور قابل عبادت وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کے عرصہ میں مکمل کر دیا۔ پھر ان تمام موجودات پر قابض اور متصرف ہوا وہ تمہارا پروردگار رات دن کی تبدیلی کرتا ہے (رات دن) ایک دوسرے کے پیچھے گویا تلاش میں لگے ہوئے ہیں اسی نے سورج اور چاند کو پیدا کیا اور تمام تارے اسی کے حکم سے مسخر اور قابو میں ہیں۔ پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے بڑا ہی برکت والا ہے۔"

اب سنئے! اس آیت کی علماء مفسرین نے کیا تفسیر کی ہے تاکہ آپ یا آپکا کوئی بھائی یہ نہ سمجھے کہ ہمنے جو معنے آیت کے لکھے ہیں۔ آریہ سماج کے اعتراضوں سے دبکر لکھے ہیں:-

امام بیہقی جو چوتھی پانچویں صدی ہجری میں بڑے پایہ کے محدث گذرے ہیں

کی تکفیر و تذلیل نہیں کرتے۔

ہوا۔ حقیقت میں تو دونوں کا مطلب ایک ہی ہے خاکسار راقم چونکہ محدثین اور اہلحدیث کا خادم ہے ساتھ ہی اسکے متکلمین کے احسانات کا بھی معترف۔ لہٰذا چاہتا ہوں کہ ان دونوں گروہوں اور اسلام کے سچے فدائیوں میں ان بن نہ رہے اسلئے اس غلط فہمی کو رفع کرانے کو میں نے ایک مستقل رسالہ آیات متشابہات لکھا ہے جو چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

وفیما کتب الی الاستاذ ابو منصور بن ابی ایوب ان کثیراً من متاخری اصحابنا ذهبوا الی ان الاستواء هو القهر و الغلبة ومعناه ان الرحمٰن غلب العرش وقهره وفائدته الاخبار عن قهره مملوکاته وانها لم تقهره والاستواء بمعنی القهر والغلبة شائع فی اللغة کما یقال استوی فلان علی الناحیة اذا غلب اهلها وقال الشاعر

استوی بشر علی العراق
من غیر سیف ودم مهراق

(کتاب الاسماء والصفات صـ۲۹۳)

یعنی کتاب الاسماء والصفات۔ میں انہوں سابق استاد ابو منصور کا قول نقل کیا ہے کہ بہت سے متاخرین کہتے ہیں کہ استواء کے معنی حکومت اور غلبہ کے ہیں۔ آیت کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کا حاکم ہے۔ اس سے غرض یہ ہے۔ کہ اپنی مخلوقات اور مملوکات پر حکومت کی خبر دی اور استواء کے معنے حکومت اور غلبہ کے عام طور پر لغت میں آتے ہیں۔ جیسے کوئی زمین کے کسی حصہ پر قبضہ کر لے۔ تو کہتے ہیں کہ استوی فلان علی الناحیة یعنی فلاں شخص حصہ زمین پر قابض ہو گیا۔ پھر یہی شعر نقل کیا ہے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔

امام رازی نے کئی ایک ورقوں میں اسپر بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ اس آیت سے مراد انتظام حکومت و سلطنت ہی ہے قفال کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد نفاذ حکم ہے۔ پھر اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ قول بالکل ٹھیک اور بلا شبہ درست اور راست ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں یہی معنے کئے ہیں اور شعر اول کو سنداً نقل کیا ہے (دیکھو جلد اول قواعد العقائد) بیضاوی کے حاشیہ میں شیخ زادہ نے بڑی مفصل تقریر لکھی ہے جو کسیقدر یہاں بھی نقل کیجاتی ہے۔

" فی تاویل الایة قولان فلخصمان اشار المصنف الیہما بقوله استوی امره واستولی ای استقر وجری حیث شاء وکما یشاء وتوضیح الاول ما ذکره القفال وھو ان العرش فی کلامھم ھو السریر الذی یجلس علیه الملوک ثم جعل العرش کنایة عن نفس الملک یقال ثل عرشه ای انتقض ملکه وفسد واذا استقام له ملکه واطرد امره وحکمه قالوا استوی علی عرشه واستقر علی سریر ملکه وھذا

نظیر قولھم للرجل الطویل فلان طویل النجاد وللرجل الذی تکثر اضیافہ کثیر الرماد ولیس المراد بمثل ھذہ الالفاظ ظاھر معناھا وانما المراد تعریف المقصود علیٰ سبیل الکنایۃ فکذا فی الآیۃ المراد من الاستواء علی العرش نفاذ القدرۃ فی مصنوعاتہ علیٰ حسب ارادتہ ومشیتہ وجریان امرہ و تدبیرہ فیھا ثم لما تمثل عالم الملک عمد الیٰ تدبیرہ کالملک الجالس علیٰ عرشہ لتدبیر المملکۃ فدبر الامر من السماء الی الارض بتحریک الافلاک وتسییر الکواکب وتکویر اللیالی والایام فمحصول الآیۃ انہ تعالیٰ اخبر انہ خلق السمٰوٰت کما اراد وشاء من غیر منازع ومدافع ثم اخبر انہ بعد خلقھا استوی علی الملک والتصرف کیف شاء ویدل علیٰ صحۃ ھذا التاویل انہ تعالیٰ قال فی سورۃ یونس ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یدبر الامر فان قولہ یدبر الامر جری مجری التفسیر لقولہ استوی علی العرش یغشی اللیل النھار یطلبہ حثیثا الآیۃ وھذا یدل علیٰ ان قولہ ثم استوی علی العرش اشارۃ الی ما ذکرناہ فان قیل اذا حملتم قولہ تعالیٰ ثم استوی علیٰ ان المراد استوی علی الملک وجب ان یقال لم یکن اللہ تعالیٰ مستویا علی الملک قبل خلق السمٰوٰت والارض اجیب بانہ تعالیٰ کان قبل خلق العالم قادرا علیٰ تخلیقھا وتکوینھا الا انہ ما کان مکونا وموجدا لھا باعیانھا فضلا عن ان یکون مدبرا ومتصرفا فیھا لان التصرف فی الشیء انما یاتی بعد تکوینہ فاستواؤہ تعالیٰ علی العرش وظھور تصرفہ فی ھذہ الاشیاء انما یکون بعد خلقھا“

(شیخزادہ۔ جلد دوم ۔حاشیہ

بیضاوی

جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ یہ آیت ایک تمثیل ہے جیسے بادشاہ حکمران ہوتا ہے۔ تو یوں کہا کرتے ہیں کہ بادشاہ تخت نشین ہوا۔ اسی طرح ملک کے استویٰ علی العرش سے مراد

اُس کے احکام کی تنفیذ ہے مخلوقات میں۔ چنانچہ دوسری آیتوں سے اس امر کو ثابت کیا ہے۔ پھر اُس شبہ کا جواب دیا ہے۔ جو اِن معنے پر کیا جاتا ہے کہ اگر بعد پیدا کرنے کے خدا نے حکمرانی اور تنفیذ احکام کی تو کیا پہلے وہ حاکم نہ تھا۔ اُس کے احکام پہلے جاری نہ تھے اس کا جواب دیا ہے کہ تنفیذ احکام تو مخلوق کے پیدا کرنے کے بعد ہوتا ہے جب مخلوق ہی نہ تھی۔ تو حکم کس پر ہوتا۔ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے وہ پیدا کرنے پر قادر رہتا ہے کہ اُن پر حاکم اور منفذ احکام تھا کوئی شخص دنیا کی پیدائش اور ماہیت کو سمجھ کر یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ خدا دنیا پر ازل سے حاکم ہے کیونکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا بھی ازل سے ہے جو بجز دہریوں کے کوئی نہ کہیگا۔ اس بحث کے متعلق ہمارا رسالہ **حدوث دنیا** قابلِ ملاحظہ ہے۔

شیخ الاسلام عز الدین مصری نے (جو چھٹی صدی ہجری میں مشاہیر علماء مصر سے گذرے ہیں۔ جن کے اقوال امام سیوطی بھی تفسیر اتقان میں لاتے ہیں) اپنی کتاب الاشارة الی الایجاز میں لکھتے ہیں۔ کہ استواء علی العرش سے مراد تدبیر اور غلبہ ہے۔ پھر اُس شعر اول کو بطور سند نقل کیا ہے:

> استواءه وهو مجاز عن استيلاءه على ملكه وتدبيره اياه كما قال الشاعر قد استوى بشر على العراق من غير سيف ودم مهراق ✦ وهو مجاز التمثيل فان الملوك يدبرون ممالكهم اذا جلسوا على اسرتهم ۔

شرح مواقف میں ہے۔ کہ اکثر علماء نے استواء سے مراد غلبہ قدرت لیا ہے۔ پھر وہی شعر عربی کے سنداً نقل کئے ہیں جیسے ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔

> لما وصف تعالى بالاستواء في قوله الرحمن على العرش استوى اختلف الاصحاب فيه فقال الاكثرون هو الاستيلاء ويعود الاستواء حينئذ الى صفة القدرة قال الشاعر (جلد ثالث مصری)

پس آیت استوی علی العرش کی تحقیق یہ ہے۔ جو حسب ضرورت مفصل اور طویل ہو گئی ہے۔

قیامت کے روز آٹھ فرشتوں کا عرش کو اٹھانا بھی ایک عظمت اور جلالت ایزدی

کا بیان ہے (دیکھو تفسیر کبیر)

جبرائیل کا خدا کی طرف سے نازل ہونا بھی ان معنے سے ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کا خدا کی طرف سے آنا یا ویدوں کا پرمیشور کی طرف سے نازل ہونا (دیکھو ستیارتھ اردو طبع اوّل صفحہ ۲۷۷ سطر ۵)

حضرت عیسے علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ محفوظ جگہ جا پہنچے۔ اس سے بھی خدا کا محدود المکان ہونا کیونکر لازم آیا؟ ہاں یاد آیا شاید آپ عیسائیوں سے خطاب کر رہے ہیں۔ جن کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مسیح خدا کے دہنے ہاتھ جا بیٹھا۔ پس اگر یہ مراد ہے تو اس سوال کا جواب پوچھنے میں ہم بھی آپ کے ساتھ شریک ہیں عیسائیو! کہاں ہو؟

پیغمبر اسلام علیہ السلام کا آسمانوں کی سیر کرنا بھی اسی لئے تھا۔ جو خود قرآن شریف نے بتلایا ہے لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا یعنی تاکہ ہم (خدا) ان کو اپنی قدرت کے نشان دکھا دیں۔ جو زمین پر نہ دیکھ سکتے تھے۔ ہائے کیسا ظالم اور سرکش ہے۔ جو متکلم کے خلاف منشا تاویل کرتا ہے (دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷)

شیطانوں کا فرشتوں کی گفتگو اور کلام کو سننا بھی ان کے ایک روحانی تعلق پر مبنی ہے اس سے بھی خدا کو محدود المکان سمجھنا معدوم العقل کا کام ہے۔

ہاں یاد آیا۔ کہ ہم اور ہمارا قرآن خدا کو زمین پر ان معنے سے نہیں مانتے جن معنے سے آریہ سماج مانتا ہے۔ پس غور سے سنو! سوامی دیانند ایک بڑی مضبوط دلیل سے پرمیشور کا آنا نہ لینا ثابت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی شخص اس لانتہا آکاش (جو یا آسمان) کو کہے کہ حمل میں سما گیا یا مٹھی میں بند کیا گیا تو ایسا قول کبھی سچ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح پرمیشور غیر متناہی اور ہر جگہ کل ہونے کے سبب سے اس کا آنا جانا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جانا اور آنا اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں وہ نہ ہو کیا پرمیشور (عورت کے) رحم میں نہیں تھا۔ کہ کہیں سے آیا اور کیا باہر نہیں تھا جو اندر سے نکلا۔ اسلئے پرمیشور کا جانا آنا جنم لینا مرنا ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا (ستیارتھ سماجیو! سچ ہے کہ پرمیشور دنیا کے اجسام میں ایسا سرایت کئے ہوئے ہے جیسے

میں گھانڈ؟ اگر یہی ہے تو کس منہ سے ویدمنتروں (دیہہ دیوتاؤں) کا رد کیا کرتا ہے؟

آریہ نمبر ۱۸ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا مشرکوں سے بیزار ہے۔ شرک ناپاک ہیں۔ مگر خدا نے ہی سب سے پہلے شرک کی تعلیم فرشتوں کو دی کہ آدم کو سجدہ کرو اور جب ایک فرشتے نے شرک کرنے سے انکار کیا تو اسکو ملعون کر دیا اب بتلائیے کہ شیطان کو یا خدا کو۔ شرک کرن ہوا یا خدا یا شیطان؟ (بقرہ ۔ ۳۴)

مسلمان نمبر ۱ یہ پرانی شیطانی حماقت ہے۔ جو آریہ سماج نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے مگر صد آفریں کہ ہزار بار جواب پا کر بھی اپنی ڈیوٹی سے غافل نہیں۔ سینہ ٹھونک کر اس نالائق کی حماقت کئے ہی جائیں سنو! جس آیت پہ یہ سوال ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :-

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

یعنے خدا فرماتا ہے۔ کہ ہم نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ سب نے کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور کافر بنگیا"

اب اس آیت میں امر تنقیح طلب تین ہیں ایک یہ کہ سجدے کے یہاں کیا معنی ہیں؟ دوم سجدہ کیوں کرایا؟ سوئم ابلیس یعنے شیطان نے سجدے سے انکار کیوں کیا؟

امر اوّل یعنے سجدہ کی بابت تو تحقیق یہ ہے کہ یہ سجدہ عبادت کا سجدہ نہ تھا۔ بلکہ معمولی آداب و نیاز تھا۔ جیسا کہ عموماً ادنیٰ یا ماتحت اعلیٰ افسروں سے کیا کرتے ہیں۔ اسکا ثبوت کچھ مشکل نہیں بشرطیکہ اصول موضوعہ نمبر ۶۔ اور دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲ کو ملحوظ رکھ کر وہی معنی صحیح سمجھے جائیں جو متکلم کی مراد ہوں۔

پس سنئے! قرآن شریف صاف اور کھلے کھلے لفظوں میں فرماتا ہے کہ خدا کے سوا کسی ایسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ جو نہ تو کچھ پیدا کر سکے نہ تمہیں نفع یا نقصان دے سکے۔ سنو! قرآن شریف مشرکوں کی شکایت کن لفظوں میں کرتا ہے۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (سورۃ فرقان ع۱)

"یعنی مشرکوں کی غلطی دیکھئے کہ اللہ کے سوا ایسے لوگوں کی عبادت کرتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اُن کو تو اپنے نفس سے ضرر ہٹانے اور نفع حاصل کرنے کا بھی اختیار نہیں اور نہ کسی کی موت اور نہ حیات اور نہ موت سے بعد اٹھانا ان کے اختیار میں ہے" اور سنئے!

لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔

یعنے خدا کے سوا کسی ایسی چیز سے دعا مت مانگو یعنی اس کی عبادت مت کرو۔ جو نہ تمکو ضرر دے سکے نہ نفع۔ پس اگر تم نے ایسا کیا تو یاد رکھو پھر تم بھی ظالموں میں سے ہو جاؤ گے"

اور سنئے! قرآن شریف کے شروع ہی میں آپ کو ملیگا:۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

"یعنے اے ہمارے مولا! ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں"

ان آیات کو دیکھو قرآن شریف کیسے صاف اور صریح لفظوں میں غیر اللہ کی عبادت سے منع کرتا ہے پھر یہ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آدم کے لئے سجدۂ عبادت کا حکم دے؟ پس اصول موضوعہ نمبر ۲۔ اور دیباچہ ستیارتھ مت سامنے رکھو۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ سجدے کے معنی وہی ہیں جو یجروید میں نمسکار کے ہیں۔ پس سنو!

"جو محیط کل پرمیشور جو عالموں کے باطن میں جلوہ گر ہو اپنی محبت کل کرنیکا ہو۔ اور جو عالموں سے اس برہم کا علم حاصل کر کے براہم کا درجہ پاتا ہے۔ یعنے جس پر ایشور ایسا مہربان ہوتا ہے جیسے باپ کو بیٹے سے محبت ہوتی ہے۔ اس براہم یعنے برہم کی عبادت کرنے والے کو ہمیں نمسکار ہو" (یجروید۔ ادھیائے ۳۱ منتر ۲۰)

پس جسطرح سے اس منتر میں عالموں کی خدمت میں نمسکار یعنی تعظیم و تکریم یا سلام و نیاز کرنے کا حکم ہے۔ اسی طرح آیت مرقومہ میں آدم کو سجدہ کرنیکا حکم ہے بنا اور وجہ بھی وہی ہے جو اس منتر میں ہے یعنی علم۔ کیونکہ اس حکم سے پہلے صاف لفظوں میں اللہ کو یہی:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

یعنی آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کر کے ان کی

کہا کہ اگر تم سچے ہو۔ تو ان چیزوں کے نام بتلاؤ؟

اِس آیت میں جو صاف اور صریح لفظوں میں کہا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو۔ تو بتلاؤ" اِس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ ملائکہ نے علم کلی کا دعویٰ کیا تھا۔ اس لئے اُن کی تکذیب کرنے کو بدل لئے حضرت آدم کو تمام علوم سکھا کر فرشتوں سے بغرض اظہار اُن کی عاجزی کے استفسار فرمایا۔ تاکہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنی عاجزی کا اقرار کریں چنانچہ انہوں نے خود ہی اقرار کیا۔ کہ :-

لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔

یعنے اے خداوند ہمیں تو اُسی قدر علم ہے۔ جتنا حضور نے ہمیں سکھایا ہے اُس سے زیادہ نہیں سب چیزوں کو حضور کا علم ہی حاوی ہے بیشک ہم بے علم ہیں" اس اقرار عجز کے بعد حسب دستور چونکہ آدم علیہ السلام نے سب چیزوں کے نام اور ماہیت بتلادی تھی۔ اس لئے وہ اسبات کے مستحق ہوئے کہ فرشتے اُن کو سلام و نیاز یا حسب محاورہ دید نمسکار کریں چنانچہ کیا گیا

تیسرا امر کہ شیطان نے سجدہ دنے انکار کیوں کیا۔ اسکا بیان بھی خود قرآن شریف سے ملتا ہے۔ بفضلہ تعالےٰ قرآن شریف اپنا مضمون خود بتلاتا ہے اور "پیراں نمے پرند و مریداں ہے پرانند" کی طرح معتقدوں کا منہ نہیں تاکتا۔ کہ کب ہمارے ہوائی اڑاتے دیا کریں۔ تو اُنکی کے معنے آگ کے چھوڑ کر خدا کے بتلادیں بہرحال سنو! قرآن شریف خود اپنی تفسیر کرتا ہے۔ کہ شیطان نے کیوں سجدے سے انکار کیا اُس نے صاف لفظوں میں کہا تھا۔ کہ

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ (سورہ ص ع)

یعنے میں بھلا کیونکر اسے سجدہ یا نمسکار کروں حالانکہ میں اس سے عمدہ اور بہتر ہوں۔ میری پیدائش آگ سے ہے اور اس کی پیدائش مٹی سے ہے"

اِس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر آدم کو حکم ہوتا کہ تو شیطان کو سجدہ اور نمسکار کر تو شیطان بڑی خوشی سے اس سجدہ کو قبول کرتا۔ لبس یہی وجہ اُس کے انکار کی ہوئی کہ اُس نے اس سجدہ کا مستحق آدم کو نہ جانا۔ کیوں نہ جانا؟ اس لئے کہ اپنے آپ کو اُس سے اچھا جانتا تھا۔ نہ

کہ توحید کے اثر سے۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ یہ سلام و نیاز توحید کے خلاف نہیں بلکہ وید میں بھی اس نمسکار کا حکم ہے (جو اُس کا قدیمی مذہب تھا۔ کیونکہ وید تو قدیم ہی ہیں؟ چہ خوش!)
پس شیطان کے حامیوں کو اس بیان سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ کہ جب وہ رتہ میں انکا مؤکل ایک امر کی نسبت خود بیان دے چکا ہے۔ تو انکا اس کے خلاف زور دینا کیونکر صحیح ہوگا۔ پس اگر اصول موضوعہ منشیہ۔ اور دیباچہ ستیارتھ کا مضمون صحیح ہو (جو بیشک صحیح ہے) تو کچھ شک نہیں کہ آریوں کا تار و پود بالکل تارِ عنکبوت سی بھی ضعیف ہو۔
مختصر یہ کہ اُن میں نہ تو شرک کی تعلیم ہے نہ توحید کے خلاف ہے بلکہ صرف دیانند جی اور ان کے دام افتادوں کی سمجھ کا پھیر ہے[1]

کم من عائب قولا صحیحا

و آفته من الفهم السقیم

سُنیئے! شرک کی تعلیم ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ مگر تعلیم سے پہلے مشرکوں کے دیوتا اگنی (آگ) کی ماہیت اور پوری تعریف کا بتا دینا بھی ضروری ہے۔ تاکہ کسی کج فہم کو مجال انکار نہ رہے سُنیئے! اور ہوش سے سُنیئے!

"اگنی انسان کے ایندھن سے بیدار کیا گیا ہے تاکہ وہ صبح سے ملے۔ جو دودھ دینے والی گائے کی طرح چلی آ رہی ہے۔ جس طرح جوان درخت اپنی شاخوں کو بلندی کی طرف نکالتے ہیں اسی طرح اگنی کے شعلے آسمان کے گنبد کی طرف چڑھ رہے ہیں"

(سام وید فصل اوّل پرپاٹھک ۳ منتر ۱)

اور سُنیئے!

"روشن دیوتا۔ قلعہ کو تباہ کرنے والا۔ سنہری داڑھی والا۔ اپنی زرہ کیساتھ خوب عظیم الشان ہے" منتر ۲۔

اِن دونوں منتروں سے اگنی کی ماہیت تو معلوم ہو چکی۔ کہ وہ ایک ایسی چیز ہی جو ایندھن سے پیدا ہوتی ہے۔ نوکدار ہے۔ آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

---

[1] بہت سے آدمی صحیح مضمون پر اعتراض کرتے ہیں جسکی وجہ اُن کی سمجھ کی کمزوری ہے۔ منہ

آپ سنئے! اشترکانہ تعلیم اگنی کی بابت کیا ہے۔

"ہم اگنی کو بطور قاصد کے پسند کرتے ہیں۔ وہ اس مقدس رسم کا پیغمبر منتظم ہے۔ وہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کے پاس کل دولت جمع ہے" (سام وید۔ فصل ا۔ پر پہاٹک اول منتر ۳)

"اے اگنی دیوتا لوگ نہایت ادب سے طاقت کے واسطے تیری مدح سرائی کرتے ہیں۔ تو دشمن کو خطروں سے تکلیف دے" (پر پہاٹک ۲ منتر ۱)

"میں یہاں مضبوط اتحاد کے واسطے اگنی کو بلاتا ہوں۔ اُس کو جو کہ تمہیں خوش قسمتی دیتا ہے۔ اور ہماری مقدس رسموں میں آتا ہے"

(پر پہاٹک ۳ منتر ۳)

"اے اگنی تو اپنی نوکدار شمع سے ہر خونخوار اور بھاگ دشمن کو پامال کر۔ کاش ایسا ہو کہ اگنی لڑکر ہمارے لئے دولت جیتے" (یعنی جنگ میں اپنی تیزی اور حرارت سے دشمنوں کو قتل کرے) (منتر ۲)

"یہ اگنی مالک ہے خوش قسمتی۔ بہادری۔ دولت۔ شریف اولاد۔ اور گاؤں کا بیشمار تعداد کا وہ دیوتا ہے۔ دشمن سے لڑنے والا" (فصل دوم پر پہاٹک منتر ۲)

"اے اگنی میں تیرا سچا بندہ بہت سی نذروں کے ساتھ"

(باب دوم۔ فصل اوّل پر پہاٹک منتر ۱)

"اے اگنی تو ہَوَن کے کام میں بڑا ہنر رکھتا ہے۔ پس اے اگنی تو دیوتاؤں کو اس پرہیزگار مرد کے پاس لا۔ جو کہ خوشی خوشی تیری عبادت کرتا ہے۔ تیری شوکت ہمارے دشمنوں کو دور بھگاتی ہے" (منتر ۴)

"اے اگنی جس کسی کا راسبا صداقت تجھکو پسند ہوتا ہے۔ وہ تیری مدد سے اس چیز کو فتح کر لیتا ہے۔ جو اس کیلئے بہادر فرزند لاتی ہے اور بڑے بڑے کام کرتی ہے"

(پر پہاٹک ۲۔ منتر ۲)

"اے اگنی تو ہمارے پاس عمدہ شان و شوکت لا۔ جو ہمارے گھروں کے ہر لالچی دشمن اور لوگوں کے بغض آمیز غصے پر غالب ہو" (منتر)

* چونکہ انسان کا سرگرم الگ آئی سنت کے خاندان پر مہربان ہو۔ اس لئے وہ بھلا کس طرح کو ہم سے متفق کرتا ہے؟ (منتر ما (سطبوعہ وِدیا ساگر پریس بدوہا ضلع علیگڈھ) صا

آجتک گرو دیانندیوں کا عام دستور ہے کہ جو بات اُن کے مذہب کے خلاف ویدوں یا اُن کی کسی مسلمہ کتاب سے دکھائی گئی۔ انہوں نے جھٹ سے کہدیا کہ ترجمہ غلط ہے۔ دیکھو ان منتروں کے جواب میں وہی چال چلتے ہیں یا کوئی اور راہ نکالتے ہیں۔ بہرحال کچھ ہو۔ ذرہ متنا کر ترجمہ کر کے پہلے دیکھ لیں دیکھکر اقرار کریں کہ حوالہ صحیح ہے تاکہ ہم تو اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں۔

آریہ نمبر ۱۹

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا بھلا خدا نے چند آدمیوں کی خاطر جنہوں نے نوح کا کہنا نہ مانا۔ تمام دنیا کو کیوں ڈبو دیا؟ دیگر انسانوں نے کیا گناہ کیا تھا۔ حیوانوں نے کیا قصور کیا تھا کہ ان سب کو بھی غرق طوفان کیا اور پھر شیخی بگھارنے لگا۔ کہ ہم نے طوفان نوح نازل کر کے سب کو غرقاب کر دیا۔

(مومنون ۲۷)

مسلمان نمبر ۱۹

اس بیان میں تو آپ نے قرآن شریف سے کمال ناواقفی بتلائی ہے۔ پیارے رہبر صاحب! صریح ہے کہنا کہ قرآن کی کسی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ طوفان نوح تمام دنیا پر آیا تھا۔ جس میں بے گناہ لوگ بھی تھے۔ بابو صاحب! جھوٹ بولنا ہر مذہب میں برا ہے۔ خصوصاً قرآن شریف میں تو اس فعل بد پر لعنت آئی ہے۔ حق تو یہ تھا کہ جبتک آپ قرآن کی کسی آیت سے اپنا مدعا ثابت نہ کرتے۔ ہم جواب کے مکلف نہ تھے۔ مگر چونکہ ہمیں یقین ہے کہ آپ اس میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ چاہے سوامی دیانند کی روح بھی آپ میں آگھسے۔ اس لئے ہم ہی آپ کی غلط فہمی رفع کرنے کو بتلاتے ہیں۔ سنئے!

قرآن شریف آپ کے اس باطل دعوی کو دو طرح (عموم و خصوص) سے تردید کرتا ہے

---

* یہ لفظ جتلار ہے کہ یہ منتر سنوجی سے پہلے بنا ہے حالانکہ سنوجی شروع دنیا میں نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے پانچ ہزار برس کے اندر پہلے میں پیدائش عالم کی تفصیل لکھی ہے۔ ہماری غرض یہ ہے کہ یہ منتر معہ اپنی وید کے جس میں یہ منتر ہے شروع دنیا سے نہیں بلکہ بعد میں بنائی گئی ہیں مفصل کیفیت ہمارا رسالہ حدوث وید ملاحظہ ہو منہ

عمومی بیان قرآن شریف کا تو یہ ہے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا (سورۃ بنی اسرائیل ع ۲)

یعنی خدا فرماتا ہے کہ ہم کسی قوم یا ملک کو عذاب نہیں کیا کرتے۔ جب تک رسول نہ بھیجیں گے لیکن بھیجے رسول کسی یا اس کی تعلیم کے جب وہ مخالفت کرتے ہیں۔ تو عذاب نازل ہوتا ہے پس آپ کے وہ مصنوعی بیچارے اور بیگناہ آریہ جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ نہ پہنچی تھی کس طرح ہلاکت کے مستوجب نہیں۔

خصوص بیان قرآن شریف کا خاص حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کے متعلق ہے جس میں صاف ارشاد ہے کہ۔

وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً

یعنی نوح کی قوم نے جب نوح کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو غرق کیا اور ان کو اور لوگوں کیلئے عبرت کا نشانہ بنایا۔ کہ وہ بھی سنکر عبرت پکڑیں"

کہئیے! بابو صاحب! بیگناہوں کو غرق کیا یا انہی کو جو وید کی تعلیم کے مطابق بھی کتے بندر سؤر بننے کے قابل تھے۔ میں شکایت تو نہیں بلکہ اظہار حقیقت کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ نے قرآن شریف کے سمجھنے میں کوئی وقت نہیں لگایا۔ مسٹر سیل کا انگریزی یا معمولی استعداد ترجمہ دیکھکر اور غیر محققین واعظوں اور لیکچراروں کے لیکچر سنکر قرآن شریف کے سر تھوپ دی۔ جو ایک محقق کی شان سے بہت بعید ہے مگر آپ بھی کیا کریں آپ کے معنوی باپ دیانند جی کی بھی یہی عادت ہے پس صحیح آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگوئی

آریہ نمبر (۲۰) قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے اکثر لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دی اور کانوں میں پردے ڈالدئے۔ تاکہ وہ اس کی بات کو نہ سمجھ سکیں مگر پھر ان کو سمجھانے کے لئے نبی بھیجنا سراسر حماقت ہے اور جب اس نے خود ہی کانوں پر مہر لگادی تو ان بیچاروں کو کیوں؟ چاہئیے کہ خدا خود دوزخ میں پڑے۔ یا جو اس قسم کی ناانصافی بتاتا ہو وہ۔ افسوس صد افسوس یہ الوہیت کہاں؟

(بقیہ)

مسلمان نمبر ۲۰

بلا سے کوئی ادا اُن کی بدنما ہو جب
کسی طرح سے تو ٹوٹ جائے دل ولولہ دل کا

افسوس! بابو صاحب! مجھے آپ کے حال پر بڑا ہی ترس آتا ہے یہ تحقیق اور یہ جرأت! کہ ایک ایسی کتاب کا رد لکھنے بیٹھے کہ جس کے فدائی اس وقت کروڑہا دنیا میں آباد ہیں جن میں ہر قسم کے لوگ عالم، فاضل، منطقی، فلاسفر، حکیم، طبیب، ہیئت کے استاد ریاضی کے سوچار وغیرہ وغیرہ ہیں۔ مزید بر آں یہ افسوس کہ اپنے روحانی باپ سوامی دیانند جی کا قول بھی بھول گئے کہ:۔

"جو شخص دوسرے مذہبوں کو جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے اس سے بڑھکر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے؟" (ستیارتھ ۱۹۹)

اب میں آپ کو اصول موضوعہ نمبر اول کی طرف توجہ دلا کر سفارش کرتا ہوں کہ نمبر ۳۔ اور نمبر ۴۔ اور نمبر ۱۴ کو ملاحظہ کریں۔

نبیوں کا بھیجنا بھی انہی اسباب سے ایک سبب ہے۔ جو خدا نے دنیا میں سلسلہ اسباب بنا رکھا ہے چاہے کوئی اس پر کامیاب ہو یا اپنی نادانی سے نہ ہو

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست + در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

آریہ نمبر ۲۱

قرآن شریف کی یہ تعلیم ہے کہ خدا کے ہاں کسی کی سفارش منظور نہ ہوتی۔ مگر پھر فوراً کہدیا کہ ہاں بعضوں کی سفارش خدا منظور کریگا۔ بھلا سفارش اور گناہ کا کیا تعلق؟ قرآنی خدا ایک مطلق العنان بادشاہ ہے کہ جسکو سامنے قیدی لائے جاتے ہیں وزیر سفارش کر رہے۔ کارکن دیگر امورات سلطنت سرانجام دے رہے ہیں اور خاصہ اور رنگ برنگی دربار لگا ہوا ہے (بقرہ۔ ۲۵۵)

مسلمان نمبر ۲۱

اصول موضوعہ نمبر ۷۔ اور دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲ کو دیکھئے تو کبھی یہ سوال منہ پر نہ لاتے۔ قرآن شریف جب اپنا مطلب خود بتلاتا ہے۔ تو آپ کے حاشیہ چڑھانے کی حاجت ہی کیا ہے؟ سنئے!

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

لہ یہ سوامی جی کا قول ہے دیباچہ ستیارتھ! اسکا سچ لینا ۵۲ سورہ نبا

یعنی دربار رب العالمین میں کوئی چوں نہیں کر سکتا۔ لیکن جس کو عرض کرنے کی اجازت ملے اور وہ بات بھی درست کہے" یعنی کسی مشرک۔ اگنی پرست۔ مسیح پرست۔ صلیب پرست بت پرست۔ قبر پرست وغیرہ کی سفارش نہ کرے) سفارش بھی انہی گناہوں پر ہوگی۔ جو قابل معافی ہونگے۔ ہاں یاد آیا کہ پرمیشور کی سلطنت تو اتنی بڑی ہے کہ

"سنتیں دیوتا اس پرماتما کے تقسیم کئے ہوئے زائنس کو پورا کر رہے ہیں" (اتہرووید کانڈ ۱۰۱ پرپاٹک ۲۳۔ انوواک ۴ منتر ۴)

کسی بڑے صاحب یکر ماجیت کا سا دربار ہوگا! نہیں نہیں ہماری شاہ انگلستان کا سا: آہ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (کافر خدا کی شان کے مناسب قدر نہیں کرتے)

مہاشہ جی! ہر ایک جرم پر سفارش قبول نہ ہوگی اور نہ ہر ایک مجرم کے حق میں ہوگی بلکہ خاص ان لوگوں کے حق میں ہوگی۔ جن کا اخلاص اور دلی محبت خدا تعالیٰ کی جناب میں ثابت ہوگی مگر کسی نفسانی خواہش سے گناہ میں مبتلا ہو کر بلا توبہ مر گئے ہونگے چونکہ آپ نے بھی اس بیان میں کوئی دلیل عقلی ایسی نہیں لکھی۔ جس سے سفارش کا ہونا محال ثابت ہو۔ اس لئے ہم بھی سر دست اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

ہاں ہم یہ بھی آپ کو بتلا دیتے ہیں کہ مسلمانوں میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں۔ جو شفاعت سے بالکل منکر ہیں۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ اگر یہ شفاعت کا مسئلہ آپکو ترک اسلام کا سبب ہوا ہے۔ تو آپکو مسلمان رہکر بھی ان فرقوں میں جگہ ملجانے کی گنجائش ہو جائیگی اچھی نہیں؟

کون کہتا ہے؟ کہ ہم تم میں جدائی ہوگی یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی!

امر نمبر ۲۲

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اور اس میں روح پھونکی۔ یعنی پہلے ایک مٹی کا پتلا بنایا گیا اور پھر اس میں جان ڈالی گئی وہ روح کہاں سے آگئی۔ اگر ہم یہ کہیں کہ خدا نے اپنی روح اس میں ڈالی تو ماننا پڑیگا کہ خدا میں بھی (وہ) صفات نفسیہ موجود ہیں۔ جو اس کے ایک روح میں جو آدم میں موجود تھی ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ خدا نے نیستی سے روح پیدا کی۔ تو یہ بالکل لغو ہے کیونکہ

نیستی سے کوئی چیز پیدا نہیں ہوسکتی۔ نیستی نام ہی اُس چیز کا ہے۔ کہ جس کا کوئی وجود نہ ہو
نہیں ہوسکتا۔ بہر وجہ قرآن کا یہ مسئلہ میں تسلیم نہیں کرتا (حجر-۲۲-۲۹)

مسلمان نمبر ۲۲

اِس نمبر کا اصل جواب تو نمبر ۱۶ میں ادا ہوچکا ہے۔ اور ہم بتلا آئے ہیں۔ کہ اضافت کئی قسم پر ہوتی ہے۔ یہاں بھی اضافت مصنوع کی صانع کیطرف ہے۔ ذرہ ورق اُلٹ کر ملاحظہ کیجئیگا۔

رہی یہ بحث کہ روح کہاں سے پیدا ہوئی؟ سو یہ سوال قرآن شریف پر نہیں کیونکہ قرآن شریف نے روح کی پیدائش کا پتا نہیں ذکر نہیں کیا۔ البتہ ہم دلائل عقلیہ سے اتنا تو یقیناً جانتے ہیں۔ کہ اگر روح مخلوق نہ ہوتی۔ تو خداوند تعالیٰ جو بڑا ہی منصف نیاکار اور رحیم ہے ممکن نہ تھا۔ کہ ان پر حکومت کرتا۔ بھلا اگر ارواح اُسکی مخلوق نہیں۔ تو وہ ان پر حکومت کا کیا حق رکھتا ہے۔ کیوں اُن کو دبائے بیٹھا ہے۔ کیوں اُن کو نہیں چھوڑ دیتا۔ کیا رُوح بغیر اس کی مدد اور سہارے کے جی نہیں سکتی؟ کیا اگر وہ اس کو اپنی پناہ میں نہ لے تو یہ فنا ہوجائے گی؟ پھر بغیر پیدا کرنے کے اُس کو حکومت کا کیا حق ہے؟

بعض سادہ لوح آریوں سے سُنا کہ ہم جو اپنے گھوڑے۔ بیل گدھے وغیرہ پر حکومت کرتے ہیں۔ تو کیا یہ ہماری پیدائش ہیں؟

ہاں صاحب! حکومت کے کئی اسباب ہیں یا تو زر خرید ہوں۔ یا زر خرید کی اولاد یا کسی نے ہبہ کی ہو۔ یا خیرات میں دی ہو۔ یا کسی مورث اعلیٰ سے وراثت میں پائی ہو۔ اور اگر مختصر پوچھو۔ تو ان سب اقسام مالکیت کا مدار ایک ہی بات پر ہے کہ اُس چیز کے خالق نے ہمیں اُسکی حکومت کا اختیار دے رکھا ہے پس بتلائیے کہ خدا کو کس نے اختیار حکومت دیا ہے اسکے سوا کون روحوں کا خالق ہے جس نے اُسے کہہ رکھا ہے کہ تم انپر حکومت کرو۔

اور سنئیے! بھلا اگر ہم سب ملک نیشنل کانگرس ملکر ایک میموریل تیار کریں کہ آجتک تو جو ہوا سو ہوا۔ گذشتہ را صلوٰۃ آئندہ کو آپ ہم پر سے اپنی حکومت اُٹھا لیجئے یا کوئی معقول وجہ اس حکومت کی بتلائیے۔ تو غالباً کیا یقین ہے کہ ایشور فوراً اس میموریل کو جو نہایت ہی معقول وجوہات پر مبنی ہوگا۔ قبول کر لیگا مگر سوال یہ ہے کہ ہمکو چھوڑ کر وہ کیا کریگا۔ آگے

رعیت کون ہوگا اور وہ راجہ کس کا؟ بس پھر تو وہ ایک دیوالیہ بنیئے کی طرح جو دوکان برباد کر کے حیران سرگردان پھرتا ہو۔ آوارہ پھرتا رہیگا۔ ادہر ہم آپس میں ایسے مضبوط عہد و پیمان کر لیں گے اور ایکدوسرے کو خوب سمجھا دیں گے کہ ؎

حسینوں سے نہ مل اے دل ہماری دیکھو بہالی ہیں
نہیں ڈسنے سے رکتی گے سنگ ناگ کالی ہیں

اصل پوچھو تو خدا نے اگر رحمیں پیدا نہیں تو کچھ شک نہیں کہ وہ ہماری سادگی اور غفلت سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ مگر جب سے ہم نے نیشنل کانگرس کی ممبری اختیار کی ہے۔ اپنے حقوق سے آگاہ ہو چکے ہیں مقابلہ میں معقول وجوہات پوچھینگے ورنہ عام ایجیٹیشن جوش پھیلا دیں گے غرض جہانتک ہو سکیگا۔ کرینگے۔ مگر آزادی لئے بغیر نہیں ہٹینگے ؎

دست از طلب ندارم تا کامِ من بر آید ✣ یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن بر آید

باقی مادہ کا ابطال مفصل دیکھنا ہو۔ تو ہمارا رسالہ حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش نمبر ۲۷ ملاحظہ کریں۔

آریہ نمبر ۲۳

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ آدم سے اسکی بیوی کو پیدا کیا۔ مگر یہ صاف معلوم نہیں ہوتا۔ کہ آدم کی بیوی اس سے کیونکر پیدا کی گئی۔ آیا آدم میں عورتوں کی طرح بچہ دان یا رحم تھا؟ اور اگر رحم سے پیدا ہوئی۔ تو نطفہ کہاں سے گیا۔ خدا کے ہاں سے نازل ہوا یا کسی فرشتے آدم کو حمل ٹھیرایا؟

دوسری خدا کی کند ذہنی کی دلیل دیکھو کہ جب خدا نے بائیبل نازل کی تھی تو آدم کی بیوی کا نام بتا دیا۔ مگر قرآن میں نام بتانا بھی بھول گیا شاید اسلئے کہ جہاں بائیبل سے اور بہت سی باتوں کا حل اہل قرآن کو مل جائیگا وہاں آدم کی بیوی کا نام بھی مل جائیگا کاش میرے بھائیوں کو سچی روشنی ملے (زمر۔ ۶)

مسلمان نمبر ۲۳

کیا اچھا ہوتا۔ کہ آپ ایکسال تک کسی محقق عالم سے قرآن شریف پڑھ لیتے۔ سنئے! قرآن شریف نے خود اس سوال کا جواب دیا ہے۔ ایک مقام پر تو ارشاد فرمایا کہ :۔

جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا

جس کے معنے ہیں۔ آدم کی جنس سے اسکی بیوی کو پیدا کیا۔ اسی کی جنس سے کیوں پیدا کیا؟ تاکہ اُس سے مانوس ہو۔ غیر جنس سے اُنس اور محبت نہیں ہوتی ۔"

رہی یہ بحث کہ آدم کی بیوی کی پیدائش کیونکر ہوئی؟ سچ پوچھیئے تو جسطرح آپکی دائی وغیرہ اور ماں کی جورؤں کی ہوئی تھی۔ پس اب تو آپ کا سارا غصہ پانی کی طرح بہ گیا ہوگا بیشک جو صحیح اور سچی بات ہو۔ وہ بائیبل سے ہو۔ خواہ ویدسے ہم بتعلیم قرآن لینے کو تیار ہیں۔ مگر اس خوشی میں کہیں نیوگ نہ پیش کر دیجئےگا (چیز)

آریہ نمبر ٢٤

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ خدا نے آدم کو معہ اُسکی بیوی کہ بہشت میں رکھدیا کہ خوب کھاؤ پیؤ۔ مگر اُس درخت کے پاس مت جانا گنہگار ہو جاؤگے۔ ہمیں قرآن سے انار۔ انگور۔ زیتون۔ کیلے وغیرہ درختوں کے نام تو ملتے ہیں۔ مگر اُس ممنوع درخت کا نام کہیں نہیں ملتا۔ اس کیلئے پھر ہمیں بائیبل تلاش کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ قرآن کی نسبت زیادہ مستند اور زیادہ پہلی ہے (بقرہ۔ ٤٥)

مسلمان نمبر ٢٤

بائیبل کی تلاش تو آپ بہت کرتے ہیں۔ مگر افسوس کا مبالی کیفیت کوئی نہیں۔ بائیبل میں بھی اس سے زیادہ آپکو کیا ملیگا۔ کہ نیک وبد کی پہچان کا درخت تھا (پیدائش ٢ باب آیت ١٧)

اصل یہ ہے۔ کہ ایسے مضامین سے غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ نافرمانی خدا کی اچھی نہیں۔ نتیجہ بد لاتی ہے۔ اس سے کیا مطلب کہ وہ درخت کیا تھا۔ چونکہ اُسوقت بوجہ محسوس ہونے درخت ممنوع کے یہ کہا گیا تھا کہ اُسوقت درخت کے نزدیک مت جانا۔ اُسی عبارت کو بعینہ بتلایا گیا۔ درخت کی تعیین پر کوئی امر موقوف نہ تھا۔ کہ اُس کی تعیین بھی کردی جاتی۔ صرف قلت تدبیر کیوجہ ہے اور کچھ نہیں۔

آریہ نمبر ٢٥

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ آدم معہ اپنی بیوی کے بہشت سے نکالا گیا اور زمین پر پھینکا گیا وغیرہ وغیرہ۔ جسکا سر ہے نہ پیر کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا جمع کر دیا گیا ہے۔ بائیبل کے پڑھنے سے بابا آدم کا قصہ کما نکہ ہیں

ایک مسلسل کہانی معلوم ہوتی ہو مگر قرآن میں سلسلہ ہی ندارد ہی۔ بیسیوں دفعہ آدم کا قصہ شروع کیا مگر دو یا تین باتوں کو دہرانے کے سوا اور کچھ دماغ کے اندر ہی نہیں نکلیگا آخر انسانی دماغ انسانی دماغ ہی ہے (بقرہ - ۳۵)

سلسلۂ قرآن اس سوال کا خلاصہ تو یہ ہی کہ قرآن شریف سے آدم کا قصہ مسلسل نہیں ملتا۔ اگر مسلسل ہوتا۔ تو کہتے کہ قرآن شریف محض ایک تاریخی کتاب ہے الہام سے اسے کیا نسبت؟ سچ ہے

نداند چو مردم بہشتت ندہ ✤ نہ شاہد ز نامردم زشت گو

بابو صاحب! ہر ایک مصنف اور کتاب کی خوبی یہی ہی کہ وہ اپنے موضوع کو عمدگی سے نباہے چاہے اس کا طرز دوسری سے الگ ہو مثلاً دیکھئے! آپ کے روحانی باپ سوامی دیانند آنجہانی نے قرآن شریف پر اعتراضات کئے۔ تو ان کی یہ صورت ہی کہ بسم اللہ سے بسم اللہ کے انتہا پر انہا کی مضامین کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ آپ باوجودیکہ آپ ہی کے لیں تو وہ خس ہیں مگر طرز نیا اور طریق جدید ہو کہ مضامین کو الگ الگ کر دیا کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ملاکر ایک رسالہ بنا دیا۔ تو کیا کوئی اعتراض ہی؟ کہ انہوں نے ایسا کیا تو آپ نے ایسا کیوں کیا؟ نہیں جس موضوع اور مطلب پر کوئی مصنف لکھنا چاہتا ہی وہ اسی کا پابند رہتا ہے۔ اور یہی اس کی خوبی ہے سلسلہ ٹوٹے بلا سے ٹوٹے۔ نہ ہی کہ اسیطرح قرآن شریف اور بائیبل کا موضوع الگ الگ ہی۔ بائیبل کی غرض واقعات کا علم کرانا ہے۔ قرآن کی غرض ان سے نتائج پیدا کر کے عبرت دلانا ہوتا ہی۔ اس لئے جتنے مضمون سے یہ غرض حاصل ہوسکتی ہو۔ قرآن شریف اسی قدر کو لیکر اپنے اصلی مدعا پر آگاہ کر کے آگے چلدیتا ہے ✤

آپ نے لیکچراروں کو سنا ہوگا۔ کہ ایک مجلس میں ایک قصہ نہایت ہی مختصر بیان کرتے ہیں بوجہ اسکے کہ اس مجلس کا اقتضا ہی یہی ہوتا ہے۔ دوسرے موقع میں اسی قصہ کو اتنا لمبا بیان کرتے ہیں کہ اس سے نامہ ہو نہ سکے۔ قرآن شریف بھی چونکہ قومی لیکچر یا انسانی مواعظ کی کتاب ہے اس لئے اسی اصل کا پابند ہی جسپر معاندوں نے آجتک غور نہیں کیا

اس سکے مکررسہ کرر نقصوں سے گھبرا کر یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ قرآن شریف میں تکلم ہے وہ یہ ہے ۔ مگر یہ سب اُن کی اپنی ہی سمجھ کا پھیر ہے

گلست سعدی و در چشم دشمناں خارست

آریہ نمبر ۲۶

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ ایکدن نرسنگا پھونکا جاویگا ۔ تمام جاندار مر جائیں گے ۔ نہ معلوم یہ نرسنگا کس جگہ پھونکا جاویگا اور اس کی آواز روئے زمین پر کس طرح یکلخت پہونچیگی ۔ اور تمام جاندار یکلخت کیونکر تباہ ہو جائیں گے اور یہ اتفاقات کب ہونگے ۔ اور آیا یہ خدا ساری دنیا کا خاتمہ کر کے بعض کو دائمی بہشت میں اور بعضوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کے عذاب میں گرفتار کر کے آپ ہمیشہ کے لئے بالکل بیکار ہو جائیگا اور دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر رہیگا ۔ یا کیا کریگا ؟ افسوس ہم قیامت کے نرسنگے وغیرہ کو قبول نہیں کر سکتا (ہ ۸۸)

مسلمان نمبر ۲۶

بابو صاحب ! معاف رکھئے ! بچوں کی سی باتیں ہیں آپ کنوئیں کے مینڈک کی طرح دریا کو کوئیں سے بڑا تسلیم نہ کرینگے ۔ تو کیا دریا کی بڑائی میں فرق آجائیگا ؟ اصول موضوعہ نمبر ۲ ہی کو دیکھئے ! کہ ہر ایک چیز کے لئے سبب ہے ۔ اسی طرح دنیا کے فنا ہونے کیلئے بھی کوئی سبب ہے ۔ سنئے ! قرآن شریف تو بتلاتا ہے ۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًا

یعنی خدا فرماتا ہے اے رسول ! تجھ سے پہاڑوں کی بابت سوال کرتے ہیں کہ قیامت کے روز انکا کیا حال ہوگا ؟ پس تو کہہ کہ میرا پروردگار انکو ایکدم میں اڑا دیگا ۔ ایسا کہ زمین کو تم چٹیل میدان دیکھو گے ۔ (سورہ طہٰ ع ۶)

سنئے ! ممکن ہے یہی حرکت زمین کی ۔ جسکو لوگوں نے اب بتقلید اہل یورپ مان لیا ہے اپنے وقت پر کسقدر بہت تیز ہو کر تمام چیزوں کو برباد کر دیگی ۔ وہی نرسنگے یا صور کا وقت ہے ۔ نرسنگے کا مقام بتلانا کیا ضرور ہے جہاں حکم ہوگا پھونکا جاویگا ۔ تمام جاندار اسی طرح مریں گے جس طرح

آریوں کے پرلے[1] کیوقت سب کچھ برباد ہو جائیگا۔ کیا اس کے بعد پرمیشور بیکار رہیگا اور دنیا کے جھگڑوں سے چھوٹ جائیگا؟ کیونکہ سارا دھندا تو جیوآتما کا ہی ہے۔ جو اُسوقت نکمی اور بالکل بیکار گہری نیند سو رہی ہونگی (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۸۲ ضرور دیکھو!) کیا نادانوں کی سی باتیں ہیں لالہ صاحب! آپنے خدا کو کسی ریاست کا راجہ سمجھا ہے؟ کہ سلطنت کے کاموں سے فرصت ہوئی۔ تو تاش اور شطرنج میں دل بہلانے لگ گیا۔

یہ معلوم نہیں۔ کہ خداوند تعالیٰ جیسا علت موجدہ ہے۔ علت مثبتہ بھی وہی ہے دیکھو فصل موضوع نمبر ۔ قرآن مجید تو اس سوال کا جواب دے سکتا ہے۔ کہ بعد فنا ہونے اس موجودہ دنیا کے جنت دوزخ والوں کی پرورش کریگا۔ اور اگر چاہیگا تو اور دنیا بھی بنا دیگا مگر وید پر افسوس کہ وہ بالکل خاموش ہے بتلا نہیں سکتا۔ کہ پرلے کے وقت خدا کو کیا شغل ہوگا؟ اتنے دنوں تک اُس نے روح پر (جو بقول وید اسکی مخلوق نہیں ملک نہیں) ناجائز حکومت کرلی۔ اس سے بعد کیا کریگا؟

آخر بشر کے واسطے کچھ شغل چاہیئے ✣ کیا کیجیئے گا اس ستم ناروا کے بعد

آریہ نمبر ۲۷ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا فرشتوں کی قطار کیساتھ میدان حشر میں آئیگا۔ اور اس کے تخت کو آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے

بھلا اگر خدا مجسم اور عرش مجسم اور محدود چیزیں نہیں تو پھر اس کو اٹھانے کے لئے مجسم فرشتوں کا ہونا چہ معنی دارد؟ اور اگر کوئی کہے۔ کہ فرشتے بھی مجسم نہیں ہیں تو جبرائیل میکائیل کے قد و قامت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ مریم کے پاس انسان کی شکل میں فرشتہ بھیجنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ قرآن کی تعلیم سے فرشتے مجسم ثابت ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس خدا بھی جو عرش پر بیٹھا ہوا حکم احکام جاری کرتا ہے اور کبھی کبھی آگ کی شکل میں پہاڑوں اور میدانوں میں بھی اترتا ہے (انبیاء ۲۴)

مسلمان نمبر ۲۷ اِس جگہ نمبر ۲۷ لگانا غلط ہے اصل میں ۲۸ ہی نمبر ۲۸ لکھنا ہی نہیں کیونکہ نمبر ۲۷ کا حوالہ آپ نے سورہ انبیاء کی ۲۴ آیت کا دیا ہے

[1] آریوں کی مذہب کے مطابق چار ارب سال بعد موجودہ دنیا فنا ہو جاتی ہے اسکا نام پرلے ہے۔

حالانکہ وہاں اس قسم کا کوئی ذکر ہی نہیں البتہ نمبر۲۸ والا حوالہ اس مضمون کا ہے - بہرحال ایک نمبر آپ بھول گئے - کیونکہ نمبر ۲۷ سے آگے نمبر ۲۹ ہے - پس فہرست اور حوالہ کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ نمبر ۲۷ بھولے ہیں اور یہاں ۲۷ کا ہندسہ غلط لگا یا ہے ۲۸ چاہئے تھا مگر چونکہ ہماری غرض دہوکہ بازی اور میدان جیتنے کی نہیں - اس لئے ہم اس مضمون کو خواہ نمبر کچھ ہی ہو - جواب دیتے ہیں ؎

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی ✤ دل کو قاتل کے بڑہانا کوئی ہم سیکھ جائے

عرش پر بیٹھنے اور عرش کو اٹھانے کا ذکر تو نمبر ۱۸ میں ہو چکا ہے یہاں پر اللہ اور فرشتوں کی صفیں باندہکر آنیکا جواب دینا ہے - پس پہلے آیت کے اصل الفاظ سنو!

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (فجر - آیت ۲۱)

جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جسدن (یعنی قیامت کے روز) زمین کوٹ کر برابر کیجائیگی اور تمہارے پروردگار کا حکم اسیر ایسا کرنے کی بابت آپہونچیگا - اور تمام فرشتے عاجزانہ صفیں باندہ کر حاضر ہو جائیں گے ؟

اس ترجمہ میں ہمنے اور کچھ نہیں کیا صرف ایک مضاف مقدر مانا ہے یعنی جَاءَ رَبُّكَ کے معنے جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ کے کئے ہیں - پس اس مضاف یعنی اَمْر کے مقدر ہونیکا ثبوت دینا ہمارے ذمہ ہے اور بس - پس سنو!

قرآن شریف اپنی خود تفسیر کرتا ہے - دوسرے مقام پر فرمایا ہے أَتَىٰ أَمْرُ اللَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ (سورہ نحل آیت اول) کفار عرب قیامت کا نام سنکر جلدی چاہتے تھے - تو انکی فہمائش کو یہ کلام نازل ہوا تھا کہ " اللہ کا حکم آنے کو ہے - پس تم جلدی نہ کرو ؟

شائد آپ کو یا آپ کے کسی وپانندی مہاشہ کو شبہ ہو کہ ہم ان کے سوال سے دبکر یہ معنی کئے ہیں تو وہ سنیں کہ تفسیر معالم میں بھی تو سینکڑوں سال اور کئی صدیوں کی بنی ہوئی ہے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر تابعی کا قول جو پہلی صدی ہجری میں معتبر امام گذرے ہیں - یوں لکھا ہے :-

قال الحسن جاء امرہ وقضاءہ

پس کہئے؟ خدا کے امر اس وقت بھی دنیا پر آتے ہیں یا نہیں آتے؟ اور میری پیدائش بلکہ کلو ماتا کے جینے اور مرنے کے متعلق بھی اُس کے احکام آتے ہیں یا نہیں بس اسی طرح قیامت یا آپ کے لفظوں میں پرلے کے متعلق بھی اسکا حکم آجاویگا تو کیا اعتراض؟ کہئے! عقل بڑی یا بھینس؟

اصل فساد کی جڑ تو یہ ہے۔ کہ آپ قرآن شریف کو عربی زبان میں نہیں سمجھ سکتے اس لئے آپ دھکے کھاتے پھرتے ہیں۔ ورنہ اگر آپ عربی جانتے اور عربی میں قرآن شریف کو سمجھتے تو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ سنئے! ہم آپکو اِس آیت کی ترکیب بتلاتے ہیں:۔

صفا صفا کا لفظ الملک سے (جو اسم جنس ہونے سے جمع کے معنی میں ہے) حال ہے اور ذوالحال معطوف ہے۔ دیکھ یہ ہے۔ آپکو غلطی تو یہ لگی۔ کہ آپنے صفا صفا کو دونوں (معطوف اور معطوف علیہ) کا حال سمجھا۔ حالانکہ وہ صرف معطوف کا حال تھا۔ چنانچہ دوسری آیت میں صرف ملائکہ ہی کا حال بتایا ہے:۔

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا (سورۃ نبا۔ آیت ۳۸)

یعنی روح اور فرشتے صفیں باندھکر کھڑے ہونگے۔ بس آپ کا سارا تار و پود ٹوٹ گیا تو کپڑا کہاں؟ (حیرت)

آریہ نمبر (۲۹)

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ مردے جاگ اٹھینگے یہ عجیب بات ہے۔ کہ کتا اس بات کی طرح مردے سر نکالیں گے۔ بھلا جو جلا دئے گئے جنکی راکھ دریاؤں میں بہادی گئی جنکو شیر بھیڑئیے کھا گئے وہ قبروں سے کیونکر پیدا ہو جائینگے (مادیات [illegible])

مسلمان نمبر ۲۹

یہ سوال تو قرآن شریف میں اہالی عرب کیطرف سے پیش ہو کر جواب پا گیا ہے پس بہتر ہے کہ ہم اس سوال و جواب کو قرآن شریف ہی کے الفاظ میں نقل کردیں۔ پس سنو!

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ (یٰس ع ۵)

یہ ایک کافر منکر قیامت کا ذکر ہے جو خدا فرماتا ہے - کہ یہ نالائق انسان نہیں جانتا کہ ہم نے اسکو نطفہ سے پیدا کیا مگر اب تو صریح مقابل بن بیٹھا ہے ہمارے حق میں تمثیلیں دیتا ہے اور اپنی ہستی کو بھول گیا - کہتا ہے - کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کریگا۔

لیجئے آپ بھی اس کے ہمراہ ہو لیں - تاکہ دونوں کا ایک ہی حشر ہو - پس سنو!

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ

یعنی (اے رسول علیہ السلام) تو اس کو کہہ دے کہ ان ہڈیوں کو وہی زندہ کریگا - جس نے ان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا - اور وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔

یہ اخیر فقرہ (کہ وہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے) آپ کے سوال سے متعلق ہے - بابوجی! کہاں کسکے ریزے اور کہاں کسکے ذرے - هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ کہیں بھی ہوں سب کو اکٹھا کر لیگا - کس طرح کریگا؟ اس کے جواب کیلئے اصول موضوعہ نمبر ۱ ملاحظہ ہو - باقی یہ سوال کہ ایسا کبھی ہوا بھی تو اس کے لئے اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھو - اور اپنے پچھلے لیکھ اور پہلے کے بعد الشیوری سرشٹی کا مضمون یاد کرو - (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۴۹)

آریہ نمبر ۳۰

قرآن کی یہ تعلیم ہے - کہ خدا ترازو لگا کر بیٹھیگا - اور لوگوں کے اعمال نیک و بد تولیگا - اور بہشتیوں کو ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں اور دوزخیوں کو بائیں ہاتھ میں دیگا - معلوم نہیں ہوتا - کہ خدا کو دوکانداروں کی طرح تکڑی بٹہ کی کیا ضرورت پڑیگی - بھلا اعمال بھی کوئی مادی چیزیں ہیں - کہ جن کو وزن کر لیا جاویگا - اعمال کا وزن کرنا ایسا ہی ہے جیسا کوئی شخص تکڑی بٹہ کیساتھ اپنے وہمی خیالات کو تولنے لگ جائے - جو سراسر نادانی اور بیوقوفی کی حرکت ہے - خدا اگر علیم کل ہے - تو فوراً سب کو بتلا دیگا کہ تمہارے اعمال یہ ہیں - بیفائدہ رنج و تعب کی کیا ضرورت ہے؟ (انبیاء - ۴۷)

مسلمان نمبر ۳۰

جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے - اس کے الفاظ یہ ہیں:-

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ

میرے خیال میں اس آیت کا ترجمہ ہی آپ کے سوال کو اٹھا دینے کیلئے کافی ہوگا - پس سنو!

القسط کا لفظ الموازین سے بدل ہوا ہی لئے اُس پر نصب (زبر) ہے - پس
آیت کا ترجمہ یہ ہوا - کہ قیامت کے دن ہم انصاف سے ہر ایک کو اُس کے عملوں کا
بدلہ دینگے - اگر ایک ذرہ کے برابر بھی عمل ہوگا - تو وہ بھی لے آئینگے - اور ہم خود ہی
حساب کرنے کو کافی ہیں -

آج معلوم ہوا - کہ علام الغیوب نے اخیر فقرہ جس پر منوں خط دیا ہے - آپ ہی کا جواب دینے
کو لکھا دیا ہے - کیسا صاف اور صریح لفظوں میں خدا کا عالم الغیب ہونا بتلایا ہے - کہ
بائد و شاید - میرے خیال میں انصاف پسندوں کو تو اور کسی آیت کے حوالہ دینے کی ضرورت
نہیں - تاہم چونکہ آپ کو خدا کے سچ تعصب کا بہت ہی خیال ہے - اور آپ کو خدا پر
بہت ہی رحم آتا ہے - اس لئے آپ کو بتلاتا ہوں - کہ آپ کی اس تجویز سے آسان تر
تجویز پہلے قرآن شریف ہی بتلا چکا ہے - سنو!

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ (سورۃ الرحمٰن آیت ۴۱)

"یعنی مجرم اور بدکار اُس روز چہروں کے نشانوں ہی سے پہچانے جائینگے - پس ماتھے اور قدموں
سے پکڑے جائیں گے"

ہاں ہم آپ کو بتلاتے ہیں - کہ اعمال کا اندازہ بھی ہوگا مگر کیوں؛ اسکا جواب دینے
سے پہلے اصل موضوعہ نمبر ۲ - اور دیباچہ ستیارتھ صفحہ ۷ کا حوالہ دینا ضروری ہے
تاکہ آپ کو پھر کوئی شبہ نہ رہے - اس لئے ہوگا - کہ مجرموں کو کوئی عذر باقی نہ رہے - کیونکہ
خدا کی ذات کے متعلق تو قرآن شریف نے کھلے لفظوں میں عالم الغیب
والشہادۃ کا اطلاق کیا ہے - سنو!

عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ
جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ

یعنی خدا تعالیٰ حاضر و غائب سب کو جانتا ہے - بہت بڑا عالی اور بہت بلندی والا
ہے - اُس کے نزدیک برابر ہے کہ کوئی تم میں سے آہستہ بات کرے یا اونچی اور جو رات میں
چھپ کر رہیں اور جو دن دہاڑے چلتے پھرتے ہوں - سب کو جانتا ہے ۔

اب ذرہ ویدبانی بھی سُنئے! تاکہ آپ کو بھی قدر عافیت معلوم ہو۔ جیسے جہلمی کے نشان یہ ہملہ ہیں۔ پرمیشور پوچھتا ہے۔

"اے بیاہے ہوئے مرد و عورتو! تم دونوں رات کو کہاں ٹھیرے تھے اور کہاں بسر کیا تھا۔ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا۔ تمہارا وطن کہاں ہے؟"

(رگ وید اسٹک ۷۔ ادھیا ۸۔ ورگ ۱۸ منتر ۲)

آریہ سماج جو اس منتر کی تشریح کرتا ہو۔ ہم اس سے بیخبر نہیں مگر ہم چاہتے ہیں کہ آپ اسکی توجیہہ کرتے ہوئے ہماری طرح وید کے حوالہ سے اس کے معنے بتلاویں جیسے ہم قرآن شریف کی تفسیر پر قرآن ہی سے شہادت بتلاتے ہیں۔ تاکہ پیران اسمی اینڈ وسریداس ہی پانند کی سی مثال نہو جائے۔

آریہ نمبر ۱۳

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ قیامت کے دن پہاڑ روئی کی طرح اُڑتے پھرینگے کیا خوب! اگر آپ بھی مار ہی جاویں۔ تو ذرا اور نہ دار۔ بھلا ہمالیہ کا پہاڑ جو کئی سو میل لمبا اور کتنے ہی میل چوڑا ہے۔ اُڑ کر کہاں جائیگا؟ ادھر امریکہ اور یورپ کے پہاڑ روئی کیطرح اُڑ کر کس آسمان میں پہونچینگے؟ (قاعدہ ۵)

مسلمان نمبر ۱۳

آپ کے اس سوال کا جواب خود قرآن شریف میں موجود ہے۔ پس اس سے بہتر کون کہہ سکتا ہے۔ بہتر ہے کہ اوسی کو نقل کردیا جاوے۔ پس سُنو!

یسئلونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفا فیذرھا قاعا صفصفا لا تری فیھا عوجا ولا امتا

اس آیت میں آپ کے بھائیوں (مشرکین عرب) کا سوال اتل کرکے جواب دیا ہے پس غور سے سُنئے! خدا فرماتا ہے۔ کہ اے رسول (علیہ السلام) تجھے پہاڑوں کی بابت پوچھتے ہیں۔ تو کہہ کہ میرا پروردگار انکو ایکدم اُڑا دیگا۔ اور زمین کو چٹیل میدان کر چھوڑیگا ایسا کہ ذرہ بھر بھی اس میں اونچائی اور نیچائی نہ دیکھو گے۔

اگر اب بھی نہ سمجھے ہو۔ تو سنو! ممکن ہے۔ پہاڑوں کے پتھروں کو سمندر کی تہ

ڈالکر یکساں سمجھ لیجاوے اور یہ کب ہوگا؟ جب زمین اپنی الٹی حرکت کی وجہ سے الٹی چلیگی - کہ
ایک سے ایک چیز ٹکرا کر چور ہو جاویگی - اور اگر کچھ اسکا مطلب چاہو - تو یہ سمجھو کہ پرلے کے
قریب زمانہ میں یا آدمی زمانہ میں ایسا ہوگا -

ہاں یاد آیا - کہ پرلے کے وقت سب چیزیں فنا ہو جاوینگی - تو ہمالیہ و دیگر پہاڑ
کہاں جاوینگے؟ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۹۰ دیکھکر جواب دیجئیگا - ہاں میں بھولا - زمین میں
گھس جائیں گے (ایضاً صفحہ ۲۰) (چیلنج)

آریہ نمبر ۳۲

قرآن کی یہ تعلیم ہے - کہ قیامت کے دن چاند سورج کے ساتھ
جا ملیگا - مگر دیگر ستارے جو سورج اور چاند سے بھی بڑے ہیں
وہ کہاں جائیں گے؟ ان ستاروں کا کہیں خدا نے ذکر تک نہیں کیا - کیا اسلئے
کہ عرب کے لوگ اسوقت امّی تھے؟ (سورۃ قیامت ع۹)

مسلمان نمبر ۳۲

مہاشہ جی! آپ نے اور تو جو کچھ کیا سو کیا - مگر یہ کیا غضب کیا -
کہ اپنی باگ بالکل سوامی دیانند کے ہاتھ میں دے رکھی ہے؟

رشتہ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

ناظرین! خدارا ذرا سوچئے تو بابو صاحب کیا کہتے ہیں؟ اعتراض کیا کیا کونسا
علمی عقدہ حل کرانا چاہتے ہیں؟ پوچھتے ہیں - کہ ان ستاروں کا ذکر تک نہیں - اجی سنئے!

وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ

یعنی تمام ستارے خدا کے حکم کے تابع اور مسخر ہوئے ہیں - مگر چونکہ دنیا میں روشنی
انہیں دو نیّر اعظموں (سورج اور چاند) کے ذریعہ سے ہوتی ہے - جیسے کہ عوام
کی نظروں میں ان سے بڑا کوئی ستارہ نہیں - اس لئے ان دو کا ذکر کیا ہے مطلب
آیت کا بالکل صاف ہے - کہ پرلے (نفخ اولیٰ) کے وقت سب دنیا پر اندھیرا
ہو جائیگا - بس کہئے - عقل بڑی یا بھینس؟

آریہ نمبر ۳۳

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ ستارے گر پڑیں گے۔ بھلا وہ گر کر کہاں جائیں گے؟ کیا زمین پر آجائیں گے؟ اگر کہیں ہاں تو زمین پر اتنے ستاروں کے لئے جگہ کہاں ہوگی؟ اور پھر جب خدا زمین کو بھی لپیٹ لیگا۔ تو ستارے کدھر بہا کیں گے؟ میں اسبات کو تسلیم نہیں کرتا (انفطار-۲)

مسلمان نمبر ۳۳

جس آیت قرآنی پر آپکو اعتراض ہو وہ یہ ہے اذا الکواکب انتثرت یعنے ستاروں کا انتشار ہو جائیگا۔ انتشار کہتے ہیں موتیوں کی لڑی ٹوٹ جانے کو۔ پس معنے یہ ہوئے کہ ستاروں کا موجودہ انتظام نہ رہیگا۔ بلکہ بگڑ جائیگا جیسے تم پرلے کیونکہ مانتے ہو۔ زمین کے لپیٹنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ اسپر خدا کی حکومت ایسی ظاہر ہوگی۔ کہ کوئی فرد واحد دعویٰ حکومت نہ کرسکیگا۔ سنیئے! تمام زمین و آسمان انکے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ غور سے پڑھو:

مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

یعنے نالائقوں نے خدا کی شان کے مناسب قدر نہیں کی۔ قیامت کے روز تمام زمین اور تمام آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں لپٹی ہوئی ہیں۔ وہ پاک اور بلند ہے مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے۔ وید سے شہادت چاہو۔ تو سنو!

میں اُس محافظ کائنات صاحب جاہ و جلال۔ نہایت زور آور۔ فاتح کل۔ تمام کائنات کے مالک۔ قادر مطلق کی پناہ لیتا ہوں۔ (رگوید۔ ادھیائے ۲۰۔ منتر ۵)

یہی مضمون قرآن شریف کی آیت کا ہے۔ جسکو آپنے نہیں سمجھا۔ اور یہ وید دیکھنا نصیب ہوا۔

آریہ نمبر ۳۴

قرآن کی یہ تعلیم ہے۔ کہ قیامت کے دن زمین باتیں کریگی۔ اور خدا کو اپنا سارا قصہ سنائیگی۔ معلوم نہیں سورج اور چاند کیوں یہ کام نہیں کریں گے۔ ستارے کیوں خاموش رہیں گے؟ یہ سب نادانوں کی باتیں ہیں جنکو میں تسلیم نہیں کرسکتا (زلزال ۴-۵)

مسلمان نمبر ۳۴

ان بھولے پن پر قربان! کیا ہی بھولے پن کی باتیں ہیں۔ کاش یہی سوال کیا ہوتا۔ زمین کس طرح بولیگی؟ یہ تو خلاف نیچر ہے!!

تاکہ ہم بھی ایک اصول موضوعہ نمبر ۲ کی طرف توجہ دلاتے - مگر پوچھا کہ سورج چاند وغیرہ کیوں نہ بولیں گے ؟ ہم ناظرین کی طبیعت بہلانے کے لئے بابو صاحب کے روحانی باپ سوامی دیانند جی مہاراج کے ایک دو قول نقل کرتے ہیں:-

قرآن مجید کی آیت ہے:-

یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ

جسکا ترجمہ سوامی جی نے نقل کیا ہے "کہ جسکو چاہی بیٹیاں دیتا ہی جسکو چاہی بیٹے"

پھر اس پر یوں درافشانی کرتے ہیں:-

"بھلا آدمیوں کو تو جسکو چاہی خدا بیٹے بیٹیاں دیتا ہے - لیکن مرغ، مچھلی، سور وغیرہ جنس کے بہت بیٹی بیٹیاں ہوتی ہیں - ان کو کون دیتا ہے؟ (ستیارتھ ص ۷۸۸)"

ناظرین! انصاف سے بتلائیے! قرآن مجید کے منقولہ ترجمہ پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے؟ کیا قرآن کے ترجمہ میں آدمی کا لفظ ہے؟ پھر وجہ اس کے کیا سمجھا جائے کہ سوامی جی کا سور اور مچھلی کھلانے کو جی للچاتا ہوگا - اسی لئے تو ان کا ذکر نہیں کیا - افسوس! ایسی ذکی اور فہیم بھی کسی قوم کے لئے رہ سکتی ہیں؟ ؎

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

اب سنئے! زمین پر چونکہ بندوں کے نیک و بد اعمال کا ظہور ہوا ہوگا - اس لئے ان کی اظہار کرنے کو زمین تو بولیگی - مگر سورج اور چاند میں چونکہ مخلوق نہیں اور جو کہتی ہیں محض اٹکل پچو کہتی ہیں - اس لئے ان کی شہادت کی حاجت نہیں - اور اگر کسی دلیل سے مخلوق کا وجود ثابت ہو جاویگا - تو پھر ہم ہی ایک معقول جواب دینگے - اور اصول موضوعہ نمبر ۲ کی طرف توجہ دلائینگے۔

اعتراض نمبر ۳۴

قرآن کی یہ تعلیم ہے - کہ قیامت کے دن خدا لوگوں کے منہ پر تو مہر لگا دیگا - اور ان کے ہاتھ پاؤں کان اور چمڑا وغیرہ بولیں گے اور آدمی کے اعمال کو بتائیں گے - آدمی ان کی بیوفائی کو دیکھ کر کہیگا - کہ تم میرے برخلاف گواہی کیوں دیتی ہو - یہ بڑی عجیب بات ہے - کہ آدمی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ زبان کا کام دینگے - میں اس کو نہیں مان سکتا (حٰم سجدہ - ۲۰ - ۲۱)

مسلمان نمبر ۳۵

بابو صاحب: اس روشنی کے زمانے میں آپ اندھیر نگری میں بستے ہیں۔ لالہ صاحب! جس طرح فونوگراف سے آواز نکلتی ہو اسی طرح نکلیگی۔ اگر یہ شبہ ہو۔ کہ آجکل کیوں نہیں نکلتی! تو اصول موضوعہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔ ہر کام کے لئے ایک ایک وقت اور قانون ہے۔ جلدی کیلئے نہیں وہ کام اپنے ہی وقت پر ہوگا۔ اس سے پہلے اس کے ظہور کا تقاضا کرنا گویا آجکل پرکیسے رنگنا یا شملہ اور کشمیر میں افریقہ کی بارسوم کا طلب کرنا ہو۔ اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھئے

آریہ نمبر ۳۶

قرآن کی تعلیم ہے کہ نیک کام کرو۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں جاؤ۔ جہاں غم کا نشان نہیں ہے۔ اول تو یہی بات قابل اعتراض ہے۔ کہ انسان کبھی بھی ایک حالت پر رہنا پسند نہیں کر سکتا ہے۔ گر اسکو دائمی خوشی میں رکھدیا جاوے۔ تو وہ خوشی اس کے لئے اس طرح وبال جان ہوجائیگی۔ جس طرح کہ بنی اسرائیل کے لئے من وسلوٰی چیزیں ہوگئیں۔ جن کے بدلے انہوں نے خدا سے لسن۔ پیاز۔ مسور اور مونگ کی درخواست کی۔ بہشتی لوگ جب بہشت کی نعمتیں کھاتے کھاتے تھک جاوینگے۔ تو ان کو دوزخ کی تمنا کرنی پڑیگی (بقرہ۔ ۱۰)

مسلمان نمبر ۳۶

کیسں تیغ جفا کنے استاد ازل گفت ہماں میگوئیم

سوامی جی کی پکی تقلید تو یہی ہے۔ سنئے! سوامی جی نے اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے:

اگر میٹھا ہی سدا کھایا جاوے۔ تو تھوڑے ہی دن میں زہر کی مانند معلوم ہونے لگتا ہے جب وہ ہمیشہ سکھ بھوگینگے ان کے لئے سکھ ہی بکلی دکھ ہوجاویگا (ستیارتھ پرکاش)

بابو صاحب! ایک ہی حالت پر طبیعت اچاٹ ہوجاتی ہے بشرطیکہ کوئی شغل نہ ہو جہاں یہ حکم ہو۔ کہ

فِی شُغُلٍ فَاکِہُوْنَ

یعنی جنت کے لوگ بڑے شغلوں میں بہ آرام عیش وعشرت کرینگے۔ سوامی جی کی متعلق کا جواب حق پرکاش میں دیکھو۔ بنی اسرائیل کی طبیعت اس لئے اچاٹ ہوئی تھی

کہ انکو ایک ہی قسم کا کھانا ملتا تھا۔ عیش دائمی اور جنہیں ہو اور ایک ہی قسم کا کھانا اور جنہیں کے
دونوں میں فرق ہے۔ ہمارے ہاں کے راجگان اور نوابان اور امرا ہمیشہ عیش و عشرت
میں رہتے ہیں۔ مگر کبھی ان کی طبیعت اچاٹ نہیں ہوتی۔ نت نئے شغل ہیں لیکن اگر
ایک ہی قسم کا کھانا ان کو ملے۔ تو بیشک اچاٹ ہو جائیں۔ پس کھانے ایک قسم کے کھانے اور
دائمی عیش میں فرق نہ کرنے والے جان سکتے ہیں کہ عقل بڑی یا بھینس!

ریاندریا سماج کے اعلیٰ ممبرو اوکیلو باور مختارو ہمیشہ عیش و آرام میں گذارنے والو!
کبھی کبھی بڑے گھر میں بھی جایا کرتے ہو؟ وجہ دہر مثال سے پوچھو۔

آریہ نمبر ۳ قرآن کی تعلیم ہے کہ بہشتیوں کو پینے کیلئے شراب اور کھانے کے لئے جانوروں کے کباب ملیں گے واہ! شراب اور کباب کا کیا اچھا جوڑ کیا ہے۔ بھلا جانور جو ذبح کئے جائیں گے۔ ان کا خون کہاں گرے گا؟ اور اگر بغیر ذبح کئے کے ہی جانور بھون لئے جایا کریں گے۔ تو وہ حرام نہیں ہونگے (صفحہ ۱۴۱ - ۱۴۱)

مسلمان نمبر ۳ افسوس تو یہ ہے۔ کہ آپ نے کیا۔ آپ کے روحانی باپ نے جو تم لوگوں کو چاہِ ضلالت میں ڈالا آپ کسی جنت میں چلتے ہیں۔

بابو صاحب۔ شراب کے معنے بتلانے سے پہلے اصول موضوعہ نمبر ۶ کا ملاحظہ ضروری ہے۔ پس سنو! وہی معنی صحیح ہیں۔ جو متکلم خود بتلاوے۔ سنئے! قرآن شریف شراب کی بابت خود بتلاتا ہے:۔

لَا فِیْھَا غَوْلٌ وَّلَا ھُمْ عَنْھَا یُنْزَفُوْنَ

یعنی جنت کی شراب میں نہ تو نشہ ہوگا۔ اور نہ جنتی اس سے بدحواس ہونگے پھر کیا ہوگا؟ سنیے

بَیْضَآءَ لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ

یعنے محض ایک سفید میٹھا لذیذ پانی ہوگا۔ اصل یہ ہے کہ عربی میں شرب کا مادہ ہر ایک پینے کی قابل چیز کیلئے ہے۔ شراب۔ شربت بھی اسی مادہ سے ہے ان معنے سے دودھ اور پانی بھی شراب ہے۔ نشہ ہو یا نہ ہو۔ اس سے بحث نہیں مگر چونکہ دیانندی عربی سے

---

۵ شرب کے معنے کسی قانون دان آدمی سے پوچھو (مجیب) ۱۲

ناواقف محض اور خانہ خراب کے عادی ہیں۔ اسی لئے جب کبھی سنتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں شراب کا لفظ ہے۔ تو ان کے دلوں میں یہی آتا ہے۔ کہ یہی خانہ خراب ہوگی جیسے کوئی برانڈی (بقیہ ۶۷ برانڈی کا قصہ تعصب) گورکشنی سبھا کا نام سنکر یہ سمجھو کہ یہ سبھا انجمن۔ بڑی بڑی موٹی موٹی گائیں ذبح کراتی ہوگی۔ اور خوب کھاتی ہوگی۔

ہاں خوب کہی کہ جانوروں کا خون کہاں گر گیا؟ ماشاء اللہ جسم و روح کی یہی معقول سوال ہے سکیول نہ ہو۔ آخر سوامی جی کے سپوت ہیں۔ لالہ صاحب! وہیں گرے گا جہاں کانوں کے زخموں کی پیپ گریگی۔ اور اگر ہم یہ بھی مان لیں۔ کہ جنت میں کوئی چیز حرام ہی نہ ہوگی۔ تو کوئی خرابی نہیں۔ کیونکہ حلال حرام احکام شرعیہ ہیں۔ جو دنیا میں ہی منتہی ہو چکے ہیں۔

آریہ نمبر ۲۰

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بہشت میں ریشمی کپڑے پہننے کو ملیں گے حاضرین! ابریشم کے ساتھ آپ کے سامنے فوراً ریشم کے کیڑے، شہتوت کے درختوں، کپڑا بننے کی کلوں کا نقشہ آسکتا ہے۔ اتنا سامان بہشت میں کہاں سے آئیگا۔ اور اتنے ریشمی کپڑے کون بنیگا۔ کیا خدا بنے گا۔ اگر نہیں۔ تو پھر کیا بہشت میں بعضے آدمی بنیں گے؟ اگر ہاں۔ تو پھر وہاں بھی معمولی مزدوروں کی طرح مزدوری کرنی پڑے گی۔ خصوصیت کیا ہوئی؟ (دسمبر ۱۲-۱۳)

مسلمان نمبر ۲۹

ایک لفظ آپ بھول گئے۔ سوامی جی نے تو یہ بھی پوچھا تھا۔ کہ وہاں کپڑے کے تھان بھی ہونگے؟ مگر آپ نے شاید اس سوال کو غلط جانکر چھوڑ دیا۔ ہاں صاحب! سب کچھ ملیگا۔ خدا اپنی قدرت کاملہ سے سب کچھ مہیا کر دیگا۔ یاد رکھو اور ہوش سے سنو!

"پرمیشور کے ہاتھ نہیں لیکن اپنی طاقت کے ہاتھ سے سب کو بناتا ہے۔ اور قابو رکھتا ہے پاؤں نہیں۔ لیکن محیط کل ہونے کے باعث سب سے زیادہ صاحب سرعت ہے۔ آنکھ کا آلہ نہیں۔ لیکن سب کو ٹھیک ٹھیک دیکھتا ہے۔ کان نہیں۔ پر سب کی باتیں سنتا ہے۔ حواس نہیں۔ مگر تمام دنیا کو جانتا ہے۔" (ستیارتھ صفحہ ۲۲۵)

اور اگر یہ بھی مان لیں کہ خدا کافروں کو اس بہشت پر لگا دیگا تو کیا سوال :

ماشاء اللہ آپ اور آپ کے روحانی باپ کے علمی اور معقول سوال سنکر ایک حکایت یاد آتی ہے۔ جن دنوں پنجاب میں ریل جاری ہوئی۔ اور یہ مشہور ہوا۔ کہ ایک گاڑی میں دس آدمی بلا لحاظ قوم و ملت کے سوار ہوا کریں گے۔ تو ایک ہندو بھگت نے کہا۔ کہ یہ گاڑی کبھی نہ چلیگی۔ ہرگز ہرگز نہیں چلنے کی۔ کیا ممکن ہے۔ کہ ایک ہی گاڑی پر ہندو اور ڈشٹ مسلمان بلکہ چوہڑے چمار سوار ہوں اور وہ ریل سکے۔ ایسا ظلم پرماتما کو کبھی پسند ہوگا ؟ ہرگز نہیں۔ مگر آج بھگت جی ہوتے تو اپنی پیشگوئی کا خود ہی تماشہ کرتے۔ اسی طرح آپ کی گت ہوگی بابو صاحب ! بہشت کے لئے قانون ہی اور ہوگا۔ ذرہ اصل موضوع نمبر ۲ ملاحظہ فرماویں ÷

آریہ نمبر ۳۹ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بہشت میں نہریں ہونگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ دودھ اور شہد کی نہریں ہونگی۔ بھلا اگر دودھ اور شہد کی نہریں ہونگی۔ تو دودھ کے لئے بھینسوں اور شہد کیلئے مکھیوں کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ جو ایک معمولی بات ہے۔ مفسروں نے تو یہاں تک لکھ مارا ہے۔ کہ جو شخص ایکدفعہ کوثر اور تسنیم کی نہروں سے پانی پی لیگا۔ اُس کو پھر کبھی پیاس نہیں لگیگی۔ اگر پیاس نہیں لگیگی۔ تو پھر نہر وہاں کے رکھنے کا کیا فائدہ ؟ اگر یہ کہا جاوے۔ کہ نہلانے کے لئے۔ تو کونسا عقلمند ہے جو شربت اور شہد اور دودھ سے نہانا پسند کریگا ؟ افسوس کی بات ہے۔ کہ نہروں کا پانی پینے کیلئے نکمی ہوجاوے (سورۃ محمد ۱۴)

مسلمان نمبر ۳۹ ؎

بنے کیونکر کہ ہے سب کار اولٹا
ہم اُلٹے بات اُلٹی یار اولٹا

پانی کی نہریں بھی ہونگی۔ دودھ اور شہد بلکہ انگوروں کے نچوڑ کی بھی۔ آپ مفسرین کے اقوال کیوں لیتے ہیں۔ قرآن شریف خود بتلاتا ہے :-

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَّاَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ

مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ
وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ (سورۃ محمد)

پانی کی نہریں تو شالامار باغ لاہور کی طرح بہتی ہونگی۔ مگر یہ تمثیل صرف تمہارے سمجھانے کیلئے ہے دودھ دہی شہد وغیرہ پینے کو ہونگی۔ مفسرین کا مطلب آپ نہیں سمجھے۔ نہ ہمارا ذمہ ہے اس لئے کہ وہ پرشاد (حلوا مٹھائی) کھائے بغیر ہم بھی نہیں بتلائینگے۔

ہاں یہ سب کچھ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا۔ بیشک ضرور ہوگا۔ ولو کرہ الکافرون

بابو صاحب! آپ تو بڑے فلاسفر بنے تھے۔ مگر اتنا بھی تو نہیں سوچتے کہ جن چیزوں پر آپ سوال اور ہنسی کر رہے ہیں۔ کاش کسی دلیل سے اُن کا محال ہونا ثابت کیا ہوتا۔ پھر بھلا امر ممکن کی خبر ایک ایسا شخص بتلاوے۔ جس کے صدق میں کسی طرح سے کلام نہیں جسکی راست گوئی اور سچائی اور صفائی باطنی کا علم ہمکو یقینی دلائل سے ہو چکا ہو۔ تو ایسے امر پر ٹھٹھا اڑانا بھلا دانائی ہے؟ حالانکہ وہ امر بھی ممکن ہو۔

اگر ہم یہ بھی لکھدیں کہ گائے بھینسیں۔ بھیڑ۔ بکریاں سب کچھ ہونگی تو نہیں معلوم کیا خرابی ہے؟ نہ کسی قرآن کی آیت کے خلاف ہے نہ کسی عقلی دلیل کے مخالف!

آریہ نمبر ۴۰

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بہشتیوں کو سونے اور چاندی کے کنگن پہنائے جاوینگے۔ بھلا یہ کوئی شائستگی اور تہذیب کی بات ہے؟ کہ عورتوں کا گہنا آدمی پہننے لگ جائیں۔ ذرا غور تو کیجئے۔ اگر ایک پڑھا لکھا۔ بی اے ایم اے یا کوئی مولوی صاحب ہی کنگنوں کی جوڑی پہن کر بازار میں پھرے۔ تو اس کو کس قدر شرم آئے گی۔ اور لوگ اُسپر کتنا تمسخر کریں گے۔ کیا بہشت میں یہ شرم جاتی رہیگی؟ اور کیا ہماری موجودہ زمانہ کے بڑے بڑے ریفارمر اور ملہم شخص جو زیور پہننے سے کتراتے ہیں وہاں ہیجڑوں اور عورتوں کی طرح کنگن پہن کر پھرا کریں گے۔ کنگن بنانے کیلئے سونا اور چاندی۔ سنار۔ کوئلے بھٹی وغیرہ کی بھی ضرورت پڑیگی؟ یا خدا خود بنا کر دیدیا کریگا؟ (کہف۔ ۴۲)

مسلمان نمبر ۴۰

چشم بد دور۔ آجکل دنیا کے آپ وکیل بنگئے بابو صاحب! سونے کے کنگن تو اب بھی ہم بڑے بڑے رؤسا، راجوں اور نوابوں کو پہنے ہوئے دیکھتے

ہیں - آپ کو اتنی خبر نہیں یا انصاف نہیں کہ آپ قبیح لذاتہ اور قبیح لغیرہ میں فرق کریں
لارڈ صاحب! ایک امر ایسا ہوتا ہے - کہ اپنی ذات میں تو وہ جائز ہوتا ہے - مگر کسی رسم و رواج
یا مذہبی ہدایات سے لوگوں کی نظروں میں معیوب اور ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے - مثلاً ڈاڑھی
منڈانا ہندوؤں اور انگریزوں میں تو کوئی عیب نہیں - مگر سکھوں اور خصوصاً دیندار
مسلمانوں میں بہت ہی قبیح ہے - یا گائے کا گوشت عام طور پر بکنا ہندوستان اور انگلستان
میں قابل مزاحمت نہیں مگر پنجاب میں نمایاں طور پر بازاروں میں نہیں بکتا - اور لیجئے
الف ننگا (بالکل برہنہ تن) بازاروں میں پھرنا یا چند آدمیوں کا برہنہ تن ہو کر کسی تالاب میں
نہانا ہمارے ملک میں یکساں مذموم اور ناپسندیدہ ہے - لیکن جاپان کے متعلق نگاروں کے
دیکھنے والے ہی آپ سے ملکر وہاں کی کیفیت بتلا دیں گے - کہ کیسے ننگ مادر زاد مرد و عورتیں
پھرتے ہیں اور تمام کاروبار کرتے ہیں - اور نہیں تو یورپ ہی کو دیکھئے تالابوں
میں کیسے ننگے نہاتے ہیں - ایک رئیس نادر کا بیان ہے - کہ میں ولایت میں ایک
تالاب پر کپڑا باندھ کر نہایا - تو انگریزوں نے جو اس وقت نہا رہے تھے مجھ سے مخول کئے
میں نے اپنے دوستوں سے ذکر کیا - تو انہوں نے تجویز بتلائی - کہ تم نے بھی ننگے ہی کود پڑنا
چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا - پھر تو کسی نے کچھ نہ کہا - غرض اس قسم کی کئی ایک مثالیں ہیں
جو ایک ملک میں قابل شرم ہیں - تو دوسرے میں قابل عمل - ریشم سونا وغیرہ کے زیورات
ہندوؤں میں تو کسی طرح معیوب نہیں - البتہ مسلمانوں میں مردوں کیلئے اچھے نہیں سمجھے
جاتے کیوں؟ اس لئے کہ شریعت میں مردوں کیلئے سونا حرام ہے - کیوں حرام ہے؟ اسکی
مفصل بیان کا محل نہیں - مختصر یہ ہے - کہ عورتوں کو چونکہ پردہ میں بیٹھنے کا حکم اس
کے عوض میں ان کو ریشم اور سونا دیا گیا - پس آپ ہی بتلاویں - اگر جنت میں یہ
سب بندشیں اٹھ جائیں تو کیا خرابی؟ خوب یاد رہے کہ جنت دار الجزا ہے - دار العمل
نہیں - اپنے لفظوں میں سننا چاہو تو سنو!

بھوگ بھومی ہے - کرم بھومی نہیں - باقی نمبر ۴۳ میں ملاحظہ ہو -

نمبر ۴۴

قرآن کی تعلیم ہے - کہ بہشتیوں کو گوری - کنواری - ہم عمر نوجوان

سبز آنکھوں والی۔ روشنیدہ عورتیں ملینگی

حاضرین! جس مطلب کے واسطے یہ ہونگی۔ وہ آپ خود ہی دیکھ سکتے ہیں۔ برہم چاری اس قسم کی اشلیل باتوں کو منہ سے لانا بھی مہاں پاپ سمجھتا ہے (الرحمن۔ ۵۶۔ ۷۲)

مسلمان بیشک ملینگی۔ برہمچاری نہیں۔ برہمچاری کا روحانی باپ بھی برا جانے۔ آپ بات کیوں چھپاتے ہیں۔ وہ اُسی کام کو ہونگی جس کام کو برہمچاری کی ماں اوسکے باپ کے پاس تھی تعجب ہو کہ برہمچاری کے روحانی باپ دیانندجی تو کس مزے اور زبانی ولطف سے اس کام کو کرنیکا طریق بتلاویں جس سے ایک سوگنا فرہ بڑھجائے اور برہمچاری اس کے ذکر کو گناہ کبیرہ گناہ جانے! بابو صاحب! سنیئے! سوامی جی اس بڑے کام کے کرنیکا طریق یوں بتلاتے ہیں:۔

> جب ویرج (منی) کے رحم میں گرنے کا وقت ہو۔ اُس وقت عورت مرد دونوں بیحرکت ناک کے سامنے ناک۔ آنکھ کے سامنے آنکھ یعنی سیدھا جسم اور نہایت خوش دل رہیں۔ ہلیں نہیں۔ مرد اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑے۔ عورت ویریہ (نطفہ) حاصل کرنے کے وقت اپان وایو (ہوا نفس) کو اوپر کھینچے فرج مخصوص (اندام نہانی) کو اوپر سکوڑ ویریہ (نطفہ) کو کشش کر کے رحم میں ٹھیرا دے۔ پھر دونوں صاف پانی سے غسل کریں (ستیارتھ صفحہ ۱۰۲)

واہ رے سوامی! تیرے کیا کہنے۔ کیا ہی اس گناہ کے کام کا قانون بتایا ہے مگر دیانندی دوست معاف رکھیں۔ سوامی جی چونکہ قانون فطرت کے خلاف ہمیشہ مجرد رہے ہیں اس لئے انہوں نے اس امر میں جو کچھ ہدایت دی ہے۔ بسبب ناتجربہ کاری کے بالکل غلط ہے۔ ہمارے حاجی دوست جنکو ایسے مہاں پاپ کام (جماع) کے کرنیکا اتفاق ہوا ہوگا۔ وہ جانتے ہونگے کہ جسوقت پر سوامی جی اپنی ناتجربہ کاری سے بالکل بے حرکت رہنیکا حکم دیتے ہیں۔ اُسی وقت تو حرکت میں سب کچھ ملتا ہے۔ تمام جان جو مقصود ہی حرکت تو ہے اور ہے ہی کیا؛

ناظرین! ہمیں ایسی گفتگو پر معاف رکھیں چونکہ سوامی جی نے اپنی ناتجربہ کاری کے

آریوں کو غلطی میں ڈالا ہے۔ اس لئے ان کی خیرخواہی کیلئے اصل راز ظاہر کرنا پڑا۔ امید ہے۔ ہمارے برہمچاری بابو صاحب بھی اصل حال سے آگاہ ہو گئے ہونگے۔ کیونکہ قانون فطرت خدا کا فعل ہے۔ تو الہامی کتاب کا اس سے مطابق ہونا بہت ضروری ہے۔ نہیں تو الہامی نہیں۔ ایسی ناک بھوں چڑھانے والے برہمچاری کو واجب ہے۔ کہ پہلے اصول موضوعہ نمبر ۷ کو ملاحظہ کریں۔ بھلا جو مذہب اور کتاب خلاف قانون فطرت خواہشات طبیعیہ کو ملیامیٹ کرنے کی ہدایت کرے۔ (وہ تو کیا ملیامیٹ ہونگی۔ بلکہ الٹا سر نکالیں گی) وہ مذہب بھی خدائی مذہب کہلانے کا حق رکھتا ہے؟

سنیئے! اسی بنا پر اسلام کے بانی۔ نہیں میں نے غلط کہا۔ خدا کے سچے رسول سید الانبیاء محمد مصطفیٰ فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند پکار دیا تھا۔

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْإِسْلَامِ

یعنی اسلام چونکہ بانی فطرت کا مذہب ہے۔ اس لئے اسکا کوئی حکم فطرت کے خلاف نہ ہوگا۔ پس سنو! اسلام میں صحرا نشینی (جس سے قطع نسل ہو) جائز نہیں۔ کیونکہ مرد کو عورت کی خواہش عورت کو مرد کی طلب ایک فطرتی تقاضا ہے۔ پس کتاب اللہ کے لئے ضروری ہے۔ کہ ان کو ضائع کرنے کی اجازت نہ دے؟

آریہ نمبر ۷۲ (قرآن کی) تعلیم ہے۔ کہ بہشت والوں کو لڑکے بھی ملیں گے۔ جو بغیر ڈاڑھی مونچھ کے نوجوان ہونگے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ لڑکوں کی وہاں کیا ضرورت؟ لڑکے کن کو ملیں گے آدمیوں کو یا عورتوں کو؟ انصاف تو یہی چاہتا ہے۔ کہ جب ایک ایک آدمی کو بہت سی حوریں ملگئیں۔ تو ایک ایک عورت کو بہت سے نوجوان لڑکے ملنے چاہئیں۔ مگر قرآن میں اسکا ٹھیک حل نہیں ملتا۔ عقلمند اور منصف مزاج خود اسکا حل کرسکتے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا سب کو مذکورہ بالا بہشت سے بچاوے (دہر)

ثنائی نمبر ۷۲ اگر آپ سوامی جی کے روحانی سپوت ہیں۔ تو سنو! کلام کا مطلب وہی صحیح ہوگا۔ جو متکلم خود بتلاوے۔ (دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۷) دیکھو

اصول سوشوعہ نمبر ۶ - پس اس نمبر کا جواب قرآن شریف خود دیتا ہے - کہ :-

یَطُوفُ عَلَیْہِمْ غِلْمَانٌ لَّہُمْ كَاَنَّہُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ (سورۃ طور ۲۴)

یعنے اہالی جنت کے ارد گرد خود ان کے بچے (جو نابالغی میں مری ہونگی - یا ان کی خواہش کر مطابق وہیں جنت ہی میں دل بہلانے کو پیدا ہونگے) گھومتے ہونگے - ایسے کہ گویا موتی ہیں - کیونکہ لہم میں لام اضافت کے لئے ہے جیسے المال لزید (مال زید کا ہے)

بابو صاحب اب کہئے تو اس کلام کے کیا معنے ہیں ؟

"بہت لوگ ایسے ضدی اور ستم ہوتے ہیں - کہ وہ متکلم کے خلاف منشا تاویل کیا کرتے ہیں - خصوصاً مذہب والے لوگ کیونکہ مذہب کی تاریکی کے پاس خاطر سے ان کی عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے" (دیباچہ ستیارتھ صفحہ مٹ)

ہاں یہ بھی خوب کہی - کہ عورت کو بہت سے نوجوان ملنے چاہئیں " آج معلوم ہوا - کہ ویدک مت نے پردہ کی رسم اسی لئے نہیں رکھی - چنانچہ اسکا نتیجہ سب ملک کو معلوم ہے - جسے معلوم نہ ہو - ہم دکھانے کو تیار ہیں - ایک جنتی کو متعدد حوریں ملنے کا ثبوت کسی آیت یا حدیث صحیح سے دیںگے - تو ہم بھی جواب کے ذمہ وار ہونگے - ہاں دنیا میں متعدد عورتوں کا کرنا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے - سو اسکی وجہ نمبر ۱۱ میں آتی ہے - مختصر یہ ہے - کہ عورت مرد کی کھیتی ہے - سنو ! قرآن شریف بتلاتا ہے :-

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ

جسکا ترجمہ مع شرح دیانندجی کے الفاظ میں یہ ہے :-

"عورت اور مرد کو دھیان رکھنا چاہئے - کہ بیج (نطفہ) اور بیج کو بے بہا سمجھیں جو کوئی اس بے بہا چیز کو بیگانی عورت - رنڈی یا بری مردوں کی صحبت میں کھوتے ہیں - وہ بڑے بے عقل ہوتے ہیں - کیونکہ کسان یا مالی جاہل ہو کر بھی اپنی کھیت یا باغیچہ کے سوا اور کہیں بیج نہیں بوتے - جبکہ معمولی بیج اور جاہل کا ایسا دستور ہے - تو جو شخص سب سے اعلیٰ انسانی جسم کے درخت کے بیج کو برے کھیت میں کھوتا ہے - وہ بیوقوف کہلاتا ہے - کیونکہ اس کا پھل اسکو نہیں ملتا" (ستیارتھ صفحہ ...)

ہاں ایسی کھیتی بھی نہیں کہ اگر مرد بانجھ ہو۔ یا اُس کے نطفے میں خلل ہو۔ تو عورت کو اجازت دیجائے کسی دوسرے مرد سے بیج ڈلوا لے جیسا کہ بقول دیانند جی وید کی تعلیم ہے۔

سنو! سوامی جی آگیا (فرمان) دیتے ہیں :۔

"جب خاوند اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو۔ تب اپنی عورت کو اجازت دے کہ اے نیک بخت اولاد کی خواہش کرنیوالی عورت! تو مجھ سے علاوہ دوسرے خاوند کی خواہش کر کیونکہ اب مجھ سے اولاد نہیں ہوسکیگی۔ تب عورت دوسرے کے ساتھ نیوگ کر کے اولاد پیدا کرے۔ لیکن اُس بیاہے مہاشئے خاوند کی خدمت میں کمربستہ رہے (ستیارتھ پرکاش)

ہماری نازک مزاج رشیوں کی اس بیان سے تو وہاں پاپ نہ ہوتا ہوگا کیوں نہ ہو۔

یہ نقش پا کی سجدہ تو بابا تک کی دلیل	میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

پس سنو! جیسا کہ ایک کھیت میں چند آدمیوں کی تخم ریزی نامعقول بات ہے۔ اسی طرح ایک عورت کا چند خاوندوں کے ماتحت رہنا بھی واہیات خیال ہے۔ ہاں ایک کسان متعدد کھیتوں میں تخم ریزی کرسکتا ہے مگر نہ نیوگ کے طور سے بلکہ اپنی مالکی اور حقوق زوجیت سے۔

مہاشے اگر ہو تو تفسیر ثنائی جلد دوم کا حاشیہ نمبر ۰ ضرور دیکھو۔

اعتراض نمبر (۳۳) قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کے نام پر قربانی کرو۔ قربانی کا گوشت آپ کھاؤ۔ دوسروں کو کھلاؤ۔ سو حاضرین غور کیجئے کہ جانوروں کا خون بہانا کہاں اور بہشت کہاں! افسوس صد افسوس حیوانی۔ نفسانی اور جسمانی جذبات کے برسوں سے پلے ہوئے بکرے اندر کی تمام روحانیت کی سبزی کو رات دن چر رہے ہیں۔ اُن کے گلے پر تو چھری نہ پھیری جاوے۔ اور معصوم اور گھاس خور بھیڑ بکری گائے وغیرہ مفید جانوروں کو ذبح کر کے اُن جذبات کو اور بھی بڑھایا جاوے۔ کاش! اے اہل اسلام تم بھی قربانی کرسکو۔ بجائے بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ اونٹ کا گلا کاٹنے کے تم اپنے اندر کے موذی جذبات کا گلا کاٹ کر خدا کی درگاہ میں پیش کر کے رشیوں۔ منیوں کے مرتبے کو حاصل کرسکو۔ جبکہ خدا گوشت و پوست اور خون کو نہیں کھاتا۔ تو پھر خون کیوں بہاتے ہو؟ دل کی پرہیزگاری اُس کے سامنے پیش کرو۔

مفتی تو قربانی ہوتی جانور کو بھی بہشت دلواتے ہیں دیکھو سمرتی ادھیائے ۵ شلوک ۰

مسلمان نمبر ۱۳

بابو صاحب: ہر ایک شخص اور ہر ایک کتاب اور مصنف اپنے اپنے موضوع اور اصول کا پابند ہے قرآن شریف چونکہ ہمکو بتاتا ہے:-

مَا بِکُمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ

"یعنی جس قسم کی نعمت تمہارے پاس ہے وہ سب خدا ہی کے ہاں سے ہے۔ اسی کی دی ہوئی ہے" پھر یہ بھی فرمایا ہے :-

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ

یعنی جو کچھ ہم نے تمکو دیا ہے۔ اس میں سے ہماری رضا جوئی کے لئے خرچ کرو۔ پس ان دونوں حکموں کے مطابق ہم مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اپنی مال اور بال کے جمیع اقسام بلکہ موقع ہو۔ تو اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں خرچ کردیں۔ کیونکہ ہمیں تعلیم ہے کہ

جاں اگر سید ہی جانت دہند ✤ ناں اگر تو سید ہی نانت دہند

ذبح حیوانات کا مسئلہ پوری وضاحت سے سمجھنا ہو۔ تو پہلے ان کی نسبت پر غور کرنا چاہئے جو خدا نے انسانوں اور حیوانوں میں پیدا کی ہے پس سنو کہ

مخلوقات میں ایک ہی نسبت عام ہے۔ یا تو کوئی مستعمل (برتنے والا) ہے۔ یا کوئی مستعملہ (قابل استعمال) ہے۔ اب یہ سوچنا ہے۔ کہ انسانوں اور حیوانوں میں مستعمل کون ہے۔ اور مستعملہ کون؟ غالباً اس سے کسیکو شک نہیں ہوگا۔ کہ انسان سب کا مستعمل ہے۔ اور یہ سب کی سب اسکی مستعملہ ہیں۔ پس اس نسبت سے جو بات ثابت ہوتی ہو واضح ہے۔ کہ انسان انکو اپنی تمام حاجات میں خرچ کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس سے چاہتا ہے دودھ لیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے۔ ہل چلاتا ہے۔ چیر چاہتا ہے۔ سواری کرتا ہے۔ مگر بغور دیکھا جاوے۔ تو یہ سب کام جو بحث سے سخت انسان حیوانات سے لیتا ہے۔ اصل میں انسان کے اپنے کام ہیں۔ مثلاً ہل کھینچنا ہے۔ تو اسکا ہے۔ سواری پر چڑھکر منزل کا قطع کرنا ہے۔ تو اس کا ہے کھیتی باڑی کو پانی دینا ہے۔ تو اسکا ہے۔ حیوانات صرف اس کے نائب یا آلہ یا ذریعہ ہیں۔ اگر یہ نہوتے۔ تو یہ کام بھی حضرت انسان خود کرتا لیں ان سب مراتب سے ذرہ ایک مرتبہ اوپر چڑھئے! کہ بحکم خداوندی اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ

دیئے ہمارے ہوئے میں سے خرچ کرو۔ ہم پر فرض تہا۔ کہ ہم جان کو بہی خدا کی راہ میں خرچیں۔ مگر ان حیوانات نے ہماری اس میں بھی نیابت کی۔ کہ ہمارے بجائے اُن کی جان دینے کے اُن کی جان اللہ کی راہ میں دیکر کسی قدر تعمیل ارشاد خداوندی کردی۔ جس طرح وہ ہماری باقی کاموں میں وکیل اور نائب ہیں۔ اس کام میں بہی ہمنے اُن سے نیابت لی۔ کیونکہ اصل تو ہم پر یہ فرض تہا۔ کہ ہم خود اپنی جانیں خداہ کی راہ میں دیں کسی اہل دل نے کیا اچھا کہا ہے

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند ٭ لاغر صفتان و زشت خو را نکشند
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز ٭ مردار بود ہر آنچہ او را نکشند

اگر آپ حیوانات کی وکالت اس کام میں نہیں مانتے۔ تو باقی کاموں میں بھی انکار کیجئے۔ ورنہ وجہ فرق بتلائیے! کہ کیوں آپ لوگ اُن سے تمام سخت سے سخت کام لیتے ہیں۔ یہانتک کہ اُن کے بچوں کا دودھ جو بظاہر قدرت نے اُن بچوں ہی کیلئے پیدا کیا ہے۔ تم لوگ نہیں چھوڑتے۔ اور غٹ غٹ کر کے سب ڈکار لئے پی جاتے ہو۔ حالانکہ آپ لوگوں کا اُنپر کوئی حق نہیں ہے۔ کہ انکو ناحق بند رکھو۔ سب کو چھوڑ دو۔ جنگلوں میں پھرینگے اور اپنا گذارہ آپ کریں گے۔ اور اگر آپ لوگ اُن کاموں میں اُن سے نیابت اور وکالت لیتے ہو۔ تو ایک مرتبہ اور اوپر چڑہنا کچھہ مشکل نہیں جو ہمنے بیان کیا۔

اب ہم اپنے ناظرین کو منوجی کا (جو ہندوؤں اور آریوں کے مسلمہ پیشوا ہیں) گوشت خوری اور قربانی کے متعلق ایک حکم سُناتے ہیں۔ منوجی شرادہوں کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں :۔

"مچھلی کے گوشت دکھلانے سے دو مہینے تک اور ہرن کے گوشت سے تین مہینے تک اور بھیڑ کے گوشت سے چار مہینے تک اور پرند جانور کے گوشت سے پانچ مہینے تک پتر (ماں باپ) آسودہ رہتے ہیں۔

بکری کے گوشت سے چھ مہینے تک چتر مرگ کے گوشت سے نو مہینے تک این (نام ہرن) کے گوشت سے آٹھ مہینے تک اور رورتک (نام ہرن) کے گوشت سے نو مہینے تک پتر آسودہ رہتے ہیں جنگلی سور یا بھینسا کے گوشت سے دس مہینے تک اور خرگوش یا کچھوا

سے گوشت سے گیارہ مہینے تک (منو سمرتی ادھیائے ۵ شلوک ۲۹)

۷ فروری ۱۹۰۷ء کو امرتسر کے آریوں سے گوشت خوری کے متعلق میری بحث ہوئی - جو اخبار اہلحدیث امرتسر میں مختصر چھپی تھی - ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہاں نقل کیجاتی ہے

امرتسر میں آریوں سے مباحثہ

جناب اڈیٹر صاحب! ۶ فروری کو ایک لمبا چوڑا اشتہار بازاروں کی دیواروں پر دیکھنے میں آیا - جس میں لکھا تھا - کہ آج آریہ ڈبیٹنگ کلب میں گوشت خوری پر مباحثہ ہوگا - دس دس منٹ ہر ایک کو بولنے کی اجازت ہوگی - اسپر انجمن نصرت السنۃ امرتسر کی طرف سے کلب مذکور کے سکرٹری کو لکھا گیا - کہ اس طرح کسی مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکتی بلکہ اس طرف سے کلب مذکور کے سکرٹری کو لکھا گیا - کہ اس طرح کسی مسئلہ کی تحقیق نہیں ہو سکتی بلکہ اس تجویز کے لئے چند گھنٹے مقرر ہوں - اور مباحثہ کنندگان وہی صاحب ہوں - چنانچہ آریوں نے اس تجویز کو منظور کیا - اور ۷ فروری کا دن ۱ بجے سے ۴ بجے تک مقرر ہوا - دس منٹ ایک دفعہ بولنے کے لئے تجویز ہوئے - انجمن مذکور کی طرف سے جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) مباحث قرار پائے - آریوں کیطرف سے ماسٹر آتمارام جی امرتسری - مولوی صاحب نے گوشت خوری کی ممانعت کے دلائل طلب کئے - اسپر ماسٹر جی نے کہا - کہ گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں - نیز اخلاقی طور پر بھی منع ہے - اخلاقی طور پر اس لئے منع ہے کہ کسی جانور کو ذبح کرنیکا ہمیں کوئی حق حاصل نہیں - اسی ضمن تقریر میں ماسٹر جی نے یہ بھی کہدیا - کہ موت سے تکلیف نہیں ہوا کرتی - بلکہ تکلیف جتنی ہے - بیماری سے ہے طبعی اور قدرتی غذا کے معنے یہ کئے - کہ انسان کے دانت اور معدہ گوشت کھانیکے لئے نہیں ہیں - مولوی صاحب نے کہا - کہ دانت اور معدہ اگر قدرت نے گوشت کھانے کیلئے انسان کو نہیں دیا - حالانکہ ہم ہر روز گوشت کو دانتوں سے چبا کر معدے میں ڈالتے ہیں - تو کیا ہم قانون قدرت کی خلاف کرتے ہیں - کیا کوئی شخص خلاف قانون قدرت کانوں کا کام زبان سے اور زبان کا آنکھ اور آنکھ کا ناک سے لے سکتا ہے؟ ہمارا گوشت کھانا ہی

جتلا رکھا ہے ۔ کہ خدا نے ہمیں دانت اور معدہ گوشت کیلئے دئیے ہیں ۔ رہی اخلاقی ممانعت ۔ سو
اسکا جواب مولوی صاحب نے یہ دیا ۔ کہ اول تو جس قدرت نے ہمکو ان پر سواری کرنا ۔ بوجھ
لانا ۔ انکا دودھ پینا (حالانکہ دودھ اس کے بچے کے لئے ہوتا ہے) وغیرہ امور پر قابو دیا ہے
اسی قدرت نے ہمکو ان کے کھانیکی بھی اجازت دی ہے ۔ حالانکہ ذبح کرنے سے ان کو تکلیف
ہی نہیں ۔ ایک تو یہ کہ آپ بھی کہتے ہیں کہ موت سے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ بیماری سے ہوتی
ہے ۔ پس جب بھیڑ بکری کو ہم ذبح کرتے ہیں ۔ حقیقت میں اس پر رحم ہے کیونکہ وہ بیماریوں
وغیرہ تکالیف سے بچ جاتی ہے علاوہ اس کے بعض موذی جانوروں کا مار دینا خود آپ کے
گرو دیانند جی ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۵۹ پر لکھتے ہیں ۔ پس ایسے جانوروں کا کھالینا جنکا
مارنا بھی جائز ہے ۔ رحم کے کسی طرح خلاف نہیں ۔ پس آپ انکو بیشک کھائیے ۔ اتنا حصہ بحث
کا تو صاف ہو جاوے ۔ علاوہ اس کے ایک بڑی بات مولوی صاحب نے بڑی دلچسپ کی
جو واقعی یہ ہے ۔ کہ آجتک آریہ سماج کے کانوں میں نہ پڑی ہوگی ۔ اس لئے ماسٹر جی
اس کے جواب دینے سے کسی قدر رکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے ۔ وہ یہ کہ مولوی صاحب
نے کہا کہ دیکھئے ! آپ کو ایک سہل تجویز بتلاتا ہوں ۔ جس میں آپ گوشت بھی کھالیں ۔
اور آپ کے رحم کے خلاف بھی نہ ہو ۔ بلکہ آپ کو مالی فائدہ بھی ہے ۔ اس مضمون کو ذرا بسط
پیرایہ میں بیان کیا کہ آریہ سماج ایک اشتہار دیدے ۔ کہ جس کی گائے ۔ بھینس ۔
بکری ۔ بھیڑ مرجاوے ۔ وہ سماج کو اطلاع کرے ۔ سماج کے ممبران اسکو خود ہی اٹھالینگے
اور گوشت کھا کر چمڑے کے نقد کریں گے ۔ یہ نہایت سہل تجویز ہے ۔ یہ بھی کہا ۔ کہ آریہ
سماج چونکہ ایک تعلیمیافتہ پارٹی ہے ۔ اگر اسے کوئی الزام دیگا ۔ کہ چوہڑوں کا کام اختیار
کرلیا ۔ تو ایسے احمقوں اور کم عقلوں کے اعتراضات سے بیقرار مت کیا کریں بلکہ مت چھوڑ دیا
کرتے ہیں ؟ حق تو یہ ہے ۔ کہ یہ تجویز حاضرین نے بڑی ہی معقول سمجھی ۔ اور اسکا جواب
بھی ماسٹر جی نے کوئی معقول نہ دیا ۔ صرف اتنا کہا ۔ کہ آپ بھی مردہ جانوروں کی ایک مثل کی
کھلادیں اور اشتہار دیں ۔ اسکا جواب مولوی صاحب نے دیا ۔ کہ ہمیں تو حاجت
نہیں ۔ ہم تو ذبح کر کے کھاتے ہیں ضرورت تو آپکو ہے ۔ جو ذبح کو خلاف رحم جانتے ہیں

اتنے ہی مضمون کے ہیر پھیر میں ۲ بجے آریہ پریذیڈنٹ نے وقت کو ختم ہونے کی خبر دی مگر بحث بس ہو گیا مگر افسوس ہے کہ آریوں نے خلاف معاہدہ باوجود وقت گذر جانے کے مسلمانوں کے اُٹھ آنے کے بعد تقریر جاری کر دی۔ حالانکہ اختتام وقت ہو چکا تھا حاضرین ہندو مسلمان آریہ سکھ سینکڑوں کی تعداد میں تھے مسلمان خوش بخوش اسلام کی فتح منا کر اور مولوی صاحب موصوف کو دعائیں دیتے ہوئے واپس ہوئے۔ ہمارے سماجی دوستوں کا بھی خدا خوش رکھے اور ہدایت بھی دے جنکی وجہ سے عوام ایسے ایسے بڑے مسائل کی تحقیق سن لیتے ہیں۔

راقم حکیم محمد الدین سکرٹری انجمن نصرت السنۃ امرتسر چوک کرم سنگھ (اخبار اہلحدیث امرتسر ۰ فروری سنہ ۱۹۰۶ء)

آریہ مسافر نمبر ۴۲ و ۴۵

قرآن کی تعلیم ہے کہ مردار۔ سور اور خون حرام ہیں۔ حاضرین جلسہ قیاس کیجئے کہ مردار کسے کہتے ہیں۔ وہ جس کا دم بے سوچے پرواز کر گئی ہو۔ وہ لاٹھی مارنے سے ہو۔ یا چھری مارنے سے۔ وہ شیطان کا نام لیکر کاٹا گیا ہو۔ یا رحمن کا نام لینے سے۔ مگر مردار وہ ہے۔ کہ جس میں اپنا روح نہیں ہے۔ کیا خدا کا نام لینے سے اگر ایک جانور ذبح کیا جاوے۔ تو وہ مردار یا فانی از روح نہیں ہو جائیگا پھر وہ حرام کیوں نہ ہوا پھر سنیئے کہ خون حرام ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر خون حرام ہے۔ تو پھر گوشت کیسے حلال ہو گیا وہ بھی سراسر حرام ہوا۔ کیونکہ وہ بھی تو خون سے ہی بنتا ہے۔ ذرا غور کیجئے! مادہ کے رحم میں نطفہ مادہ کے خون سے پرورش پاتا ہے۔ اسکی تمام ہڈی پسلی۔ گوشت۔ پوست خون کے ایک قطرے سے بنتا ہے اور تمام جسم کی بالیدگی خون سے ہوتی ہے۔ ہڈی خون سے بنتی ہے۔ پوست خون سے گوشت خون سے چربی خون سے یہ نہیں کہ خوراک میں ہڈی اور چربی وغیرہ علیحدہ علیحدہ موجود ہوتے ہیں۔ پیٹ میں جا کر ہڈی ہڈی کے ساتھ اور گوشت گوشت کے ساتھ جا ملتا ہے نہیں بلکہ پہلے خون بنتا ہے۔ پھر خون سے دیگر اعضا بنتے ہیں۔ اگر خون حرام ہو گیا۔ تو پھر گوشت اس سے بھی بڑھکر حرام ہوا کیونکہ وہ خون کا منجمد ست ہے مگر میرے بھائیوں کو یہ بات کون سمجھائے۔ وہاں تو حضرت تعصب پیر

کانیم لگا ہوا ہے۔ مجا ہیا کہ کوئی چوں چگ کرے۔ پھر پوچھئے کہ سور کیوں حرام ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ گندگی کھاتا ہے۔ اگر یہی سبب ہے۔ تو مرغ مرغیاں اور بھیڑیں بھی حرام ہونی چاہئیں جو گندہ خور ہیں۔ یا کیا اس لئے کہ وہ شہوت پرست جانور ہے اس کے گوشت سے شہوت پرستی زیادہ ہوتی ہے۔ تو پھر مرغے اور بکریوں سے بڑھکر شہوت پرست کونسا جانور ہے؟ وہ بھی حرام ہونے چاہئیں۔ مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ سور کیوں حرام کیا جائے۔ اور دیگر جانوروں کو کیوں حلال سمجھا جاوے۔

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خون حرام ہے یہانتک کہ اگر اسکا قطرہ کپڑے پر لگ جاوے۔ تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ تو کیا منجمد خون یعنے گوشت کھانے سے جسم اور روح دونوں ناپاک نہیں ہونگے؟ افسوس ہے کہ جسم اور روح کو کپڑے سے ادنیٰ خیال کیا جائے۔

مسلمان نمبر ۴۴ و ۴۵

قربان! اس دھینگا دھینگی پر۔ بابو صاحب! کیا اصول موضوعہ نمبر ۶ اور دیباچہ ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲ پر یہی عمل ہے کہ دوسرے کے کلام کو ناحق بگاڑ کر بلاوجہ اعتراض کا شوق پورا کیا جاوے۔ پس سنو!

مردار جس لفظ کا ترجمہ ہے وہ میتۃ ہے جسکے معنے ہیں وہ جانور جو اپنی موت سے بغیر ذبح کے مرا ہو۔ دیکھئے! لغت عرب کی مشہور اور معتبر ڈکشنری قاموس میں لکھا ہے:۔

المیتۃ مالم تلحقہ الذکاۃ

انہی معنے میں فارسی کا شعر ہے ؎

گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز ٭ مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

پس بتایئے! آپکا عمل پر مغلوب تحریر جھوار کے متعلق آپ نے کی ہے۔ خلاف منشاء متکلم کے ہے کہ نہیں؟

سنو! اور غور سے سنو!

"متکلم کے خلاف منشاء معنے کرنیوالے سخت ضدی اور متمرد ہوتے ہیں۔" (دیباچہ ستیارتھ)

پس آپ کا تمام تار و پود ٹوٹ گیا۔ تو کپڑا کہاں سے لائیگا؟ (چیزیا)

(۲) خون کی بابت سُنئے! خون سے مراد دم مسفوح ہے۔ یعنی جو ذبح کے وقت گردن سے خون نکلتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں دَمًا مَّسْفُوحًا آیا ہے۔ پس بتلایئے کہ آپ کی منطق کیا کہہ رہی ہے۔ کیا خون سے اگر گوشت بنتا ہے۔ تو خون منی سے نہیں بنتا؟ پھر منی اور گوشت ایک ہی ہے؟ یہ کہاں کی لاجک (منطق) ہے کہ بعد استحالہ اور تحلیل بھی دونوں چیزوں کو ایک ہی کہا جاوے۔ کیا بیج سے درخت پیدا ہوتا ہے تو درخت اور بیج ایک ہی ہے؟ کیا کھاد سے آپ کی آپ کی عباجی (؟) وغیرہ نشو و نما پاتی ہے تو دونوں ایک ہی ہیں؟ پھر کھاتے کیا ہو؟

پس سنو ہم آپ کو ایک اصول سمجھاتے ہیں۔ جس طرح بعض خوردنی جسم کو مفید ہوتی ہیں۔ اور بعض مضر۔ اسی طرح بعض چیزیں روحانی طور پر انسان کو مضر ہوتی ہیں اور بعض مفید۔ اس تقریر سے اصولاً تو آپ کو بھی انکار نہ ہوگا۔ کیونکہ آپ بھی اسی اصول سے گوشت خوری کو مضر اور روحانیت کے خلاف بتاتے ہیں۔ پس اب سُنئے! کہ جس طرح ایک مستند ڈاکٹر کا قول اشیاء خوردنی کے نفع و نقصان کے متعلق حجت اور سند ہو سکتا ہے۔ خواہ بیمار اس کی ماہیت سمجھے یا نہ سمجھے۔ اسی طرح روحانی ضرر اور نفع کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔ سچا ملہم اور خدا کا رسول جو بتلا دے وہ سند ہے۔ جس چیز سے روک دے۔ وہ قابل پرہیز ہے۔ اور جس کا حکم کرے۔ وہ واجب العمل ہے۔ (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۱۴) ان احکام پر بحث کرنا فرعی بحث اور تضییع اوقات ہے۔ ہاں رسالت کی بحث اور ثبوت کا طریق اور ہے۔ جو ہم نے شروع کتاب میں لکھا ہے۔ پس جس قدر غذائیں شریعت میں منع ہیں۔ ان سب کا ایک ہی اصول ہے۔ کہ وہ روحانی طور پر مضر ہیں۔ اسی لئے اسلامی شریعت میں اشیاء ممنوعہ کا حکم مختلف ہے۔ جس قدر اور جتنے جتنے میں مضر ہیں۔ اتنی ہی ان کے حکم میں سختی ہے۔ کوئی تو قطعی حرام ہے۔ کوئی مکروہ تحریمی کوئی مکروہ تنزیہی۔ پھر اس ضرر کی تفصیل ... آپ ... [illegible]

۱؎ پاخانہ وغیرہ پر کھیتی میں نا بہ بیشہ۔ ١٢

تو کوئی چیز براہ راست انسان کے اخلاق پر مضر ہوتی ہے کوئی اُس کی حیا پر مضر ہوتی ہے کوئی بلا واسطہ مضر ہوتی ہے کوئی بالواسطہ ضرر دیتی ہے مثلاً اس کے کھانے سے کسی کارِ خیر سے طبیعت رُک جاتی ہے۔ اسلئے منع ہوتی ہے۔ مگر اس تفصیل کا معلوم کرنا امت کا کام نہیں۔ بلکہ نبی علیہ السلام کا ہے۔ امت کا کام ثبوت کی تحقیق ہے۔ جس کے لئے الگ دلائل ہیں۔ مفصل بحث حق پرکاش کے نمبر اول میں ملیگی۔

علماء اسلام نے ہر ایک حرام کی حکمت بتلائی ہے۔ ان سب تحقیقات کے ذمہ وار علماء ہیں۔ ممکن ہے غلط ہوں۔ اس لئے کہ ان کی پوری تحقیق کا معلوم کرنا بجز صاحب وحی اور نبوت کے کسی کا کام نہیں۔ بھلا آپ جو اتنا زور دے رہے ہیں اور جتا رہے ہیں کہ گوشت خوری سے روحانیت کو صدمہ پہنچتا ہے۔ کوئی دلیل بھی دی ہے یا بلا سے یہی پڑا یا ہوگا کہ روحانیت سے آپ کی مراد کیا ہے۔ سنئے! ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ روحانیت سے مراد خدا تعالیٰ مالک الملک۔ آنشو سعید آنند سروشکتیمان۔ نراکار وحدہٗ لا اِلٰہ اِلا ہو کی طرف روح کا میلان ہونا اور ہر وقت انابت الی اللہ اور خشیۃ اللہ کا پیدا ہونا ہر ایک کام میں یہ خیال رہنا کہ میرا مالک مجھ سے راضی ہو۔ اور کوئی حرکت مجھ سے ایسی سرزد نہ ہو کہ وہ ناراض ہو جاوے۔ ایسی روحانیت کی تعلیم جیسی کہ قرآن شریف نے دی ہے۔ اس کا مفصل بیان تو آگے چل کر قرآن شریف کی خصوصیات میں ہم کرینگے سر دست ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد میاں جی سلطان محمد مرحوم بھی تو گوشت خور تھے پھر کیا اُن میں روحانیت آپ کے روحانی باپ پنڈت دیانند جی سے کم تھی؟ جو اس مرحوم نے اپنے لختِ جگر کو بھی تکلیف شدید میں دیکھ کر فرزند دلبند کے اظہار شکایت پر کہا تھا کہ بیٹا خدا کی طرف خیال رکھو۔ دنیا میں آرام کہاں ہے دنیا تو سراسر تکلیف خانہ ہے۔ پھر ایسی تکلیف کے وقت بڑے استقلال سے ابھی اُن کے ہوش حواس اچھے تھے۔ مگر امید زیست نہ تھی۔ چونکہ بیماری ورم قلب کے خون جاری تھا۔ آپ لوگوں سے مشورہ کر کے اُس کے کفن کے لئے تیار ہوئے۔ اسوقت آپ نے فرزند دلبند سے کہا کہ اے بچی! میں تیرے کفن کے واسطے کپڑا قصبہ سے لے آؤں۔ کیونکہ اسوقت ہمارے گھر میں موجود

نہیں بس موسی خاموش رہا۔ پھر پوچھا پھر خاموش رہا۔ پھر اُس کو چند آیات قرآن لبطور نصیحت کے سنائیں۔ بس موسی اِس حالت میں سُنکر خوش ہُوا اور کہا کہ میاں صاحب جائیے۔ لیکن جلدی آجانا۔ کیونکہ مجھکو بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ میاں جی مرحوم نے جو لبدیا کہ جبکہ تیرے چھوٹے بھائی اب ابیہ سے زیادہ تکلیف نہیں بلکہ بہت کم ہے۔ تو نے اسکا حال نہیں دیکھا۔ کہو۔ اخیر دم تک نیا سا بارش کر رہا تہا۔ یہ نصیحت دیکر آپ یہ برائے کفن لتے مرغیِ لیگئے۔ اور آپ کو واپس آتے راستہ ہی میں بخار ہو گیا۔ خیر آپ آپہنچے۔ اور موسی اُسی رات کو راہی ملک بقا ہُوا۔ مگر اُس وقت بجز اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کے ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے۔ بعد از انتقال فرزند دلبند آپ چند روز زندہ رہے اور سخت بیمار رہے۔ اور خون مانند بیماران طاعون قلب سے آتا تھا۔ مگر اِس سختی میں آپ نے نماز نہیں چھوڑی۔ نماز عشا کے فرض چارپائی پر ادا کئے اور نماز فجر سے اوّل ہی رحلت فرما گئے۔ مگر اِس حالت میں ایک اور لطف کی بات سنو۔ جو شخص دیگر گلوں یا خاص گاؤں سے واسطے افسوس اور بیمارپرسی کے آتا۔ اور اگر کچھ افسوس کرتا۔ تو آپ اُس کو صبر کی تعلیم دیتے اور نماز روزہ کی وصیت کرتے +

بابو صاحب! یہ ہے گوشت خوروں کی روحانیت! اور یہ ہے اُن کی زندہ دلی۔ مگر افسوس کہ آپ اس کوچہ سے بالکل ناآشنا ہیں۔ آپ کو کیا معلوم کہ روحانیت کیا ہوتی ہے؟ یونہی سنے سنائے نام سے دیا کہ گوشت کھانے سے روحانیت میں فرق آجاتا ہے۔ کیا کوئی روحانی طبیب یا ڈاکٹری ثبوت آپ کے پاس ہے؟ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان باوجود گوشت خوری کے پانچوقت نماز پڑھتے ہیں۔ خدا کی یاد کرتے ہیں مگر آریہ باوجود دال بھات کھانے کے سندھیا سے بھی غافل ہیں۔ میں ایک معتبر آریہ مصنف کی شہادت آپکو سناتا ہوں۔ جس سے آپ کو آریوں کی روحانیت کا اندازہ ہو جائیگا۔ غور سے سنو! لالہ ارادہا کشن مہتہ مصنف تاریخ آریہ سماج لکھتے ہیں:۔

”سوامی دیانند کی وفات کے بعد لوگوں میں ترک کرم کا خیال ہُوا۔ اِس خیال کا نتیجہ یہ ہُوا کہ فوقت ہزاروں میں دو سندھیا کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت کبھی آریہ سماج کے انیو ممبران کی لیاقت

بہت معقول تعداد ایسی ہے۔ جن سے سندھیا کرنا تو درکنار سندھیا کے منتر تک نہیں آتے۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جس کا دھرم کا اثر لوگوں پر اور خاص اپنی ذات پر نہیں ہو سکتا" (تاریخ اجتماع)

سنو! قرآن شریف نے روحانیت کا گر اور مدار کار بتایا ہے۔ جو خدا کے فضل سے مسلمانوں میں باوجود گوشت اور دیگر نعمتیں کھانے کے بھی اکثر پایا جاتا ہے غور سے سنو! ارشاد ہے

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ

یعنے اللہ کے نیک بندے اور روحانیت رکھنے والے وہ ہیں۔ جنکو تجارت اور دیگر امور دنیاویہ اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہر وقت اُن کی دلی توجہ خدا ہی کی طرف رہتی ہے چنانچہ انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے :۔

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

"یعنی مسلمانو! خدا کی طرف جھک جاؤ۔ اور اُسی سے لپٹ رہو۔ کسی دوسرے کیطرف خیال تک نہ کرو"

مجھے بار بار آپ کے اور آریہ سماج کے سانچے کے ڈھلے ہوئے الفاظ سنکر حیرانی ہوتی ہے۔ کہ گوشت سے روحانیت میں بگاڑ آتا ہے۔ اینچہ بوالعجبی ست؟

پس اگر روحانیت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنا روحانی تعلق خدائے تعالیٰ کے ساتھ سب سے بڑھکر رکھے۔ تو ایسی روحانیت کو گوشت خوری سے کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے ترقی ہے۔ کہ خدا کی نعمت ہے۔ اُس کا شکریہ ہم پر واجب ہے اور اگر روحانیت کوئی اور شے ہے۔ تو وہ بیان کیجئے! آپکے سانیوگ کی اشاعت ہو (جیتر)

رسالہ ہذا کے طبع اول کے بعد اخبار نور افشاں لودیانہ میں ایک عیسائی کا مضمون دیکھنے میں آیا تھا۔ جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے ہم بھی نقل کرتے ہیں:۔

عبد الغفور آریہ

اس مختون آریہ نے ۱۱۶ اعتراض قرآن کی تعلیم پر کئے ہیں۔ سو اُن کا جواب مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ سنا ہے۔ کہ مولوی نورالدین صاحب بھیروی لکھنے بیٹھے ہیں (مولوی ثناء اللہ صاحب

بھی اس کا جواب ترک ترکِ اسلام شائع کردیا ہے جسکی قیمت ۱ ر ہے اسیجے صرف ایک بات
اُن کی نسبت کہنی ہے جو کہ دیباچہ کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔
یختون برہمچاری تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ
"میں نے قرآن اور اسلام کو سب نچلے درجہ میں پایا۔ بائبل اور عیسائیت کو اس سے اوپر
" اور کئی درجہ اوپر اور بہتر پایا۔ میں عیسائیت کو قبول کرلیتا۔ اگر عیسائیت کی دو تثلیثیں
" موحد جید دیگر واہیات کے میرے راستے میں روک نہ بنتیں"
لاریب تثلیث کا مسئلہ ایک سخت ابدی چٹان ہے۔ تاہم کروڑہا لوگ مسیحی ہیں جن کی آنکھیں
خدا نے کھولی ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ بلاتحقیق و تفتیش مختون برہمچاری نے اُس کو رد کیا۔
محققوں کا یہ کام نہ تھا۔ کیا انہوں نے کسی مسیحی مشنری یا کسی ایسے مسیحی سے جو محمدیوں سے
مسیحی ہوا ہو۔ اس کی بابت دریافت کیا؟ سخت افسوس ہے۔ کہ بلاتحقیق انہوں نے
اسلام کو چھوڑا ایسے زود باش شخص پر بنا مختون آریوں کو فخر ہو تو ہو۔ کیونکہ ملاقات کے
وقت جب میں نے اُن سے دریافت کیا۔ کہ تناسخ اور نیوگ کی بابت آپ کی کیا رائے
ہے۔ تو جواب دیا کہ ابھی میں اس کی اسٹڈی کر رہا ہوں۔ میں نے عرض کی۔ کہ یہ تو بہت
دانائی آپ نے نہیں کی۔ کہ بغیر کامل تسلی کے آپ نے اسلام کو خیرباد کہکر آریہ دہرم قبول کیا۔
اسلام میں کیا نقص پایا۔ جواب دیا کہ گوشت خوری اُن کی اس لیاقت پر مجھے ایک لطیفہ
یاد آیا۔ جو ناظرین کے مذاق کے خاطر لکھتا ہوں۔ جو حسب حال مختون برہمچاری کے ہے:۔

لطیفہ

ایک چور ملاقات کو کسی ساہوکار کے گھر چوری کو گیا۔ اسباب کی گٹھڑی باندھکر دیوار سے جو کودنے
لگا۔ تو گٹھڑی اندر گر گئی اور آپ دیوار کے باہر گر گیا اور بھاگ گیا۔ صبح کو پولیس اور لوگ
اکٹھے ہوگئے۔ کسی کو پتہ نہ لگا۔ کہ چور کس راستہ آیا۔ اور کیونکر گٹھڑی چھوڑ کر چلا گیا۔ چور جو باہر
سے دیکھا۔ کہ لوگ کس قدر حیران ہیں۔ تو کہنے لگا۔ کہ مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چور اس راستہ
سے اندر کودا۔ اور اسباب نکالکر باہر صحن میں گٹھڑی باندھی اور اس راستہ دیوار پر چڑھ کر

جیوں بلہر کو دنے لگا۔ تو گٹھڑی اندر اور میں باہر ؎

بعینہٖ یہی حال اس مضمون بر ہم چاری کا ہے۔ مجھے تو ان کے حال پر سخت افسوس ہے۔ کہ گڑھے سے نکلکر کوئیں میں گر گیا۔ کاش کہ اب ہی سیدھے سے ملکر اپنی تسلی کریں۔ اگر تسلی نہ ہو سکے۔ تو خیر وہ بری الذمہ ہونگے تحقیق تو فرض ہے ؎

راقم مضمون نے تو صرف ایک پھبتی ہی پر قناعت کی ہے۔ مگر ہم بابو صاحب اور ان کے ہمخیالوں کو ذرہ قدرت کا تماشہ دکھلاتے ہیں۔

قدرت نے جو اعضا انسان بلکہ حیوانات کو بھی دئیے ہیں سب ایک ایک کام کیلئے دئیے ہیں جس کام کے لئے قدرت نے ان کو بنایا ہے۔ ممکن نہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا کام ان سے لے سکیں۔ مثلاً کان سننے کو ہیں ناک سونگھنے کو۔ آنکھ دیکھنے کو۔ زبان مزہ چکھنے اور بولنے کو۔ دانت چبانے کو۔ معدہ ہضم کرنے کیلئے علیٰ ہذا القیاس یہ ممکن نہیں کہ کان کا کام آنکھ سے اور آنکھ کا زبان سے علیٰ ہذا القیاس ایک کا دوسرے سے لے سکیں۔ کسی عضو کا کوئی کام دینا صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ عضو اس مطلب کے لئے پیدا ہوا ہے۔ پس دانتوں سے جب ہم گوشت کو چباتے ہیں۔ اور معدہ میں ہضم کرتے ہیں۔ تو اس سے صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ قدرت نے ہمارے دانت اور معدہ کو گوشت خوری کے لئے بنایا ہے۔

آریہ کہتے ہیں کہ گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ انسان گوشت کھاتا ہے۔ تو اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ جسمانی قوت حاصل ہوتی ہے۔ اور مثل لکڑی یا مٹی کے گوشت سے کسیطرح کی مضرت نہیں ہوتی تو پھر یہ کیونکر صحیح ہو۔ کہ گوشت انسان کی طبعی غذا نہیں۔ طبعی غذا وہی ہے جسکو طبیعت ہضم کرلے۔ اور اگر طبعی کے معنے کچھ اور ہیں تو وہ بیان کریں ؛

گوشت خوری کے لئے سب سے بڑی بھاری وجہ اور قوی مانع (بقول آریہ سماج) ذبح حیوانات ہے۔ جسکا جواب مضمون منقولہ اخبار اہلحدیث مندرجہ صفحہ سے ملسکتا ہے۔

سماجیو! سائنس کے مدعیو! قدرتی سائنس سے کام لو!

آریہ نمبر ۲۴۶ و ۲۴۷

قرآن کی تعلیم ہے کہ بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ میں جو حرمت کی جگہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ خون مت گراؤ۔ کیا خدا کا گھر عرب کے ایک کونے کی چار دیواری تک ہی محدود ہے اور باقی تمام دنیا شیطان کا گھر ہے؟ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس گھر میں تو خون بہانا منع کیا جاوے۔ اور دوسری جگہوں پر جائز سمجھا جاوے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ خدا محدود بالمکان ہے۔ اور عرب کے ایک گوشہ میں اپنا گھر رکھتا ہے۔

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ احرام کے دنوں میں شکار کھیلنا اور کسی جانور کا مارنا حرام ہے۔ احرام سے وہ دن مراد ہیں۔ جبکہ حاجی لوگ خدا کے گھر کی زیارت کرنے کیلئے مستعد ارادہ کرتے ہیں۔ مگر کیا محض عربی مہینے کی خاص تاریخ مقرر ہو سکتی ہے؟ جبکہ انسان کو بالکل بے ایذا ہو جانا چاہئے۔ اگر ہاں تو ماننا پڑیگا۔ کہ خدا بھی فصلی بٹیروں کی طرح ایک خاص موقع پر اپنے گھر میں حاضر ہو جاتا ہے۔ اور باقی دن غائب رہتا ہے۔ مگر ایسا نہیں خدا ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ جو سچا حاجی ہے۔ وہ ہمیشہ ہی بے ایذا زندگی بسر کرتا ہے۔ اور کبھی بھی جانوروں کا خون گرا کر زمین کو ناپاک نہیں کرتا۔ اور کبھی بھی کسی معصوم جانور کا گلا کاٹ کر اپنے اندر سے دیا کے بھاؤ کو جو دھرم کا مول لیتی کی جڑ ہے نقصان نہیں پہنچاتا۔ وہ ہمیشہ ہی احرام میں رہتا ہے۔ اور اسی لئے ایک عربی حاجی سے بڑھکر کہ جسکا احرام چند دنوں کے لئے ہی ہوتا ہے۔ زیادہ عزت کا مستحق ہوتا ہے۔

مسلمان نمبر ۲۴۶ و ۲۴۷

ے تو آشنا ئے حقیقت نہ خطا اینجاست

خدا کا سکونتی گھر تو نہیں۔ ان معنے سے تو وہ لامکان ہے۔ جیسا قرآن شریف بتلاتا ہے:۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

یعنی خدا کسی چیز کے مانند نہیں وہ کسی جگہ اور مکان میں سکونت نہیں کیا کرتا۔ ہاں اس کی عبادت کے لئے مکان ہوتے ہیں۔ جنکو مجازاً بیت اللہ ہی کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ سنسکرت میں معبد اللہ یعنی اس کی عبادت کی جگہ۔ ہاں وید کہتا ہے:

"جس ملک میں دھرم کی ترقی ہوتی ہے وہ پرشور کا وطن مالوف ہوتا ہے" (یجروید ادھیا ۲۰ منتر ۱۰)

پس ویدوں سے پوچھنا چاہئے کہ آجکل تو دھرم کی ترقی جیسی کچھ ہے ظاہر ہے کہ دنیا میں یا تو قرآن شریف کا جھنڈا لہلہا رہا ہے۔ یا انجیل کی منادی ہو رہی ہے۔ رہا ہندوستان اس میں بھی برابر کا حصہ دار تو قرآن شریف ہے۔ رہے ہندو سو وہ بقول آریہ سماج اس قابل ہی نہیں کہ انکو ویدک مت کے تابعداروں میں شمار کیا جاوے۔ بلکہ وہ الٹے ویدوں کو بدنام کرتے ہیں (یا یوں کہئے کہ ان کی اصلیت کھولتے ہیں) آخر نوبت با آریہ رسید۔ سو ان میں ایک پارٹی تو بوجہ گوشت خوری کے تمہاری بابو صاحب کے نزدیک اس قابل ہی نہیں کہ انکو آریہ بھائی یا ویانندی کہا جائے۔ پس بات ٹھیری۔ تو ان مٹھی بھر آریوں پر جنکو گھاس پارٹی کہا جاتا تھا۔ اور اگر آج سے پہلے ۵۰ سال کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو دنیا بھر میں کوئی نفس بھی دھرمی نہ ملیگا۔ پھر کیا شبہ ہے۔ کہ پرمیشور وطن مالوف سے نکلکر حال سرگرداں دربدر مارا پھرتا ہوگا! آہ ؎

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک ابتک * خدا کرے نہ وطن سے کسیکو دوری

پس قرآن کی تعلیم کے مطابق تو مسجد بیت اللہ یعنی معبد اللہ ہے۔ مگر وید کا محاورہ شائد کچھ اور ہو! اسکو آپ جانیں!

خوت بہانے سے مراد شکار کھیلنا ہے۔ چنانچہ آپنے بھی نمبر ۲ م خود ہی نقل کیا ہے اس آیت کے معنے ہیں۔ کہ احرام کی حالت میں چونکہ تم مسلمان ایسے ہوتے ہو۔ جیسے کہ نماز کے اندر اس لئے شکار وغیرہ دنیاوی کاروبار سے الگ رہا کرو۔ اسی بنا پر اپنی عورتوں کے نزدیک جانا بھی منع کر دیا۔ پس ان معنے سے دوسری جگہ بھی وہی حکم ہے۔ جو کہ قرآن شریف کی اس آیت میں ہے:۔ کہ نماز پڑھتے ہوئے کوئی دنیا کا کام جائز نہیں۔ شکار ہو یا کچھ اور کہیے بعقل بڑی یا بھینس؟

بیشک خدا حاضر و ناظر ہے۔ سنئے! قرآن شریف بتلاتا ہے:۔

مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَى

مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا۔

"یعنی تم جہاں کہیں تین اشخاص ملکر بیٹھے ہوں۔ اُن میں چوتھا خدا ہوتا ہے اور جہاں وہ پانچ ہوتے ہیں چھٹا خدا ہوتا ہے۔ اس سے کم ہوں یا زیادہ بہر حال وہ اُن کے ساتھ ہے۔ کہیں بھی ہوں"

اِن معنے کا کوئی دیدنستر لائیے!

آپکو حیوانات پر بار بار بہت رحم آتا ہے۔ سچ پوچھو۔ تو ہم بھی آپ کے اس رحم میں شریک حال ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ قدرت کا مقابلہ خالرجی کا گھر اور حلوے کا خمیر نہیں۔ قدرت نے جب اُنکو ہماری خدمتگار اور مستعملہ بنایا ہے۔ پس جس طرح اور جس کام کے لئے ہم اُنکو چاہیں استعمال میں لاسکتے ہیں۔ اگر آپ یا آپ کے سوامی جی ایسے رحمدل ہیں۔ تو بلا سے کبھی تو ایسا کیا ہوتا۔ کہ دس کوس سواری پر چلکر ایک دو کوس لٹسے بھی اپنی پیٹھ پر سوار کرتے تاکہ آپ کی رحمدلی اور نیک نیتی کا ثبوت ملتا۔ آجتک نہیں کیا۔ تو آئندہ ہی سہی۔ لیکن یاد رہے۔ کہ قانون قدرت اور نیچرل رول کا توڑنا آپ کی اور میری طاقت سے باہر ہے۔

آریہ مسافر قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا خدا نے بڑا بھاری سانپ بنا دیا۔ جسکو دیکھکر فرعون جو ایک منکر از خدا بادشاہ تھا۔ ڈر گیا۔ اس نے سمجھا کہ موسے بڑا جادوگر ہے۔ تمام جادوگروں کو حاضر ہونیکا حکم دیا۔ جادوگروں نے لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا دئے۔ موسے بھی یہ تماشا دیکھکر ڈر گیا۔ خدا نے اسی وقت فرشتہ بھیجا کہ مت ڈر تو جیت جائیگا۔ اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دے۔ پس موسیٰ نے حسب ارشاد خداوند قرآن اپنا ڈنڈا زمین پر دے مارا۔ پھر فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک بھاری اژدہا بن گیا اور فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ جادوگروں کے ڈنڈوں اور رسیوں سے بنائے ہوئے تمام ہی سانپوں کو کھا گیا۔

موسیٰ نے مذکورہ بالا لاٹھی مار کر سمندر کو پھاڑ دیا۔ اور اس میں بارہ راستے بن گئے موسے کا سارا لشکر اُن میں سے گذر گیا۔ اور جب فرعون کا لشکر گذرنے لگا۔ تو سمندر

لگیا۔ اور وہ ساری ڈوب گئی اور موسیٰ مع بنی اسرائیل کے بچ نکلے۔ واہ! کیا عجیب لاٹھی تھی
جب بنی اسرائیل گمراہ ہوگئے۔ اور خدا کی باتوں کو بھول گئے۔ تو خدا نے پہاڑ کو اٹھالیا۔ اور
ان سے کہا کہ یا تو میری بات کو مان لو۔ ورنہ ابھی یہ پہاڑ تمہارے سر پر گرتا ہے

مسلمان (تمثیل ۱۹۳۰ء و دیباچہ)

ان نمبروں کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزات انبیاء علیہم السلام صحیح ہیں مگر ہم اصول موضوعہ نمبر ۲ میں بتا آئے ہیں کہ کوئی کام قدرت کا خلاف قانون نہیں۔ قیامت ہے تو وہ بھی قانون سے۔ پر لے ہے تو وہ بھی نیچرل اصل سے ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ ان قوانین کا احاطہ اور علم ہم کو بھی ہو۔ پس لاٹھی سے سانپ بنجانا اور پھر اسی طرح لاٹھی کی لاٹھی ہوجانا یا پہاڑ کا سروں پر آجانا ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنے اپنے وقت پر جوان جوان آدمیوں کا زمین سے نکل پڑنا۔ (دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۹۳)
اصول موضوعہ مذکورہ میں ہم بتلا آئے ہیں کہ لکھنؤ کے عجائب خانہ میں آجکل بھی ایک بکری کا ایک بچہ ایسا موجود ہے جسکی ایک ہی آنکھ ہے وہ بھی سامنے پیشانی پر تو کیا یہ خلاف قانون قدرت ہے؟ نہیں۔ اس کیلئے بھی کوئی قانون ہے جسپر اس سے پہلے ہمیں اطلاع نہ تھی۔ اور اب بھی بجز اس نمونہ کے کوئی خبر نہیں کہ کیونکر ایسا ہو سکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح معجزہ اور کرامت کو نبوت کے ساتھ ایک ایسا مجہول الکیف تعلق ہوتا ہے جسکا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ نبوت ایک ایسا مرتبہ ہے جسکا روحانی طریق سے خدا کے ساتھ ایک گہرا تعلق ہوتا ہے۔ معنوی طور پر نبوت کے تمام کام خدا کی ہاتھ سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

مَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورہ مومن ۔۔)

یعنے کسی رسول میں یہ طاقت اور لیاقت نہیں کہ کوئی معجزہ یا نشان دکھا سکے۔ مگر خدا کے حکم یعنے اس کے قانون سے "جب معجزہ کا وقت اور روحانی اسباب جو اس کیلئے مقرر ہیں۔ مہیا ہوتے ہیں۔ تو وہ بھی ہوجاتا ہے۔ لاٹھی کا سانپ ہو یا مردہ کا جلانا ہو۔ معراج ہو۔ یا پہاڑ کا بلند کرنا ہو۔ دریا کا پھٹنا ہو۔ یا چاند کا چیرنا۔ ہوا کا چلانا ہو یا اونٹنی کا نکلنا۔ مسیح کا آسمان پر جانا ہو۔ یا مردوں کو زندہ کرنا۔ چونکہ یہ سب کام قدرت اللہ کے ماتحت

ہیں۔ بواسطے اُن کے ایسی کوئی قانون ہی ہے

پس اُنہی تسلی مقصودات کو خدا تعالیٰ اُن کے روحانی اسباب کے جمع ہونے کے وقت اظہار کرا دیتا ہے۔ چونکہ بسا اوقات روحانی سلسلہ جسمانی سلسلہ پر مؤثر ہوتا ہے۔ (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۱۱) اس لئے انبیا کے روحانی کمالات سے جسمانی اشیا بحکم الٰہی متاثر ہوکر اور ہی رنگ دکھاتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ اس سے تو لازم آیا۔ کہ یہ سب کام قدرتی ہیں تو پیغمبروں کو اُن سے کیا تعلق؟ اُن کی نبوت کا اُن سے کیا ثبوت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ سب کام قدرتی ہیں اور قدرت ہی کی حکم سے صادر ہوتے ہیں اور ہر ایک آدمی کا کام نہیں۔ کہ ایسے کام دکھا سکے۔ مگر چونکہ اُن کے روحانی اسباب کے سلسلہ میں نبی اور رسول کا وجود یا دعا بھی بطور جزو کے شامل ہے۔ اسی لحاظ سے وہ معجزہ نبی کی نبوت کا ثبوت دیتا ہے۔

بابو صاحب اس تقریر کو کافی نہ جانیں تو پہلے بتلا دیں کہ بڑے لے کے آسنے کا کیا قانون ہے اور پھر بعد پرلے کے سینکڑوں جوان جوان آدمیوں کا زمین سے نکل آنے کا کیا قانون ہے۔ بھلا کوئی دہریہ یا جینی اسی اصول پر پرلے کا انکار کرے کہ یہ خلاف قانون ہے تو بابو صاحب یا کوئی روشن دماغ آریہ کیا جواب دیگا مذدرہ اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے جواب دیجیئگا +

پس مختصر یہ ہے کہ معجزات کا ظہور بھی قانون قدرت سے ہے۔ اور اونکا ثبوت مثل اور واقعات کے دیکھنے سے ہے یا صحیح خبر کے پہنچنے سے چنانچہ یہ سب کچھ پایا جاتا ہے۔

ہاں! یاد آیا کہ معجزات کے ماننے والے اس وقت دنیا میں قریب قریب کل دنیا کے ہے۔ یہودی۔ عیسائی۔ مسلمان۔ ہندو۔ بودھ وغیرہ سب کے سب اپنے اپنے بزرگوں کی نسبت معجزات مانتے ہیں تو بھلا بابو صاحب! جس بات کو اتنے لوگ مانتے ہیں۔ جنکا شمار بھی طاقت انسانی سے باہر ہو۔ اُس کو جھوٹ کہنے والا کہیں خود تو جھوٹا نہیں؟ اگر اسپر ہنسی اڑاؤ۔ تو سنو! سوامی دیانند جی مہاراج کیا فرماتے ہیں:۔

*مذہب دوسرے مذہبوں کو جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلاوے لغو

اپنے کو سچا ظاہر کرے۔ اس سے بڑھکر جھوٹا اور مذہب کون ہو سکتا ہے (ستیارتھ صفحہ ۶۹۰) (کھوجی کہاں دبہ رہا ہے؟) چیز نر

آریہ نمبر ۵۲ و ۵۳

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ حضرت سلیمان ایکدن میدان میں سے گذر رہے تھے۔ وہاں کی چیونٹیوں نے جب اُن کو لشکر کو آتے دیکھا۔ تو ان میں سے ایک چیونٹی بولی۔ کہ بھائیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ ایسا نہ ہو سلیمان اور اسکا لشکر تمکو پاؤں کے نیچے کچل ڈالیں۔ سلیمان بات کو سنکر بہت ہنسا اور اس نے خدا کا شکر کیا۔ کہ وہ چیونٹیوں کی بات چیت کو بھی سن سکتے ہیں (سورۃ نمل)

قرآن کی تعلیم ہے کہ حضرت سلیمان جانوروں کی بولی جانتے تھے۔ چنانچہ ہدہد یا چکو سارے کا جو قرآن میں قصہ دیا ہے۔ وہ عجیب ہے۔ ہدہد کی سلیمان کے ساتھ بات چیت۔ چلی رہے کا ملکہ کی طرف خط لیجانا۔ اور وہاں سے جواب لانا۔ ملکہ کا سلیمان کے پاس آنا۔ وغیرہ وغیرہ ایک دلچسپ فسانہ اور الہامی حکائت ہے۔ شائد اسی لئے لوگ ہدہد کو سلیمان کا بیٹا کہتے ہیں۔ مگر کیا وہ آجکل اپنی سلیمانی بولی بھول گیا ہے؟ افسوس ہے۔ کہ ایسی گپوں کے لئے جبرائیل کے پر تھکائے جائیں۔

مسلمان نمبر ۵۲-۵۳

ان دونوں نمبروں کا مدار بھی انکار معجزات پر ہے۔ جس کی تحقیق سابقہ نمبروں میں ہو چکی ہے۔ معلوم نہیں بابو صاحب خود بھی کسی دلیل کے ذمہ وار ہیں یا نہیں؟ جہاں دیکھو کیسا ہی باریک سے باریک مسئلہ ہو۔ الٰہیات کا ہو یا روحانیات کا۔ معمولی تمسخر کر کے گذر جاتے ہیں۔ بلا سے کسی دلیل سے اپنا انکار مدلل کریں۔ بھلا کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ کیا جانور اپنا مافی الضمیر اور مطلب کسی طرح ادا کر کے ایک دوسرے کو سمجھاتے ہیں یا نہیں۔ پھر اگر وہی مطلب خدا تعالیٰ بذریعہ وحی و الہام کے اپنے رسول اور نبی کو بتلا دے۔ تو کیا مشکل ہے؟ خرابی تو ساری یہ ہے۔ کہ تم لوگ الہام کا دروازہ ہی بند کر چکے ہو۔ اور بعد اگنی وایو وغیرہ کے اسپر ایسی مہر سکوت لگائے بیٹھے ہو۔ کہ کسی کے توڑنے سے نہ ٹوٹے۔ اکثر نے سو

+ آریہ سماجی لیکچرار کہتے ہونگے (ثنا)

نامکمل ہے۔ جسپر آجتک کوئی معقول دلیل نہ بتلائی۔ نہ آئندہ کو امید۔ پس جبتک تم لوگ اپنے اصول کو مدلل نہ کرلو۔ تمہارا حق نہ ہوگا۔ کہ ایسے الہامات اور تجویات سے انکار کرو۔

یہ بڑی منہ کی بات ہے۔ کہ جہاں پر آپ کو قرآن شریف کی مضمون پر ناخن نہیں اڑتا۔ وہاں آپ اپنے جیسے کسی نامعلوم مفسر کی داستان سنا کر آریہ سماج کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ ایک تو ہم مسلمان قرآن شریف کے مضامین کے ذمہ دار ہیں۔ کسی مفسر کی تفسیر کے نہیں۔ دوئم آپ یہ غضب کرتے ہیں۔ کہ ان مفسرین کے نام سے بھی اطلاع نہیں دیتے۔ بلکہ محض گپ ہانکتے ہوئے مفسرین کہہ دیتے ہیں۔ آپکو اتنا بھی معلوم نہ ہوگا۔ کہ مفسرین کے مراتب کتنے ہیں۔ اور آپ کے موہومی مفسر کس پایہ کے ہیں۔ اس لئے ہم ایسے حوالجات کو ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ جیسے معمولی اخبار کے ایڈیٹر محض اپنی ذاتی رائے کو وزنی بنانے کے لئے لکھدیا کرتے ہیں کہ پبلک کی یہی رائے ہے حالانکہ پبلک کے کانوں تک بھی وہ خبر نہیں پہنچی ہوتی۔

اب ہم آپکو چیونٹیوں کے عجائبات سناتے ہیں۔ تاکہ آپکو حضرت سلیمان والی چیونٹی کے قصے سے حیرانی اور پریشانی نہو۔

پنجاب یونیورسٹی کی اردو کی آٹھویں کتاب میں (جو بارہا آپ کے دیکھنے میں آئی ہوگی) چیونٹیوں کی بابت کئی ایک عجائبات لکھے ہیں۔ جن میں سے کسیقدر ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

"چیونٹیاں اپنے پرائے کی شناخت بہت اچھی طرح کرتی ہیں۔ باوجودیکہ زندگی تھوڑی ہوتی ہے۔ لیکن اپنا ٹھکانا کبھی نہیں بھولتیں۔ یگانے اور بیگانے میں تمیز کرسکتی ہیں۔ اگر بھٹک کر ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ تو جب کبھی ملنے کا اتفاق ہوگا۔ تو فوراً ایک دوسری کو جان جائیں گی۔

ان کی ایک اور بات نہایت ہی عجیب ہے۔ کہ مردوں کو دفن کرتی ہیں اور حضرت انسان کی طرح جنازہ بھی نکالتی ہیں۔ سڈنی واقعہ نیو ساؤتھ ویلز کی ایک میم صاحبہ کا بیان ہے کہ اسکا چار برس کا بچہ ایک مکان میں سویا پڑا تھا۔ وہ یکایک چونک پڑا۔ اور وہ جھٹ مڑکر

ہے۔ جسکی خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو بذریعہ کشف اور الہام کے اطلاع کی ہو۔ تو کہو اکیا اعتراض ہے؟ اصل اعتراض کی بنیاد تو یہی ہے۔ جو ہم بتلا آئے ہیں۔ کہ آریہ سماج اپنی غلط گمانی سے الہام اور کشف کا منہ بند کر چکی ہیں۔ اس لئے ہمیشہ ایسے واقعات پر منہ کھولا کریں۔ ہدہد کا جواب بھی یہی ہے۔ کبوتر تو اب بھی خط لیجاتے ہیں۔

آریہ نمبر ۵۴ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ہوا سلیمان کے حکم سے چلتی تھی۔ اور اُن کے تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچا دیتی تھی۔

(ص ۳۶۰)

مسلمان نمبر ۵۴ یہ نمبر بھی معجزہ کی شاخ ہے۔ جسکی تحقیق نمبر ۵ وغیرہ میں گذر چکی ہے اس پر بھی کوئی دلیل آپ نے نہیں بتلائی۔ ہاں یہ آپ لوگوں کی معمولی بے سمجھی یا بدحواسی ہے۔ کہ حکم کے معنے ہمیشہ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ صاف لفظوں میں ہو جا۔ چلا جا۔ یہ کرو۔ وہ کرو۔ وغیرہ کہا جائے۔ لالہ صاحب! حکم کئی قسم کا ہوتا ہے ہم لوگ جو نماز روزہ کرتے ہیں۔ اور آریہ نیوگ وغیرہ کرتے کراتے ہیں۔ یہ سب گورنمنٹ انگریزی کے حکم سے کرتے ہیں۔ کیا معنی؟ یہ کہ گورنمنٹ نے ایسا قانون بنایا ہے کہ اُس کے رو سے ہم اس کے کرنے کے مجاز ہیں۔ یہ نہیں۔ کہ گورنمنٹ نے ایسا قانون بنایا ہے۔ کہ اُس کی رو سے ہم اس کے کرنے کے مجاز ہیں۔ یہ نہیں کہ گورنمنٹ نے آریوں یا مسلمانوں کے نام کوئی سرکلر (حکم) بھیجا ہے۔ کہ تم لوگ ایسا کیا کرو۔ بس کسی چیز کو باقاعدہ استعمال کرنا بھی اس کا حکم ہے۔ جیسا کہ ڈلیور کے حکم سے انجن چلتا ہے اس حکم کے لئے محکوم کا حکم کو سننا بھی ایسا ہی ہے۔ کہ وہ اس قاعدہ کے مطابق عمل پذیر ہو۔ یہ نہیں کہ کان سے سنتا ہو۔ غرض ہر ایک محکوم کے لئے حکم بھی الگ الگ ہے۔ (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۴)

مختصر یہ کہ ہوا بھی چونکہ خدا کی مخلوق سے ایک مخلوق ہے۔ جو اُس کے حکم کی تابع ہو۔ پس وہ بطریق معجزہ یا بطریق استعمال حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے حسب ضرورت جاری ہوتی ہو۔ تو کیا محال ہے؟ کہئے اعتقال بری یا جہنیس!

آریہ نمبر ۵۵

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کی وحی محض پیغمبروں کے پاس ہی نہیں آئی۔ بلکہ وہ شہد کی مکھیوں کے پاس آئی چنانچہ مکھیوں کا شہد جمع کرنا اور گھر بنانا اسی وحی کے مطابق ہے۔ کہ جس وحی کے مطابق قرآن ہے۔ اس لحاظ سے تو پھر چڑیوں۔ ابابیلوں۔ کوؤں۔ کبوتروں کے گھونسلے بھی خدا کی وحی کے ذریعہ ہی بنتے ہیں۔ مگر جبرائیل کس کس کے پاس پہنچتا رہیگا۔ راج اور دیگر کاریگر بھی تو پھر خدا کی وحی کے مطابق ہی تمام کام کرتے ہونگے۔ مگر جبرائیل کی شکل وہ کیوں نہیں دیکھ سکتے اور کیوں نہیں وہ الہام کا دم بھرتے؟ اس لئے کہ عقلمند ہیں (نحل ۶۸)

مسلمان نمبر

"کیسا مستبد اور جاہل اور عقل کا دشمن ہے۔ وہ شخص جو خلافِ منشاء متکلم کلام کے معنے کرتا ہے" (دیباچہ ستیارتھ ص)

بیشک جو کام دنیا میں ہو رہا ہے۔ خدا کی وحی ہی سے ہو رہا ہے سنئے ایزد فرماتا ہے

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا

یعنے خدا نے ہر ایک نفس کو بُرے بھلے کی سوجھ دے رکھی ہے۔" مگر یہ آپ کی کیسی معمولی بے سمجھی یا دیانندیوں کی صحبت کا اثر ہے۔ کہ آپ انبیاء کی وحی اور دیگر حیوانات کی وحی میں فرق نہیں کرتے۔ بلا سے نہ کریں۔ مگر قرآن شریف کا مطلب بگاڑ کر سوامی دیانند کے فیصلے سے (مندرجہ دیباچہ ستیارتھ پرکاش ص) مستبد اور ضدی اور کیا نہیں کیا کیوں بنتے ہو؟

سنئے! وحی دو قسم پر ہے خاص اور عام پھر خاص سے ایک قسم اور اخص ہے۔ عام وحی سے تو وہ مراد ہے۔ جو ہر ایک انسان بلکہ ہر ایک جاندار کو ہی ہوتی ہے اسی معنے سے شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے۔ یعنے خدا نے اس کے کام کا ڈھب اسکی طبیعت میں ڈال رکھا ہے۔

خاص وحی یا الہام وہ ہے۔ جو نیک بندوں کو نیک خیالات بذریعہ کشف یا خواب وغیرہ کے سجھائے جاتے ہیں۔ انہی معنوں سے حواریوں کی وحی ہے جسکی بابت

قرآن شریف میں ہے :-

اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ

" یعنی میں (خدا) نے حواریوں کی طرف وحی کی تھی - کہ تم مجھپر اور میرے رسول (مسیح) پر ایمان لاؤ"

تیسری قسم کی وحی انخص ہے - جو نبیوں سے مخصوص ہے - وہ ایک روحانی طاپ ہے - جو ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مجردات سے اُن کی روحوں کو ایک قسم کا مجہول الکیفیت تعلق ہوتا ہے - اُسی تعلق کی وجہ سے خدا کی طرف سے اُنپر الہامات ہوتے ہیں - وہ الہامات امورِ طبعیہ کی قسم سے نہیں ہوتے - بلکہ امورِ اختیاریہ بلکہ احکامِ شرعیہ کی قسم سے ہوتے ہیں اسی قسم کی وحی کے مدعی انبیا ہوتے تھے - اور اسی ہی معنے کی طرف اشارہ ہے سنو اقرآن شریف بتلاتا ہے :-

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ (بقرہ)

لبعض نادان یہودی جو جبرئیل فرشتے سے کشیدہ خاطر رہتی تھی - اُن کے حق میں خدا نے فرمایا ہے " جو کوئی جبرائیل سے دشمنی رکھتا ہے (وہ ذلیل وخوار ہوگا) کیونکہ اُس (جبرائیل) نے تیرے دل پر قرآن شریف اُتارا ہو"

کفارِ عرب اپنے حق میں اسی قسم کی وحی کے خواستگار ہوتے تھے - کہ ہمپر کیوں نازل نہیں ہوتی - جسکا جواب اُن کو ملا تھا - کہ

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ

یعنے خدا اپنے وحی کے محل اور مستحق کو خوب جانتا ہے - ایسی وحی ہر کس ناکس کو نہیں ملتی ؎

کلاہِ خسروی وتاجِ شاہی + بہر کل کے رسد حاشا وکلّا

لیس کہئیے ! وحی کی جملہ اقسام کو ایک ہی قسم میں منحصر کرنا متکلم کے منشاء کے خلاف ہے یا نہیں ؛ پھر بتلائیے ! مدعی اور منتمر دکون ہوتی ہیں ؛ بہت ٹھیک ہے ع

ہمیں الزام دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

آریہ نمبر ۵۶

قرآن کی تعلیم ہے کہ ابابیلوں نے کنکریاں مار کر ہاتھیوں اور آدمیوں کا کھلیان کر دیا۔ اور تمام فوج کو غارت کر دیا۔ بیشک اگر گپ کچھ بھی وزندار نہو۔ تو وہ معجزہ نہیں سمجھی جا سکتی۔ کجا ہاتھی اور کجا ابابیل ایک کرم خورد جانور؟ (ذیل-۱)

مسلمان نمبر ۵۶

قربان ایسی سمجھ پر! بابو صاحب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ابابیل سے مراد وہ جانور لیتے ہیں۔ جن کو ہندوستان میں ابابیل کہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ آخر پنجابی اور پنجابیوں کی نسل سے ہیں۔ اپنی مادری زبان کیونکر بھولیں؟ مگر اتنی گذارش ہے کہ پنجابی میں منتق بھی تو کسی ایسے ویسے کلام ہی کو کہتی ہیں۔ جو عموماً تحکک مداری اڑنگ بڑنگ تو تی تڑنگ کہا کرتی ہیں۔ تو کیا وید منتر بھی یہی ہے؟ سنئے! ہم آپ کی غلطی رفع کرنی کو بتلاتی ہیں۔ ورنہ ہمیں ضرور نہ تھا۔ کہ آپ کو عربی الفاظ کے معنے بھی بتلاویں۔ ابابیل کے معنے گروہ کثیر کے ہیں پس آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ خدا نے بہت سے جانور بھیجے۔ جو اپنی چونچوں میں خدا کے حکم سے فوج پر کنکریاں مارتے تھے۔ وہ کنکریاں ان کو ایسی لگتی تھیں جیسی بندوق کی گولی۔ خدا کی قدرت اور اصول موضوعہ نمبر ۲ کو ملحوظ رکھکر اسپر کوئی سوال نہیں۔ اور اگر اور معنے بھی سننے چاہو۔ تو ہم آپ کو سناویں طیر کا اطلاق تیز اور پھرتیلی فوج پر بھی آتا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر کا قول ہے ؎

ایں المفر لمن عاداہ من یدہ

والوحش والطیر اتباع لسائرہ

یعنی سیرے ممدوح سے دشمن کو کہاں پناہ ملسکتی ہے حالانکہ وحشی اور طیر یعنی پھرتیلی فوج اس کے ساتھ چلتی ہے پس آیت کے معنے یہ ہیں کہ خدا نے ان پر جو کعبہ کو لڑنے کی نیت سے آئے تھے۔ عربوں کی ایک پھرتیلی اور تیز رو فوج گروہ کثیر بھیجی۔ جنہوں نے ان کو گوپیوں کے ذریعے سے پتھر مار مار کر تباہ کر دیا۔ کہئے! تو عقل پڑی یا نہیں؟

رہا یہ سوال کہ خدا نے فوج کہاں سے کھینچی اس کا جواب اصول موضوعہ نمبر ا میں دیکھو
مفسرین کے اقوال پہلے کسی معتبر تفسیر میں بامسند دکھائیے۔ پھر ان کا جواب پوچھئے۔

آریہ نمبر ۵۷
قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے منکر از خدا لوگوں کو معتقد بخدا بنانے کے لئے ایک خاص اونٹنی پیدا کی۔ نادان لوگ تو یہاں تک گپ ہانکتے ہیں۔ کہ وہ اونٹنی ایک پتھر میں سے پیدا ہوئی اور پیدا ہونے کے ساتھ ہی اس نے بچہ بھی دیدیا۔ پھر کافروں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور انپر عذاب نازل ہوا (اسرائیل - ۵۹)

مسلمان نمبر ۵۷
بے وقوفوں اور نادانوں کی باتوں کے پیچھے پڑ کر بسا اوقات آدمی خود بھی احمق بن جایا کرتا ہے۔ بابو صاحب! آپ جیسے گریجویٹ کو یہ باتیں زیبا نہیں۔ قرآن شریف میں اتنا ہے۔ کہ حضرت صالح پیغمبر کو اونٹنی کی نشانی دیگئی۔ لیکن کیونکر دیگئی؟ اس کی دعا سے کسی ایسی اونٹنی سے بچہ پیدا ہوا۔ جس سے نہ ہوا تھا۔ یا کوئی اور بات تھی۔ جس سے پیغمبر کی صلاحیت اور نبوت کا ثبوت ہوتا ہو۔ پتھر سے نکلنا قرآن میں مذکور نہیں۔ جو کہے۔ اس سے ثبوت مانگو۔

آریہ نمبر ۵۸
قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے بنی اسرائیل کو ان کی گستاخی کے سبب بجلی سے ہلاک کر دیا۔ مفسر صاحبان کہتے ہیں۔ کہ حضرت موسے صاحب اسباب کو دیکھ کر ڈرے۔ کہ لوگ مجھ کو کیا کہینگے۔ چنانچہ خدا نے ان سب کو از سر نو زندہ کر دیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کسی نے دوسری باتوں کی طرح گپ ہانک دی تھی۔ ورنہ بجلی کے ساتھ ہلاک ہوجانا اور پھر زندہ ہوجانا چہ معنی دارد؟ (بقرہ - ۵۴)

مسلمان نمبر ۵۸
پہلے یہ بات تحقیق ہو چکی ہے اور اصول موضوعہ نمبر ۲ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ قانون قدرت مجربہ کے خلاف بھی ہو۔ تو وہ بھی کسی نہ کسی قانون ہی میں ہوگا۔ پس ایسے خلاف عادات امور جو آپ لوگوں

کی نگاہ میں خلاف قانون قدرت معلوم ہوتی ہیں۔ دراصل نہیں ورنہ ماننا پڑیگا کہ پرلے اور پرلے کے بعد دنیا کی ساری آبادی اور جہان جوان آریوں کا پیدا ہونا بھی خلاف قانون ہے۔ جو آریہ سماج کا مذہبی بنیادی پتھر ہے۔

آریہ نمبر ۵۹ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل مصر سے نکلکر بھوکوں مرنے لگے۔ تو خدا نے اُن پر مَن اور سلویٰ آسمان سے نازل کیا۔ مفسر صاحبان تحریر فرماتی ہیں۔ کہ سلویٰ ایک قسم کی چڑیاں ہوتی ہیں۔ جو گھاس پر آکر بیٹھتیں اور تا پیچھے کرنے کے بعد خود بخود بھنکر نیچے گر پڑتیں۔ اُنمیں نہ رگ ہوتی نہ خون نہ ہڈی۔ (البقرہ - ۵۶)

مسلمان نمبر ۵۹ مفسرین کے قول پیش کرنا تو آپ کی عادت ہے۔ جہاں قرآن شریف پر کوئی اعتراض نہو۔ وہاں مفسرین کے نام کی مالا جپا کرتی ہیں۔ پھر ایسی کہ نام تک نہیں بتلاتی۔ پس ایسے بے سند مفسرین کی جہاں آپ سے ملاقات ہو۔ اُن سے پوچھئے! قرآن شریف کے معنے تو صاف ہیں کہ جبتک بنی اسرائیل میدان میں رہے۔ جانوروں کے شکار سے خدا نے اُن کی پرورش کی۔ کیسی جانور تھے؟ جیسے ہمارے ہاں جلیب اور لیے دانہ کی موسم میں تلیر آتے ہیں۔ کون بھیجتا ہے؟ اس کے جواب کے لئے اصول موضوعہ نمبرا دیکھو۔ جھوٹ بولکر احمقوں کو راضی کرنا۔ کہو جی کون دھرم ہے؟

آریہ نمبر ۶۰ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ بنی اسرائیل کو دھوپ نے ستایا۔ تو خدا نے اُن پر بادل بھیجدیا۔ اور وہ بطور سائبان کام دینے لگا۔ بعض لوگ یہاں تک گستاخی کرتے ہیں۔ کہ وہ بادل بنی اسرائیل کے ساتھ ساتھ سروں پر چلا کرتا تھا۔ اور سایہ رکھتا تہا۔ کیا خوب! میں اس کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ (البقرہ - ۵۶)

مسلمان نمبر ۶۰ بعض لوگوں کے جواب تو بعض سے پوچھئے! ایسے بعض تو آپکو ویدوں میں مورتی پوجا بھی دکھا دینگے۔ اور کئی ایک نیوگ کی لاگ میں

دیکھنا دیکھو۔ تو کیا قرآن شریف ان سب خرابیوں کا ذمہ دار ہوگا؟ سنیئے! قرآن کریم
میں لفظ ہے :۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (البقرہ)

جسکا مطلب یہ ہے کہ خدا نے تمہیں موسم برسات میں بادلوں کا سایہ کیا۔ کیوں کیا؟
جس مطلب کے لئے پہر کیا اور ہمیشہ کیا اور ہمیشہ کرتا ہے اور کریگا۔ غرض یہ کہ بنی اسرائیل
کو خدائے تعالیٰ اپنی مہربانیاں جتلاتا ہی کہئے! کیا اعتراض؟

آریہ نمبر ۱۰

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے بنی اسرائیل کو کہا کہ گائے ذبح
کرو۔ لوگ بڑے چکر لائے۔ موسی سے کہنے لگے۔ کہ تم ہمارے
ساتھ مسخری کرتے ہو۔ ان کے چکر لانے کی یہ وجہ تھی۔ کہ ان میں سے ایک شخص کو
کسی نے قتل کر دیا تھا۔ مقتول کا قاتل نہیں ملتا تھا۔ اس لئے خدا نے حکم دیا۔ کہ گائے
ذبح کر کے اسکا ایک ٹکڑا ایک مقتول کے مارو۔ مقتول زندہ ہو جائیگا اور خود ہی
اپنے قاتل کا نام بتا دیگا۔ چنانچہ خدا کے ساتھ بہت سی ردو بدل کے بعد گائے کے
رنگ۔ عمر۔ قد کا فیصلہ ہوا۔ اور گائے ذبح کی گئی۔ مفسر صاحبان اسباب کو نور علیٰ
نور کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔ کہ گائے کی دم لیکر مقتول کے لگائی گئی۔ مقتول فوراً
زندہ ہو گیا۔ اور قاتلوں کا نام بتا کر پھر اسی وقت مر گیا۔ دیکھئے گائے کی دم میں مردے کو زندہ
کر دینے کی طاقت ہے (بقرہ ۔ ۶۶ - ۷۲)

مسلمان نمبر ۱۰

اصل مسئلہ کی تحقیق تو پہلے ہو چکی ہے کہ جو کام انبیاء علیہم السلام
کے ذریعے سے ہوتے ہیں۔ اُن کا ہونا قانون قدرت کے خلاف
نہیں۔ بلکہ ان کے لئے بھی کوئی قانون ہے۔ جسکو نبوت سے ایک مجہول الکیف تعلق ہے
باقی مفسروں کی بات کا وہی جواب جو پہلے دے آئے ہیں۔ کہ پہلے اُن کا نام بتلاؤ۔ پھر انکی
سند لاؤ۔ جسکی بنا پر انہوں نے یہ کہا ہے۔ پھر اس کا جواب لو۔ بیشک حضرت موسے
کے معجزہ سے مردہ زندہ ہوا۔ جس کے لئے قانون قدرت اُس وقت زندہ ہونیکا تقاضا
ہر وقت نہیں۔ گائے کے ذبح سے آپ گھبرائے کیوں ہیں۔ اس لئے ذبح کرائی تھی کہ بنی اسرائیل

آپ کی بھائیوں کی طرح اس کی پرستش اور عبادت میں پھنسے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ نے بھی نمبر ۶۳ میں یہ امر تسلیم کیا ہے۔ سچ پوچھو تو انگریز بھی اسی لئے گائے ذبح کراتے ہیں۔ کہ تمہارے ہندو بھائیوں کی غلط فہمی رفع ہو جاوے۔ پس آریہ سماج کا فرض ہے کہ وہ گائے کے ذبح کرانے میں انگریزوں کا ہاتھ بٹائے۔

آریہ نمبر ۶۲

قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ خدا نے فرعون کے لوگوں پر ٹڈی۔ مینڈک۔ چیچڑی وغیرہ کا عذاب نازل کیا۔ اور فرعونیوں کے گھروں کو طوفان میں غرق کر دیا۔ مفسر صاحبان لکھتے ہیں کہ فرعون کے گھروں میں تو پانی بھر گیا مگر اسرائیلیوں کے گھر باوجودیکہ نیچے تھے۔ بالکل خشک رہے۔ اور پھر خدا نے تمام دریائے نیل کا پانی خون کر دیا۔ جب فرعونی لوگ پیتے۔ تب تو خون ہو جاتا۔ اور جب اسرائیلی پیتے تب ویسے کا ویسا ہی پانی رہتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ ایسے لغویات کی کیا ضرورت تھی؟ سچ ہے۔ حبشیوں کے ہاتھ میں گورا آدمی جا پھنسا۔ انہوں نے دیکھا کہ یہ تو ہم سے بالکل مختلف ہے۔ منہ پر سیاہی مل کر اپنے جیسا کر لیا۔ افسوس ہے مفسروں کی روشن دماغی پر اور تعجب ہے ایسے الہاموں پر کہ جنکو ہم تسلیم کرنے سے معذور ہیں (اعراف ۱۳۰۲)

مسلمان نمبر ۶۲

ایسا ہی افسوس بلکہ لعنت ہے۔ ایسی سمجھ پر۔ کہ قرآن شریف پر اعتراض کرتے ہوئے مفسرین کی اوٹ لے۔ قرآن کو شریف میں جتنا مضمون ہے۔ اسکا جواب تو اصول موضوعہ نمبر ا ہی سے ملجاتا ہے۔ مگر آگے پیچھے نہ دیکھنے والوں کو علم کہاں؟ (مجموعہ صفحہ ۵۲)

آریہ نمبر ۶۳

قرآن کی تعلیم ہے کہ جب موسیٰ کوہ طور پر خدا سے باتیں کرنے میں مشغول تھے۔ تو بنی اسرائیل نے ایک بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ جو کہ سونے چاندی کے زیورات ڈھال کر بنایا گیا تھا۔ اور وہ گائے کی طرح بولا کرتا تھا۔ تعجب ہے۔ کہ دھات سے بنا ہوا بچھڑا گائے کی طرح بولے اسکو ناظرین کس قدر تو خدا نے اور کسیقدر مفسر صاحبان نے اسباب کو حل کر دیا ہے۔ کہ جب بنی اسرائیل دریائے نیل کو عبور کر رہے تھے۔ تو حضرت جبرائیل گھوڑے پر سوار ہو کر

اُن کے آگے آگے چلتے۔ ایک شخص مسمی سامری نے جبرئیل کو دیکھ لیا۔ اور اُن کے گھوڑی کے سم کے نیچے کی خاک سے ایک مٹھی بھر لی۔ جب اس نے موسیٰ کی غیر حاضری میں سونے چاندی کو ڈہال کر بچھڑا بنالیا۔ تو اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی وہ فوراً بولنے لگا۔ اور اسکی آواز سننے کے ساتھ ہی بنی اسرائیل اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے زمانہ میں گائے کی پوجا روئے زمین پر تھی۔ مگر خدا کی کلام میں دھات کے بچھڑے کا زندہ ہونا اور بولنا محض گپ ہے کہ جسکو میں مطلق تسلیم نہیں کر سکتا (طہ ۸۸-۸۹)

کمنٹ مسلمان کیا ہی تحقیق ہے اگر بات کا بتنگڑ اور رائی کا ہمالیہ بنا کر دکھاتی ہیں کیوں نہ ہو۔ سوامی دیانند کی روحانی سپوت جو ہیں! سنئے!

قرآن شریف میں صرف اتنا مضمون ہے۔ کہ سامری نے دل بہلانے کو ایک تماشا کیا چاندی سونے کا زیور گلا کر ایک بچھڑا بنایا جو آواز دیتا تھا۔ چنانچہ ارشاد ہے لَهُ خُوَارٌ۔ کس طرح وہ آواز آتی تھی؟ جیسے آجکل مصنوعی چڑیوں کو دبانے سے آتی ہے اسی قسم کے سوراخ اس میں رکھے تھے؟ کہ اون میں ہوا بھرنے سے آواز سی آتی تھی۔ اتنی ہی آواز کو سنکر آپ کے بھائی گائے پرست سجدہ کرتے تھے جنکی غلطی رد کرنے اور گئو ماتا کے پجاریوں کو ہدایت پر لانے کے لئے خدا نے فرمایا:

أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا (طہ ۸۹)

"یعنے اُن پجاریوں کو اتنی بھی سمجھ نہ تھی۔ کہ وہ بچھڑا انکی کسی بات کا نہ تو جواب دیتا تھا۔ نہ اُن کے نفع کا اختیار رکھتا تھا نہ نقصان کا۔"

کہئے! اسپر کیا اعتراض ہے؟ ہاں یہ سوال کہ جبرائیل کے پاؤں کی مٹی لیکر یہ بھی قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا۔ قرآن شریف سے صرف اتنا ثابت ہے کہ سامری نے کہا کہ میں نے رسول کے پاؤں سے مٹی لیکر اس میں ڈالی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ اسکی ایک چالبازی تھی۔ دراصل بات کچھ نہ تھی۔ صرف اُس کی چال لگی تھی۔ چنانچہ اُس نے خود ہی کہدیا: كَذَٰلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي یعنے میرے دل کو یہی بھلا معلوم ہوا۔ کہ ذرا تماشا تو دیکھیں۔ بتلائیے: قرآن شریف کا کمال ہے یا نہ۔ آریہ بھائیوں۔ گوسالہ اور گئو ماتا پرستوں

کے قصے عبرت کیلئے نقل کر کے انجام کار توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ نہ مانیں تو آپ ہی کی خوش قسمتی کی دلیل ہے آخر مانیں گے ؎

اس لئے وصل کا انکار ہے ہم جان گئے ۔ تا نہ سمجھو کوئی کیا جلد کہا مان گئے

آریہ نمبر ۶۴ قرآن کی تعلیم ہے ۔ کہ خدا نے ابراہیم کو کہا ۔ کہ اپنا بیٹا میرے نام ذبح کر۔ پس وہ ذبح کرنے لگے ۔ مگر چھری نے کاٹنہ کی اور خدا نے ایک دنبہ بدست جبرائیل بہشت سے بھیج دیا اور کہا کہ اے ابراہیم تو بڑا دلیر ہے اس مینڈھے کو اپنے بیٹے کے بدلے ذبح کر۔ مفسر کہتے ہیں ۔ کہ اسماعیل کی گردن تانبے کی بن گئی تھی ۔ اس لئے چھری نے کاٹ نہ کی ۔ اور دنبہ بہشت سے دلایا گیا تھا (صافات ۲-۱-۱۰۶)

مسلمان نمبر ۶۴ سچ ہے سخن خوش رگے بدر اہانہ ہا بسیار

جہاں پر قرآن مجید کی سیدھی سادی حکیمانہ بے لاگ عبارت ہوتی ہے ۔ وہاں پر آپ خود ساختہ مفسرین کی گود میں چلے جاتے ہیں ۔ جنکا نام تک بھی نہیں لیتے ۔ مفسرین کا ذکر کرنے سے آپکی غرض یہ ہوتی ہے ۔ کہ سماج کو معلوم کرائیں کہ میں نے قرآن شریف کو کہاں تک سمجھا ہے ۔ سنیئے اصل قصہ یوں ہے اور الفاظ قرآنیہ یہ ہیں :۔

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۗؤُا الْمُبِيْنُ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (صافات ع ۳)

سنو! مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے ۔ کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں ۔ پس تو بتلا! تیری کیا مرضی ہے ۔ بیٹے نے کہا ۔ جو تجھے حکم ہے وہ کرلے ۔ میں انشاء اللہ صبر کرونگا ۔ پس جب دونوں آمادہ ہوگئے ۔ اور باپ نے بیٹے کو منہ کے بل گرا یا ۔ تو ہم (خدا) نے ابراہیم سے کہا کہ تو نے اپنا خواب

سچا کر دیا۔ بس ہم اسی طرح نیکوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک ظاہر امتحان ہی جو تو نے پاس کر لیا۔ اور ہم نے آس سے ایک بڑا ذبیحہ بدلے میں دیا۔ یعنی ہمنے کہا۔ کہ تم ایک دنبہ ذبح کر دو۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم کے ایک خواب کا قصہ مذکور ہی۔ کہ ادنھوں نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا۔ اُس کام پر آمادگی ظاہر کی۔ تو خدا نے اُن کو اِس کام سے روک دیا۔ اور فرمایا کہ قربانی کرنی ہو۔ تو ذبیحہ کی کرو۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے اُن کو دنبہ دیا تو بہشت ہی سے دیا ہوگا۔ تو اس کا جواب، اصول موضوعہ نمبر اول سے ملیگا کہ جو کچھ دنیا میں ہے۔ وہ سب خدا ہی کے پاس ہے۔ سنو! قرآن شریف بتلاتا ہی:-

مَا بِكُمْ مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ

یعنے لوگو! جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ وہ سب اللہ ہی کے پاس سے ہے

نہ جنت راست سے ہو دی تری گر نصرت یاری	نہ ترا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری
تو کہو کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری	تو خداوند زمینی تو خداوند لیساری

تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی

کہئے! اصل بیان قرآنی پر کیا اعتراض! اس سے زائد جو کچھ اس سے پوچھئے قرآن کسیکا ذمہ وار نہیں ❊

آریہ سمنت ۶

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کے پیغمبر ابراہیم کو آگ میں ڈالدیا گیا۔ آگ بالکل سرد ہو گئی۔ چاروں طرف پھول کھل پڑے اور پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ لٹیر اور کرنیمر جیسے خدا پرست آگ میں پھینکے گئے۔ اور وہ سرد نہ ہوئی۔ کیا خدا بھول گیا تھا۔ اور ابراہیم کے ساتھ خدا کی خاص محبت تھی۔ کہ وہاں آگ کے پھول بنا دیئے اور یہاں سرد تک نہ کی۔ یہ سب جاہلوں کو معتقد بنانے کی باتیں ہیں۔ اگر قرآنی خدا کوئی ایسی کرامات دکھا سکتا ہے۔ تو چاہئے۔ کہ آجکل کسی اہل اسلام کو جو ملہم اور پیغمبر ہو کر خدا کیساتھ عیسٰے یا موسیٰ کی طرح باتیں کرنیکا دم بھرتا ہے۔ ایک لمبی چوڑی چھٹی کو آگ سے بھر کر بیچ میں پھینکدیا جاوے۔ اگر آگ گلزار ہو جاوے تو سمجھیں قرآنی معجزہ

ملہ یہ مرزا صاحب قادیانی کی طرف اشارہ ہے مرزاجی کا دستور کیا گیا ہے۔ اس سوال کا جواب قادیانی امت کے حکیم نے یوں دیا

ہیں - اکثر جاہل لوگ تو یہانتک اس تجویز کے گرویدہ ہیں کہ وہ آیت قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ کو پیپل کے پتوں پر لکھکر بخار کے مریض کو دھو کر پلاتے ہیں - اور خیال کرتے ہیں - کہ اس سے بخار اتر جاتا ہے - افسوس ہے جہالت پر اور حیف ہے ضلالت پر (انبیاء - ع ۵)

مسلمانان کا جھوٹ

باوجودیکہ جھوٹ بولنا پاخانہ کھانے کے برابر ہے - بلکہ اس سے بھی برا ہے - اس لئے کہ دنیا میں ایسے آدمی تو ملیں گے جو پاخانہ کھاتے ہوں - پنجاب ہی میں جیت رام کے چیلوں کو پاخانہ کھاتے دیکھا گیا - مگر جھوٹ بولنا ایسا مہاں پاپ (بڑا گناہ) ہے - کہ پاخانہ کھانے والے بھی اسکو برا جانتے ہیں - قرآن شریف میں کہاں ہے؟ کہ آگ میں پھول گر پڑے تھے - اور پانی کے چشمے جاری ہوگئے تھے - مجھے تو آپ سے حسن ظن تھا - مگر آپ کی روش سے معلوم ہوتا ہے - کہ پنڈت لیکھرام کی روح بصورت جھوٹ آپ پر سوار ہو رہی ہے - سوامی دیانند جی نے جو سماج کی گنتی میں جھوٹ کی ملاوٹ کبھی روا تمام زندگی میں سولہ کر گئی - سوامی مذکور کی بھی یہی عادت ہے - کہ قرآن شریف کا نام لیکر کہیں کی کہیں ہانک دیتے ہیں - اعتبار نہ ہو تو ہمارا رسالہ حق پرکاش بجواب ستیارتھ دیکھو اور ان مقامات کی جانچ میں سوامی جی نے جھوٹ اور ایجاد بندہ سے کام لیا ہے - تصحیح کر کے مقررہ انعام لو - اور اپنے گورو کی عزت بچاؤ - جو سماج کا پہلا کام ہے - لیکن یاد رکھو - کہ آجتک باوجود سالہا سال گذرنے کے نہ تم سے ہوگا اور نہ ہو سکیگا -

---

بقیہ حاشیہ ... دیکھ اے بزدل نادان ترک اسلام ہم یقین سے دعوی کرتے ہیں اور تمہیں اور تمام جہان کو سناتے ہیں کہ ہمارا مہدی اور عیسی ابن مریم اسوقت موجود ہے - وحی الہی میں ہمارے امام مہدی موعود علیہ السلام مرزا غلام احمد کو ابراہیم کہا گیا ہے " (ملخصاً - رسالہ نورالدین ص ۱۳۲)

ناظرین حکیم صاحب کی اس ترش روئی پر حیران ہونگے مگر جب اصلی خفگی معلوم کریں گے - تو حکیم صاحب سے ہمدردی فرمادینگے وہ یہ کہ امرتسر ہی ترک ہی وہ بنیاد ہے جس سے قادیان کو قادیان میں جا کر نقصان پہنچا تھا - ایک ہی قلمدستک گولے سے قادیانی طلسم کو تہ و بالا کر دیا تھا جسکی تفصیل

ایسا ہی پنڈت لیکھرام کی دیانتداری دیکھئے کہ ہستی صانع عالم میں وید اور قرآن کا مقابلہ کرتے ہوئے کہاں کی کہاں ہکی بہکی کہنے لگ گیا (دیکھو تکذیب ص۲۹)

یہ ہے سماج اور سماج کے بانی اور آریوں کے رشی۔ مہرشی بالقابہ کا حال۔ پیر اگر آپ بھی ایسے ہی ہوں تو تعجب نہیں مگر آپ تو کم زبان باپ کے نطفہ ہو۔ اور مسلمانوں کا نمک کھایا ہے۔ اسکا اثر کیوں نہ ہوا۔

سنئے! اصل مضمون قرآن شریف میں صرف اتنا ہے۔ کہ کافروں نے نہیں آپ لوگوں کے بھائیوں نے حضرت ابراہیم سے سوال وجواب میں مغلوب ہوکر ایک تجویز نکالی ہے کہ اس کو آگ میں جلادیا جائے۔ کیونکہ ہمارے معبودوں (بتوں) کی نندیا کرتا ہے۔ اسپر خدا نے فرمایا ہے۔ کہ ہمنے آگ سے کہدیا۔ کہ اے اگنی (آگ) تو ابراہیم کے حق میں سلامتی والی سرد ہوجائیو۔ اس میں بتلائیے اسوال کیا ہے؟

رہا یہ کہ خدا نے کیسے کہا اور آگ نے کیسے سُنا؟ اسکا جواب اصول موضوعہ نمبر ۱۴۱ میں ملیگا۔ اور آگ کا سرد ہونا اصول موضوعہ نمبر ۲ میں دیکھو۔ معجزہ کی مزید تحقیق نمبر ۵ میں دیکھو!

بابو صاحب! کہتے ہوئے شرم وحیا سے بھی تو مطلب چاہئے۔ بھلا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ بیان کرکے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کا کیونکر اعتقاد بڑھ سکتا تھا۔ البتہ اگر اپنی نسبت یہ بیان کرتے تو خود وہ کبرمیں کو متوقع ہوتا۔ ہاں بیشک اب بھی خدا کے فضل سے مسلمانوں میں ایسے بہت سے بزرگ ہیں۔ جو کہ قرآن شریف سے عملی فائدے لیتے اور دیتے ہیں۔ آپ آزمالیں۔ اسی آیت سے جس پر آپ نے

رسالہ الہامات مرزا سے ملسکتی ہے۔ لیکن ہم حکیم الامت قادیانیہ کی خدمت میں بہ تجربہ ادب سے معروض کرتے ہیں۔ کہ مولانا! یہی تو آپکا اور آپ کے امام (مرزا) کا قدیمی دعوی ہے۔ جو آجتک ثبوت طلب ہے۔ بے دلیل دعوی کرنا خبطیوں کا کام ہے نہ کہ آپ جیسے حکیموں اور فلاسفروں کا۔ مگر اپنی علم کی باگ مرزاجی کے ہاتھ میں دیکر خالی ہو بیٹھے ہو۔ تو نیر ہے بد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست رستہ

حاشیہ: [illegible]

شش دہائی ہے۔ آگ کو سرد کرنے والے اب بھی ہیں آپ یا کوئی دیانندی آزمانا چاہیں۔ تو
بڑے شوق سے پرکھیے

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست تو آشنائے حقیقت نۂ خطا اینجاست

آریہ نمبر ۶۶ قرآن کی تعلیم ہے کہ موسٰے ایک خدا رسیدہ شخص سے ملنے گیا پتہ یہ کہ جہاں بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی جاوے۔ وہاں بھی وہ شخص ملیگا۔ بہت جد و جہد کے بعد موسیٰ ایک جگہ پہنچے۔ جہاں مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ اور اس خدا رسیدہ شخص سے بات چیت کی۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ بھنی ہوئی مچھلی کیونکر زندہ ہو گئی؟ ان ناقابل یقین گپوں کا نام ہی معجزہ ہے تو میں اس تعلیم کو نہیں مان سکتا (کہف ۶۲-۶۵)

مسلمان نمبر ۶۶ واللہ! آجتک تو آپ کی سختیوں کو برداشت کرتا آیا ہوں۔ مگر اب بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے۔ کہ جھوٹوں پر خدا کی سو لعنت اور ہزار پھٹکار۔ کہو جی کون دھرم ہے؟

قرآن شریف سے بھنی ہوئی مچھلی کا مضمون بتلا دیں۔ تو مبلغ پانسو ہم سے لیں۔ خواہ گروکل میں دیں یا کالج میں یہ ہو آپ کی ایمانداری اور یہ ہو آپ کی بدچاری یا دیوانگی مگر آپ بھی مجبور ہیں۔ روحانی باپ دیانند جی کا روحانی اثر ہے۔ ایسی ابلہ فریبی جن کے نزدیک بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ لیکن نہ ہو۔ تو حق پرکاش نہ دیکھو۔ اور مقررہ انعام لو

پس حق تو یہ تھا۔ کہ ہم آپ کے ثبوت دینے پر اسکا جواب ملتوی رکھیں مگر اپنی عادت کے مطابق ہم ہی آپ کو بتلاتے ہیں۔ پس سنیئے! قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:-

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ
بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ
اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ
فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ
عَجَبًا قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا

ان آیتوں میں خدا تعالے نے موسے علیہ السلام کے سفر کا قصہ بیان کیا ہے جس طرف آپ نے بھی اشارہ کیا ہے۔ پس سنو! خدا فرماتا ہے کہ حضرت موسے نے اپنے خادم سے کہا۔ کہ میں جبتک مجمع البحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) پر نہ پہنچونگا۔ چلتا رہونگا۔ پھر جب وہ دونوں اس موقع پر پہونچے۔ تو مچھلی بھول گئے۔ مچھلی دریا میں کود گئی۔ پھر جب وہ اس مقام سے آگے بڑھے۔ تو حضرت موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا۔ کہ کھانا لاکھاویں۔ اُس نے اثنار گفتگو میں عرض کیا۔ کہ آپکو ہی معلوم ہے۔ کہ جب ہم اُس پتھر کے پاس ٹھیری تھے۔ تو وہاں پر مچھلی دریا میں کود پڑی تھی اور شیطان نے مجھے اُس کا ذکر کرنا بہلا دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔ وہی جگہ ہے۔ جس مقام کی ہمیں تلاش ہے۔ پس وہ دونوں تلاش کرتے ہوئے واپس پہونچے "

بتلائیے! اس میں "بھنی" کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ یاد رہے۔ کہ "بھنی ہوئی" کیلئے عربی میں مشوی کا لفظ ہے۔ پس آپ بتلاویں۔ کہ قرآنی الفاظ میں مشوی ہے؟

ہاں اس مقام پر یہ سوال ہے۔ کہ مچھلی کے کودنے سے حضرت موسیٰ نے اُس مقام کو کیونکر پہچانا۔ تو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت موسے کو خدا نے بتلا دیا تہا۔ کہ جہاں یہ مچھلی دریا میں کود جائیگی۔ وہاں ہی تیرا مطلوب ہوگا۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو بتلایا گیا۔ کہ اس مچھلی کا خیال رکھنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خدا کی بتلائی ہوئی خبر سچی ہوئی۔ اور آپ کے کذب و بہتان کا مینار گر پڑا۔

اصل میں آپ بھی معذور ہیں۔ قرآن شریف کو قرآن کی اصل زبان میں تو پڑھا نہیں۔ معمولی انگریزی یا اردو میں ترجمہ دیکھا اور کسی غیر محقق واعظ سے یا محلہ کی کسی ٹہیا عورت سے سن لیا۔ کہ قرآن میں یوں لکھا ہے تو آپ کی بلا سے "اونگہتے کو ٹھیلنے کا بہانہ" سوامی جی کی طرح نمبر لگوانیکا شوق ہے جھٹ سے کاتب کو کہا اور نمبر لگوا لیا اور اعتراض جما دیا۔ اسی شوق میں تو آپ نے اسکے ۱۱۶ بنائے ہیں دیکھو نمبر ۲۷

چونکہ آپ قرآن شریف پر معترض ہیں اور بار بار یہی لکھتے ہیں۔ کہ قرآن کی تعلیم ہے۔ اس لئے آپ کا حق نہیں۔ کہ کسی روایت یا مفسر کے قول کو پیش کریں۔

بلکہ صاف قرآن کا مضمون بتلائیں فافہم ولا تعجل

آریہ ہمنسبر ۲۲ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ حضرت عیسے مٹی سے کھلونے بناکران میں سوح ڈالدیتا تہا۔ اور اپنے حواریوں کے سامنے ہی اس کو اڑا دیا کرتا تہا۔ یہ اُس کا معجزہ تہا۔ اہل قرآن تو یہ تسلیم کرسکتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت عیسے ان کے نزدیک بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ جانوروں کو بھی بغیر ماں باپ کے پیدا کر سکتے تھے۔ مگر میں آنکھیں بند کر کے ایسی خلاف از قانون قدرت باتوں کو ہرگز ہرگز نہیں مان سکتا۔ پہر آگے دیکھئے۔ کہ

حضرت عیسے مردوں کو زندہ کردیتے تہے۔ افسوس ہے زندہ کرنیکا لفظ شاید غلطی سے درج قرآن نہیں ہوسکا۔ ورنہ مردوں کو زندہ کردیتے تہے۔ افسوس ہے زندہ کرنے کا لفظ شاید غلطی سے درج قرآن نہیں ہوسکا۔ ورنہ مردوں پہ آجکل بھی آزما کر دیکھ لیا جاتا۔

یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسے کو مارا اور نہ ہی پھانسی پر چڑہایا۔ بلکہ اُن لوگوں کو خاص شبہ پڑ گیا۔ اس شبہ کو مفسروں نے یوں حل کیا ہے۔ کہ حضرت عیسے کو تو خدا نے آسمان پر اٹھا لیا۔ اور اُس کی جگہ اُس کے ایک دشمن کی شکل جو عیسے کو تو خدا نے آسمان پر بلا لیا۔ اور اُس کی جگہ اُس کے ایک دشمن کی شکل جو عیسے کے مارنے کے درپے تہا۔ ہوبہو عیسے کے مشابہ بنادی۔ لوگوں نے اُسکو مار ڈالا۔ اور حضرت عیسے صاحب آسمانوں پر بہاگ گئے۔ معلوم نہیں۔ آسمانوں پر کس طرح اڑ گئے اور ہوا کے بغیر بجاس میل اوپر جاکر وہ سانس کس طرح لیتے رہے؟ یہ بائیبل کی نقل کی گئی ہے اور اسی کی تقلید میں انہوں نے اپنے پیغمبر کو بھی براق پر چڑہا کر ساتوں آسمانوں کی سیر کرادی ہے اور آدم عیسے۔ موسے۔ ابراہیم کی خدا سے باتیں کرادی ہیں (نساء ۱۵۷)

مسلمان ہمنسبر ۲۲ ہ

اے کہ آگاہ نۂ عالم درویشاں را
تو چہ دانی کہ سودائے سرمستان را

بیشک سب کچھ ہوتا تہا۔ مگر خدا کے حکم سے ہوتا تہا۔ ایسے معجزات کی تحقیق نمبر ۷ میں گذر چکی ہے ناظرین ورق الٹ کر ملاحظہ فرماویں +

اصول موضوعہ نمبر ۲ میں ہم لکھ آئے ہیں۔ کہ خدا کی ہر ایک کام کیلئے قانون ہے۔ مگر ظہور ہمیشہ ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ ہر ایک کام کے لئے ایک ایک وقت ہے۔ پس ایسے عجوبہ کاموں کے لئے کسی واثق یا کسی تاریخی شہادت سے ثابت ہونا کافی ہے۔

آریہ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ایک شخص کو قیامت کا یقین دلانے کے لئے مار دیا۔ اور سو سال کے بعد زندہ کر کے پوچھا۔ بتا تو کتنے سال مردہ رہا۔ کہا ایک دن یا ایکدن سے بھی کم۔ خدا نے کہا۔ کہ نہیں تو سو سال تک مردہ رہا۔ دیکھ تیرے گدھے کی ہڈیاں بالکل بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ ہم ان کو تیرے سامنے ہی گوشت پوست لگا کر زندہ کرتے ہیں۔ گدھا بھی سو سال کا مردہ زندہ ہو گیا۔ لطف یہ کہ اسکا کھانا بھی سو سال میں بالکل نہ سڑا۔ اور ویسے کا ویسا ہی ترو تازہ رہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس شخص نے خواب دیکھا ہو۔ مگر اُڑانے والوں نے خوب ہی بے پر اُڑائی (بقرہ۔ ۲۵۹)

مسلمان خواب کی گپ کا ذکر اپنی طرف نسبت کرنے اور اسکے موجد کا نام نہ لینے سے آپ کی غرض شاید یہ ہے کہ کوئی اعلیٰ رتبہ حاصل کریں۔ ورنہ اصل موجد اس توجیہ کے جو آپ نے اپنی طرف نسبت کی ہے۔ سید احمد خاں ہیں۔ آپ نے ان کے کلام سے اڑا کر اپنے نام پر لگا لی ہے۔ اگر آپ کو یہی توجیہ پسند ہے۔ تو یہی قبول کیجئے اور اگر یہ پسند نہیں تو نمبر ۵۰ اور اصول موضوعہ نمبر ۲ کو ملاحظہ کیجئے اور اگر خدا کی کاموں پر شبہ ہو۔ تو اصول موضوعہ نمبر ۱ پر پہنچئے۔ بہر حال یہ سوال کوئی نیا نہیں۔ ممکن ہے کوئی مسلمان آپکو اور طرز سے بھی جواب دے سکے۔

آریہ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ابراہیم نے خدا سے پوچھا کہ خدا تو کس طرح قیامت کو مُردے زندہ کریگا۔ خدا نے کہا۔ کیا تجھے اس میں کچھ شک ہے۔ ابراہیم نے جواب دیا۔ کہ شک تو نہیں مگر میرا دل کچھ مطمئن نہیں ہے خدا نے کہا۔ اچھا۔ چار پرندے لیکر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے چند پہاڑوں پر رکھدے۔ اور پھر ان کو بلا۔ وہ تیری طرف بھاگتے آئینگے۔ روشن ضمیر اور عالی دماغ مفسروں نے اسپر حاشیہ افزائی کر کے خوب نور علی نور کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم نے ایک کوا

ایک کبوتر۔ ایک فاختہ۔ ایک مینا۔ چار جانور لئے چاروں کے سر کاٹ کر تو اپنے پاس رکھ لئے
اور دھڑوں کو ہاون دستہ میں ملا کر کوٹ کر بالکل چور چور کر دیا۔ اور اس چوری کا تھوڑا تھوڑا
حصہ چار پہاڑوں پر رکھدیا۔ پھر بولنے لگا۔ ای کوے آ۔ اے کبوتر چلا آ۔ ای فاختہ! اڑ کر چلا
اے مینا! چل۔ اور تم اپنے اپنے سروں کے ساتھ آ لگو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابراہیم کو
تو اس معجزے سے تسکین مل گئی۔ مگر میرا قرآن پر سے ایمان ٹوٹ گیا۔ افسوس! میں ایسی
لایعنی باتوں کو قبول نہیں کرتا (بقرہ - ۲۶۰)

مسلمان "وہ کیسا پاپی اور عقل کا دشمن ہے۔ جو متکلم کے خلاف منشاء کلام کے معنی کرتا ہے" (دیباچہ ستیارتھ ص)

بابو صاحب! اصول موضوعہ نمبر ۶ کو یاد کر کے سنیئے!
جس آیت پر آپ کو شبہ ہوا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ

جسکی بابت لکھا ہے صرھن بضم الصاد معناہ املھن وجھھن (تفسیر معالم التنزیل)
پس آیت کے معنی یہ ہیں۔ کہ ان جانوروں کو اپنے ساتھ ہلا یعنی خوگیر اور مانوس کر چنانچہ
شاہ عبد القادر صاحب دہلوی نے اس کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے
حضرت ابراہیم کو ایک نیچرل دلیل سے مطلب سمجھایا۔ جو حضرت ابراہیم جیسے باریک بین نے
فوراً سمجھ لیا۔ مگر آپ جیسے خردہ گیر کو اعتراض کی سوجھی۔ مطلب آیت کا یہ ہے۔ کہ خدا نے حضرت
ابراہیم کو سمجھایا۔ کہ چند جانوروں کو لیکر اپنے ساتھ ہلا۔ پھر وہ تیرے بلانے پر تیرے
پاس آئیں گے۔ پس جبکہ یہ جانور چند روزہ انس سے اس قابل ہو گئے۔ کہ تیرے حکم
سے روگرداں نہ ہوں۔ تو خدا کے ساتھ تو تمام مخلوق بذاتہ مانوس ہے۔ اس کے
حکم سے کیونکر نہ تعمیل کریں گے اور کیونکر زندہ نہ ہونگی۔ سب ذرہ ذرہ اس کے زیر حکم

...ت کے اخیری فقرہ سے اسی معنے کا اظہار ہے۔
وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

یعنی یہ یقین رکھ کہ اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور بڑی حکمت والا۔"

بابو صاحب! انصاف سے کہنا قرآن کے لفظ پر آپ نے اعتراض کیا ہو۔ بوٹی بوٹی کرنا وا لفظوں سے سنا ہوگا۔ قرآن میں کوئی لفظ ان معنے کا ہو۔ تو ہمیں بتا دیجئے۔ اور اگر اس لفظ سے شبہ ہو۔ جو آیت میں ہو کہ:-

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا

یعنی ان میں سے ایک ایک جزو کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ۔ تو اس کے معنے ہیں۔ کہ مجموعہ میں سے جزو یعنی ایک ایک کو چنانچہ دوسری آیت میں خدا نے فرمایا ہو:-

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ

یعنی جہنم کے ہر دروازہ کے لئے کفار کا ایک ایک جزو ہوگا۔ یعنی ایک ایک قسم کے کافر ایک ایک دروازے سے داخل ہونگے۔

اصل یہ ہو۔ کہ جزو وہ ہوتا ہو۔ جس سے کل مرکب ہوتا ہو۔ پس جس طرح ایک مفرد چیز مثلاً انسان کے اجزاء اس کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ اسی طرح ایک مجموعہ مثلاً سکول کی ایک کلاس کے اجزاء وہ لڑکے ہیں۔ جو اس میں داخل ہیں۔ یہ نہیں۔ کہ ان لڑکوں کے اجزاء ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ اس کلاس (جماعت) کے اجزاء ہیں۔ بلکہ ایک ایک لڑکا بذات خود جزو ہے۔ پس چار جانور جو حضرت ابراہیم نے لئے تھے۔ اس مجموعہ کے اجزاء ایک ایک سالم جانور تھا۔ نہ کہ اس جانور کے اجزاء۔ افسوس! آپ لوگ ایسے موٹے اصول سے ناواقف ہوں۔ تو پھر کس کا قصور ہو؟

اگر اب بھی نہ وہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے

آریہ سماج

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ہفتہ والے دن مچھلی پکڑنے والوں کو خدا نے سور اور بندر بنایا۔ پوچھنا چاہئے۔ کہ آدمیوں کے بندر و سور کس طرح بن گئے؟ کیا ان کے دُم نکل آئی تھی۔ یا بے دُم کے بندر اور سور بنے تھے؟ یہ سب فضول گپیں ہیں۔ جن کو عقل پسند آدمی کبھی بھی تسلیم نہیں کرسکتے۔

(اعراف - ۱۶۶)

مسلمان

بیشک بندر سؤر بن گئے تھے - مگر ایسی طرح نہیں - کہ بندری کے رحم میں نطفہ ٹھیر کر بندر کے بچے بنے - جس سے آپ کو یا آپکے کسی وکیل (آریہ مسافر) کو تناسخ کی سوجھی - بلکہ اُسی طرح بیٹھے بٹھائے چلتی پھرتی اور اگر خلاف قانون قدرت کا کھٹکا ہو - تو اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھو - افسوس ہے - کہ عقلمند کہلا کر ایسی باتوں پر اعتراض کریں - اگر آپ اس امر کا (کہ بدکار آدمی بندر سؤر کیونکر بن گئے تھے) مشاہدہ اور قطعی فیصلہ کرنا چاہتے ہیں - تو اسوقت بھی ہو سکتا ہے ایک شخص صاحب ہمت نے آپ ہی کو دعوت دی ہے - جو بایں خیال کہ شائد آپ کی ملاحظہ سے نہ گذری ہو - ہم بھی نقل کرتے ہیں - جو رسالہ النذیر میں ۷ نمبر ۷ جلد اوّل میں بعنوان ذیل چھپی تھی :-

ایک کھلی چٹھی

مکرم و معظم جناب منشی تدر حسین صاحب اڈیٹر رسالہ النذیر دام عنایتکم
السلام علیکم - مزاج شریف! کل بندہ نے ایک کتاب آریہ سماج کی مسمّی بہ ترک اسلام پڑھی ہے - جس کے دیکھنے اور پڑھنے سے ہر عضو میں رعشہ پیدا ہو گیا - واقعی بموجب حدیث شریف وقت قریب آ گیا ہے - آپ سے (برائے خدا) میری صرف اس قدر تمنا ہے - کہ آپ بذریعہ النذیر کتاب ترک اسلام کے مصنف کو مطلع کر دیں - کہ وہ ہمارے مذہب اسلام کا مقابلہ مجھ غریب دکم عقل و بے علم سے اس طرح کر لے - کہ کسی مقام پر حاکم ضلع کے سامنے بندہ اور وہ شخص چالیس روز تک بے آب و دانہ علیحدہ علیحدہ مکانوں میں مقفل کر دئے جائیں - اور کنجی حاکم ضلع کو (جو کہ ہم دونوں کے خلاف مذہب ہو) دیدی جائے - بعد چالیس روز کے ہم دونوں تمام مردمان خاص و عام کے روبرو باہر نکالے جاویں - اُس وقت جس کا منہ مثل خنزیر کے ہو جاوے - اُسکا مذہب غلط ہے - اور جسکا منہ منور

نکلے۔ اس کا مذہب برحق مانا جاوے۔ اگر اس بات پر وہ آمادہ ہوں۔
تو مجھے اطلاع دیں۔ میں اقرار بالا پر جہاں وہ فرماویں حاضر ہونگا اور
اگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ تو میں اُن کی جملہ بات لغو اور جھوٹ شمار کروں گا۔
اور حتی الوسع ہر جگہ مشتہر کرونگا ۲۳ تمبر ۱۹۱۰ء

کمترین عبد الکریم خاں ہیڈ ماسٹر مشن سکول۔ اسپارکس گنج۔ بہرائچ اودھ

آریہ نمبر ۷۳
قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ چند فٹ لمبی چوڑی کشتی میں نوح نے روئے زمین کے تمام چرندے پرندے۔ درندے وغیرہ کا ایک ایک جوڑا معہ اون کی خوراک کے رکھ لیا۔ اور باقی تمام مخلوقات تباہ ہو گئی۔ یہ کتنی بڑی گپ بلکہ گپ کا بھائی گپوڑا ہے۔ ہاتھی۔ گینڈے۔ شیر۔ کھچیرو۔ سئور بندر۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ وغیرہ لاکھوں جسیم جانوروں کو ایک چھوٹی سی کشتی میں رکھ لینا کون تسلیم کرے (مومنون۔ ۲۷)

مسلمان نمبر ۷۳
نمبر ۱۹ میں ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ بابو صاحب کا اعتراض قرآن شریف پر نہیں۔ بلکہ محض اپنے دل و دماغ پر ہے۔ جس سے نکلتا ہے۔ کہ طوفان نوح تمام دنیا پر آیا تھا۔ ناظرین ورق الٹ کر نمبر ۱۹ کو بغور دیکھیں پھر اس نمبر کا جواب سنیں۔ بیشک حکم ہوا تھا۔ کہ ہر ایک قسم سے دو دو جانور سوار کر لے مگر کل دنیا سے نہیں۔ بلکہ جتنے جاندار حضرت نوح کے ارد گرد تھے یا یوں کہئے۔ کہ جتنے جاندار حضرت نوح کے ارد گرد تھے۔ یا یوں کہئے۔ کہ جتنے جاندار اُن کو کھیتی باڑی اور دیگر ضروریات زندگی میں کار آمد تھے۔ تاکہ امور معاش نہ رکیں۔ چیونٹیوں اور بھیڑوں سے اُنہیں کیا مطلب تھا۔ بتلائیے! اس پر کیا سوال؟ یہی کہ عقل بڑی یا بھینس؟

آریہ نمبر ۷۴
قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اگر ایک عورت کسی مرد کا چہرہ تک بھی نہ دیکھے۔ تو بھی اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہو سکتا ہے اس بات کی شہادت حضرت عیسےٰ اور مریم کے قصے سے ملتی ہے۔ جو کہ قرآن میں اکثر جگہ موجود ہے۔ اہل قرآن حضرت عیسےٰ کو یوسف نجار کا بیٹا تسلیم نہیں کرتے

جیسا کہ وہ ہے۔ اُلٹا اُسکو بغیر باپ کے پیدا شدہ مانتے ہیں۔ اِس بات سے قانون قدرت پر دھبا اور مریم پر الزام لگتا ہے۔ اور یہ بات بجائے ایک معجزہ کے ایک فحش بات ہوجاتی ہے۔ میری عقل اور شائستگی اجازت نہیں دیتی۔ کہ میں حضرت عیسےٰ کو اُن بچوں کے ساتھ ملاؤں۔ جو آج کل نامعلوم باپ سے پیدا شدہ سمجھے جاتے ہیں۔ قرآن کی ایسی تعلیم سے میرا دل کھٹا ہوُا (مریم ۔ ۱۶)

مسلمان

بابو صاحب کیسے نازک مزاج ہیں۔ ماشاء اللہ ٥

اِس نازنین کو دیکھنا جو دت نہ چھیڑنا
گر رو ٹھ بھی گیا تو منا یا نہ جائیگا

بیشک قرآن شریف بلکہ انجیل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ یوسف نجار کے نطفے سے پیدا ہونا نہ تو قرآن شریف سے ثابت ہے نہ انجیل سے۔ صرف آپ کی اپنی الہٰی کا مضمون ہے۔ اگر خلاف قانون قدرت کا خیال ہے۔ تو اصول موضوعہ نمبر ۲ دیکھو۔

بچہ کی پیدائش کے متعلق اطبا کی یہ تحقیق ہے۔ کہ ماں کی منی منعقدہ اور باپ کی منی عاقدہ ہے۔ یعنے عورت کی منی بمثل آٹے کے سمجھو۔ اور مرد کی بمثل پانی کے۔ کہ آٹا پانی سے انعقاد پاتا ہے۔ پس عورت کی منی کو اگر قوت عاقدہ مناسب پہونچ جائے تو انعقاد ممکن ہے۔ پھر کیونکر ممکن نہیں۔ کہ صدیقہ مریم کے رحم میں کسی خاص اثر سے قوت عاقدہ پہونچکر موجب انعقاد ہو گئی ہو!! اس تقریر کی توضیح آجکل ہم مشاہدہ سے پاتے ہیں۔ کہ مرغی کے انڈوں کو بغیر مرغ کے بھی اگر مناسب طریق سے اندازہ کے ساتھ سینک پہونچایا جاتا ہے۔ تو بچے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مرغی کے سینے کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ ٹھیک اسی طرح یا کسی خاص صورت سے صدیقہ مریم کو مرد کی منی سے انعقاد کی حاجت نہ رہی۔ یا صرف اُسی کی منی میں دونوں قوتیں ہوں۔ یا اُس کے رحم میں کوئی خاص تاثیر ہو۔ جس سے اُس کی منی کو انعقاد ہو گیا ہو! تو کیا خرابی ہو! اصول موضوعہ نمبر ۲ کو دیکھو ٭

عیسائیو! سید الانبیا کے ناشکرو! اسلام کے احسان فراموشو! دیکھتے ہو؟ کہ خدا کے مقرب بندے حضرت مسیح کی بابت قرآن اور مبلغ قرآن نے حق فیصلہ کیا۔ تو مورد اعتراض بنا۔ انصاف سے کہنا۔ خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہنا کہ اگر پیغمبر اسلام علیہ السلام بھی مسیح کے دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ تو آج قرآن شریف پر تو اعتراض کیا ہوتا مسیح کے بدگوؤں کی تعداد دنیا میں آج کروڑہا زیادہ ہوتی۔ پس اس احسان کے مقابلہ پر اپنے برتاؤ کو دیکھو! کیا ہی مسیح ہو ع کرنہارے تو مارا کرو گستاخ

آریہ کمنٹ

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ جب لوط کی قوم نے حضرت لوط کی نصیحت سے روگردانی کی۔ تو خدا کو بڑا غصہ آیا۔ چنانچہ اسی جوش میں آکر ان تمام شہروں کو اٹھا کر الٹا کر کے پھینک دیا۔ اور پھر اوپر سے پتھروں کا مینہہ برسادیا۔ روشن دماغ مفسر اس پر اور بھی رنگ چڑھاتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے آپ تو شہروں کو نہیں اولٹا تھا۔ بلکہ اس نے جبرائیل کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے پر شہروں کے نیچے رکھکر مکانات وغیرہ کو پروں پر اٹھالے چنانچہ جبرائیل شہروں کے شہریوں پر اٹھا کر آسمان کی طرف اڑ گیا اور اتنا اونچا چلا گیا۔ کہ اہل آسمان نے بھی ان شہروں کے گدھوں۔ کتوں اور مرغوں کا شور وغل سن لیا۔ پھر جبرائیل نے اوپر سے الٹا کر کے ان کے نیچے پھینک دیا۔ اور وہ سب تباہ ہو گئے۔ افسوس ہے جہالت پر (ہود - ۸۲)

مسلمان کمنٹ ٥

بلا سے کوئی ادا ان کی بدنما ہو جا
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

افسوس! بابو صاحب ہمیشہ کج رو چلتے ہیں۔ قرآن شریف پر جب کچھ نہیں بن آئی۔ تو علما کے علما میں سے بھی نامعلوم مفسرین کے اقوال کی اوٹ لیتے ہیں جس کا جوابدہ ہم کسیطرح نہیں ہو سکتے۔ ہم تو ان مضامین کی صحت بتلا دینگے۔ جو قرآن شریف میں ہیں۔ پس سنیئے! قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ

مَّنضُودٍ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ (ہود ع)

یعنے خدا فرماتا ہے۔ جب ہمارا حکم آیا۔ تو ہم نے لاطیون کی اوپر کی جانب نیچے کو کردی (یعنی اُس بستی کے تمام مکانات کی چھتیں گرا دیں) اور اوپر پتھروں کی بارش کی جو سخت مٹی سے بنے ہوئے تھے۔ جو تیرے پروردگار کے نزدیک اُس سزا کے لئے مقرر تھے۔ اور ایسی سزا ظالموں سے کچھ دور نہیں"

مطلب آیت کا تو صاف ترجمے ہی سے ظاہر ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی سمجھے جس کی سمجھ میں نہ آئے۔ اُن کی خاطر مزید توضیح کرتا ہوں۔ یعنی جب لوطیوں کی شرارت حد کو پہونچگئی۔ اور وہ شرک۔ کفر اور لونڈے بازی سے (جس میں وہ سخت مبتلا تھے) باز نہ آئے۔ تو خدا کے حکم سے اُن کی تمام بستی گرگئی۔ غور سے دیکھیں آیت میں کیا لفظ ہے:۔ یعنے

جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

جسکی ترکیب یہ ہے کہ عالیہا مفعول اوّل ہے اور سافلہا مفعول ثانی ہے جیسے کہا کرتے ہیں جعلت الطین کوزا۔ میں نے مٹی کو کوزا بنا دیا۔ تو پس آیت کے لفظوں میں صاف مضمون ہے۔ کہ اُس بستی کی اوپر کی جانب کو نیچے سے ملا دیا۔ یعنی اسکی چھتیں گرا دیں۔ چنانچہ دوسرے ایک مقام پر اس مضمون کو ان لفظوں میں ادا کیا گیا ہے۔ جو عام طور پر کفار کے حق میں ہے۔ جن میں لوط کی قوم بھی شامل ہے:۔

فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ

یعنی خدا کا حکم اُن کی نیووں تک آپہنچا۔ تو اُن کی چھتیں اُن پر گر پڑیں۔ جتنے لوگ چھتوں کے نیچے تھے۔ وہ تو نیچے دب کر مر گئے اور جو باہر میدانوں میں تھے۔ وہ پتھروں سے تباہ ہوئے۔ اس کے سوا جو کچھ آپ یا کوئی صاحب کہیگا۔ وہ قائل کے دماغ کی ایجاد ہوگی۔ قرآن شریف کا مضمون بالکل صاف ہے۔ ہاں اگر یہ سوال ہو کہ پتھر کیونکر گرے؟ اور پتھروں سے کیوں مارا؟ اس کے جواب کے لئے اصول موضوعہ نمبر ا و نمبر ۲ کو دیکھو۔ اور اگر اس سے تسلی نہ ہو۔ تو سنو!

آجکل بھی زور کی ہوا میں پتھروں کی کنکریاں ہوتی ہیں۔ اُن میں کیسقدر بڑی بھی ہونگی! جو اُنکی ہلاکت کو کافی ثابت ہوئی ہوں اور یہ اسلیئے تھی کہ ایک ایسا جرم کرتے تھے۔ جسکی سزا آجکل بھی تعزیرات ہند میں دس سال قید یا حبس دوام بدریائے شور ہو دیکھو دفعہ ۳۷۷ تعزیرات ہند

آریہ نمبر ۷۶ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے شعیب پیغمبر کی قوم کو چیخ مار کر ہی فنا کر دیا۔ اور اسی طرح صالح پیغمبر کی قوم کو تباہ کر دیا۔ کیا اب یہ چیخیں بند ہو گئی ہیں۔ یہ سب بچوں کو بہلانے کی کہانیاں ہیں۔ کہ جن کو اگر پڑھے لکھے سچ مان لیں۔ تو وہ بھی بچے ہی سمجھے جائیں گے (ہود۔ ۹۴)

مسلمان نمبر ۷۶ کیا ہی بچوں کے سے اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے چیخ مار کر فنا کر دیا بابو صاحب! تم تو کیا تمام انڈیا کے آریہ بلکہ کل یہ مضمون قرآن سے نکالنا چاہیں۔ تو نہ نکال سکیں گے۔ اعتبار نہو۔ تو مبلغ پانسو روپیہ کا وعدہ لیجیئے! اور نکالئے ورنہ جھوٹ بولتے ہوئے شرمایئے! سنیئے! اصل عربی الفاظ یہ ہیں:۔

وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ( )

یعنی ظالموں کو سخت آواز نے آپکڑا۔ پس اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے" اسی آیت کا آپنے حوالہ دیا ہے۔ پس بتلائیے! کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ:۔ "خدا نے چیخ مار کر فنا کر دیا" بلکہ یہاں تو آپ نیچرل رُول کے مطابق اُن کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ کہ بادل کی سخت گرج سے یا پہاڑ کے پھٹنے سے اُن کے دماغ پھٹ گئے۔ اور بس اور اگر یہ لفظ بھی ہوتا کہ خدا نے چیخ ماری۔ تو بموجب اصول موضوعہ نمبر اول کیا اعتراض تھا؟

آریہ نمبر ۷۷ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے مٹھی بھر کنکریاں مار کر فوج مخالف اسلام کو بھگا دیا۔ حاضرین! کیا بھلا خدا بھی کنکریاں اور روڑے مارا کرتا ہے؟ روڑے مارنا نادان بچوں کا کام ہوتا ہے نہ کہ عقلمندوں کا۔ اور پھر خدا کا۔ میں ان باتوں کو مان نہیں سکتا۔

(انفال ۔ ۱۷)

مسلمان اصول موضوعہ نمبر ۱ کو یاد کریں۔ تو یہ اعتراض سر دسری دیولنے کی بڑ معلوم ہوتا ہے۔ ناظرین ورق الٹنے کی تکلیف گوارا کریں دنیا میں جتنے کام ہوتے ہیں۔ وہ خدا ہی کرتا ہے۔ اعتبار نہ ہو تو اصول موضوعہ نمبر ۱ میں وید منتر ملاحظہ ہو۔ اور بچوں کی سی باتیں چھوڑ دو۔

آریہ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ہزاروں فرشتے اہل اسلام کی خاطر لڑنے کے لئے بھیجنے کا وعدہ کیا۔ افسوس ہے کہ وہ آسمانی مدد تا ہنوز مفقود الخبر ہے۔ بیچارے مسلمان روس آسٹریا سے نکالے گئے یورپ میں انکو شکست ہوئی۔ افریقہ میں خستہ ہوئے۔ ہندوستان میں سلطنت کھو بیٹھے۔ مگر آسمانی فرشتوں نے ان کی کچھ مدد نہ کی۔ ممکن ہے کہ فرشتے اہل فرنگ کی توپوں کی آواز سے ڈر کر آسمان میں ہی چھپ رہے ہوں یا راستہ بھول گئے ہوں۔ بھلا ایسی لغویات کیا قابل تسلیم ہیں؟ (انفال-۹)

مسلمان "بیچو پر پوت پتا پر گھوڑا بہتا نہیں پر تھوڑا تھوڑا" یہی سوال پنڈت دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش چودھویں باب کے ۵۸ میں کیا ہے۔ اس کا مختصر جواب گو یہ ہو سکتا ہے کہ

تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجاست

مگر ہم اسی پر قناعت نہیں کرتے بلکہ اصل حال عرض کرتے ہیں بیشک ہم مانتے ہیں کہ مسلمان آسٹریا سے تو کیا ہندوستان جیسے ملک سے بھی (جسکو انہوں نے بزور شمشیر فتح کر کے غلاموں کو دو دو روپیہ پر فروخت کیا تھا۔ جہاں پر ان کی حکومت ہزار سال تک رہی تھی جس ملک کو بوجہ آرام و آسائش کے ہندوستان جنت نشان سمجھا جاتا تھا) کچھ عجب نہیں کہ آپ کی نیشنل کانگرس کی برکت سے باہر دھکیلے جاویں کیا معنی؟ ہم خود مانتے ہیں کہ دھکیلے جاوینگے بلکہ سچ پوچھو تو ہم اس زمانہ کے منتظر ہیں خدا وہ دن لائے تاکہ سوتا شیران گیدڑوں کی تھپڑ تھپاٹ سے کسی طرح جاگے اور ہوش سنبھالے کیونکہ اصلی مسلمان مسلمان نہیں ہے۔ جن سے فرشتوں کے ذریعے مدد دینے کا وعدہ

تھا۔ ہائے وہ مسلمان اللہ اللہ! ۵

نظم

سب اسلام کے حکم بردار بندے — سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے — یتیموں کے بیوں کے غمخوار بندے
رہِ کفر و باطل سے بیزار سارے — نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے — کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکامِ دین پر جھکا دینے والے — خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے — فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف اُن میں باہم دگر تھا — تو بالکل مدار اسکا اخلاص پر تھا
جھگڑتی تھی لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا — خلاف۔ آشتی سے خوش آیندہ تر تھا
یہ تھی موج پہلی اُس آزادگی کی — ہرا جس سے ہونے کو تھا باغ گیتی

نہ کھانوں میں تھی واں تکلف کی کلفت — نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت — فقیر اور غنی سب کی تھی ایک حالت
لگا یا تھا مالی نے اک باغ ایسا — نہ تھا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفے تھے اُمت کے ایسے نگہباں — ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمی و مسلم کو یکساں — نہ تھا عبد و حر میں تفاوت نمایاں
کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی — زمانہ میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ انکی — فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ انکی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُن کی — شریعت کے قبضے میں تھی باگ انکی
جہاں کر دیا نرم نرما گئے وہ — جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہئے واں کفایت — سخاوت جہاں چاہئے واں سخاوت
جچی اور تلی دشمنی اور محبت — نہ بے وجہ الفت نہ بے وجہ نفرت

جسکا حق سے جو جنگ کی حق ہو وہ بھی

رکا حق سے جو ترک کے حق ہو وہ بھی

سنو! قرآن شریف خود اس حکم کو مقید کرتا ہے۔ غور سے پڑھو!

اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

یعنی تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم ایمان میں مضبوط ہو۔

ہاں یاد آیا۔ کہ ویدمیں تو یہ لکھا تھا کہ

"تمہارے ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تمہاری فوج جرار بہادر اور نامی گرامی ہو تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو"

(رگ وید استھک اول ادھیائے ۳ ورگ ۱۸ منتر ۲)

اب کیا بات ہے کہ روئے زمین کی بجائے دنیا کے چپہ بھر ٹکڑے پر بھی ویدک حکومت نہیں پائی جاتی۔ کیا غازی محمود غزنوی یا محمد غوری نے وضو کرکے اس منتر پر پانی چھڑک دیا۔ نہیں نہیں ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اسی رگوید میں لکھا ہے۔

جبتک لوگ دہرم پر چلتے رہتے ہیں۔ تب تک سلطنت بڑھتی ہے اور جب بداعمال ہو جاتے ہیں۔ تو راج نیست و نابود ہو جاتا ہے" (منڈل ۱۔ سوکت ۹۲ منتر ۱)

سنو! قرآن شریف بھی آیت مذکورہ میں یہی مطلب بتلاتا ہے کہ اگر تم ایمان میں کامل ہو گے۔ تو ہمیشہ غالب رہو گے نہیں تو نہیں۔"

ہاں اس سے مسلمانوں کی بداعمالی کا ثبوت بیشک ملتا ہے۔ سو یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم اپنے پڑوسی ہندوؤں کی صحبت سے متاثر ہو کر خدا کے حکموں سے غافل ہو بیٹھے۔ جسکا نتیجہ بھگتنا پڑا ہے

ہر چہ بر ماست از ماست

مگر آپ ایسے نہ ہو جیئے! بلکہ اپنے باپ میاں جی سلطان محمد مرحوم کے سپوت بنئے۔ چشم ما روشن دل ما شاد۔

آریہ نمبر ۷۹

قرآن کی تعلیم ہے کہ ذوالقرنین نے مغرب میں جاکر دیکھا کہ سورج ایک دلدل میں غروب ہوتا ہے۔ کیا خوب اگر ذوالقرنینی دلدل کا جہاز رانوں کو تا ہنوز پتہ نہیں ملا۔ امریکہ ملگیا۔ آسٹریلیا۔ بہت سے اور جزیرے بھی مل گئے۔ ذوالقرنینی دلدل نہ ملی۔ کیا خشک ہوگئی ہے؟ یا آسمان پر چڑھ گئی ہے۔ حاضرین! ایک معمولی جغرافیہ دان بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ تو میں کیونکر کرسکتا ہوں (کہف - ۸۶) ہاں صاحب آپ تو بڑے لائق ہیں۔

مسلمان نمبر ۷۹

واہ ری بے علمی اور بدنجیتی اور کورانہ تقلید! تیرا ستیاناس! تو انسان کو کیا ذلیل کراتی ہے۔ اصول موضوعہ نمبر ۱ کو بھی جانے نہ دیجئے جس لفظ پر آپ کو شبہ ہوا ہے۔ وہ وَجَدَ ہے جو وِجدان سے نکلا ہے۔ جو افعال قلوب سے ہے۔ چنانچہ عربی گرامر کی ایک چھوٹی سی کتاب نحو میر ہے اس میں افعال قلوب کو شمار کیا ہے اسکا ایک بیت یہ ہے ؎

خِلْتُ باشد با عَلِمْتُ پس حَسِبْتُ با زَعَمْتُ　　پس ظَنَنْتُ با رَءَیْتُ پس وَجَدْتُ بجنا

افعال قلوب بھی نہ جانتے ہوں۔ تو یوں سمجھئے کہ ان فعلوں (اور دل توڑوں) میں سے ہی جو دل اور خیال سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس اب آیت کے الفاظ سنئے!

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَھَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ (کہف)

یعنی ذوالقرنین جب اپنے ملک کی مغربی سمت پر پہونچا۔ تو سمندر کے کنارے پر پہنچکر اسنے گمان کیا۔ کہ سورج سمندر کے پانی میں ڈوبتا ہے۔

چنانچہ یہ ارشاد ہر ہیں لکھتا ہے۔ اعتبار نہ ہو۔ تو سمندر کے کنارے پر کھڑے ہوکر آزمالو۔ یا بمبئی اور کراچی والوں سے پوچھ لو۔ بعد اس تحقیق کے ہمکو بتانا۔ کہ متکلم کے خلاف منشا ایسے کام کرنیوالے کون ہوتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ پرکاش ص۶)

آریہ نمبر ۸۰

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کو آہنی دیوار اور سمندر کے بیچ میں قید کردیا۔ اور یہ عجیب الخلقت آدمی قیامت کو وہاں سے نکلیں گے۔ افسوس کی بات ہے۔ کہ یورپ والوں نے چپہ چپہ

زمین تلاش کر ڈالی - اور روئے زمین کی آبادی معلوم کر لی - مگر یاجوج ماجوج ان کو کہیں نہ ملے - بعضے لوگوں نے یہ کہدینا شروع کیا - کہ دیوار چین سد سکندری ہے اور اہل منگولیا یاجوج ماجوج ہیں (کہف آئت ۹۴)

مسلمان کمنٹ جس آئت پر آپ کو شبہ ہوا ہے - اور جس کا حوالہ دیا ہوا ہے وہ یہ ہے :-

قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوا حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ۝ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۝

(سورۂ کہف - ۹۴ - ۹۸)

ان آیتوں میں خدائے تعالیٰ نے حسب درخواست یہودیوں کے ذوالقرنین سکندر کا قصہ بیان فرمایا - ان آیات میں یاجوج ماجوج کا لفظ تحقیق طلب ہے کہ کون ہیں کس قوم کے افراد ہیں - کس ملک کے باشندے ہیں ؟ آیات مذکورہ بالا میں گو بالتصریح تو ان کی کیفیت نہیں بتلائی - مگر ہاں ایک جامع لفظ فرمایا ہے جس سے سب مراحل طے ہو جاتے ہیں - وہ کیا ہے ؟

مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ

یعنی فسادی اور امن میں خلل ڈالنے والے لوٹ کھسوٹ کرنیوالے +

لغت کی کتابوں میں بھی اس لفظ یاجوج ماجوج کو اجیج سے بتایا ہے۔ جس کے معنے کئے ہیں "تلہب النار" یعنی آگ کا جوش اور شعلہ - (دیکھو صحاح جوہری قاموس - صراح وغیرہ)

پس اب سنئے ! ذوالقرنین دورہ کرتا ہوا جب ایک قوم کے پاس گو کسی ایسے مقام

پر پہونچا۔ جہاں دو پہاڑوں میں ایک درہ تھا۔ جیسا ہندوستان کی غربی سرحد پر درہ
خیبر اور درۂ بولان وغیرہ ہیں۔ جس کی مسافت اور چوڑائی بمشکل دو تین گز کی ہوگی۔
جیسی کہ درہ خیبر وغیرہ کی ہے۔ پس یاجوج ماجوج جن کی صفت اور کیفیت مُفْسِدُوْنَ
فِی الْاَرْضِ تھی۔ اس درے سے گذرتے اور سرحد سکندری میں آکر فساد اور لوٹ
مچاتے۔ مرہٹوں کی طرح چوتھ نہیں بلکہ سب کچھ لیجاتے۔ ان سے تنگ آکر رعایا سلطانی
سے ذوالقرنین کے پاس شکائت کی۔ جسکا ان آیات میں ذکر ہے۔ پس اب ان
آیات کا ترجمہ سُنو!

جب ذوالقرنین اپنی سرحد پر پہنچا۔ لوگوں نے کہا اے بادشاہ یاجوج ماجوج
فسادی ہیں یعنے ہمارے ملک میں فساد کرتے ہیں۔ لوٹ مچاتے ہیں اگر حضور ان کا درہ
ہماری جانب آنے سے بند کردیں۔ تو ہم کچھ ٹیکس بھی ادا کردینگے۔ ذوالقرنین نے
کہا۔ کہ مجھے نقد ٹیکس کی حاجت نہیں۔ جو کچھ مجھے خدا نے دیا ہے وہ تمہارے
ٹیکس سے بہت اچھا ہے۔ پس تم اس کام میں قوت سے میری مدد کرو۔ میں تم میں اور
انہیں روک کردونگا۔ تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ (پس وہ لائے اس نے حکم دیا۔
کہ انکو تہ بہ تہ رکھو۔ اور ہر تہ میں ایک تہ کوئلوں کی رکھو۔ یہانتک کہ لوہے کے ٹکڑے جب
پہاڑ کی چوٹی تک پہونچ گئے۔ تو اندازہ لگا کر اسنے حکم دیا کہ ان میں آگ پھونکدو جب
وہ بالکل آگ ہوگئی۔ تو اس نے کہا کہ تانبا لاؤ (جو اسی غرض سے گلا کر رکھا تھا)
کہ میں اوپر انڈیل دوں۔ پس (لوہا اور تانبا ملکر ایسی مضبوط دیوار بنگئی کہ) یاجوج
ماجوج اوپر نہ چڑھ سکے۔ اور نہ اس میں سوراخ کرسکے۔ یہ دیکھکر ذوالقرنین نے کہا کہ
یہ میرے پروردگار کی رحمت ہے کہ ایک آسان تجویز سے ایسے مفسدوں کی روک تھام
ہوگئی۔ جبتک خدا چاہیگا۔ یہ دیوار رہیگی اور جب اسکا حکم اس کے گرنے کے
متعلق آپہونچیگا۔ (جیسا کہ دنیا کی ہر ایک چیز کیواسطے قاعدہ ہے) تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے
کردیگا۔ اور میرے پروردگار کا وعدہ یعنی حکم بالکل سچا ہے۔

ان آیات سے کیا ثابت ہوتا ہے یہ کہ ذوالقرنین کی سرحد پار ایک مفسدوں

کی قوم تھی۔ جو پہاڑ کے درے سے آکر اُسکی رعایا کو ستاتے تھے رعایا کی فریاد پر سلطان نے اُس درے کو بند کرا دیا۔ اور بس جس سے مفسدوں کا آنا جانا بند ہو گیا۔ جس کی مثال کیلئے خدا نے ہماری مغربی سرحد پر درۂ خیبر پیدا کر رکھا ہے۔ اگر یہ درہ بند کر دیا جائے۔ تو آفریدیوں کی آمد و رفت بالکل بند ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وزیریوں کیساتھ سرکار انگریزی نے کئی دفعہ ایسا کیا اور کامیاب ہوئی۔ پس اس مختصر اور معمولی واقع کی کرید کا کوشش کرنی کہ وہ دیوار کہاں ہے۔ اور وہ قوم کہاں؟ ایک فضول حرکت ہے۔ پہاڑی سلسلوں میں دو نہیں نہایت تین گز چوڑا درہ کیا نسبت رکھتا ہے۔ جس کی بندش بھی ایسے طریق سے کیگئی ہو جسکا ذکر آیت میں مذکور ہے ایسا ہی اُس مفسد کا پتہ تلاش کرنا تضیع اوقات اور دیوانہ پن نہیں تو کیا ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کئی قومیں بنکر بگڑتی ہیں مفسد سے مصلح ہوتی ہیں۔ وہ کیوں جاتے ہو۔ اپنے ہندوستان ہی کو لیجئے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں مرہٹوں کی قوم اعلیٰ درجہ کی یاجوج ماجوج کی طرح مفسد تھی۔ اب آجکل کہاں؟ علیٰ ہذا القیاس کوئی قوم اُسوقت بھی ذوالقرنین کی سرحد پر ایسی مفسد ہوگی۔ جو مرہٹوں کی طرح لوٹ مار کرتی ہوگی۔ جنکی روک تھام سلطان ذوالقرنین نے کر دی۔ جس سے اُسکی رعایا کو امن نصیب ہو۔ بعد ازاں زمانہ کے انقلاب سے اُس قوم میں بھی تنزل آیا۔ یا تو ملیا میٹ ہو گئے یا رو باصلاح آگئے۔ ہاں تعلیم قرآن ہم مانتے ہیں۔ کہ قریب قیامت کے بھی یاجوج ماجوج نکلینگے جو اُسی قسم کے فساد اُٹھائینگے۔ جیسے ذوالقرنین کے سرحدی مفسد فساد کرتے تھے اور دنیا کے امن میں خلل انداز ہونگے۔ کہئے اسپر کیا اعتراض؟ اور جو حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ یاجوج ماجوج دیوار کو چاٹتے ہیں۔ تھوڑا سا سوراخ اُس میں ہو گیا ہے۔ وہ آنحضرت کے ایک خواب کا بیان ہے۔ جس سے مراد اُن مفسدوں کا قرب بتلانا ہے۔ یعنی وہ زمانہ قریب ہے۔ کہ ایسے مفسد دنیا میں پیدا ہونگے اور ضرور ہونگے۔

اعتراض نمبر ۸۱

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے آسمان بغیر ستونوں کے[1] ...... آراستہ پیدا کئے ہیں۔ اور جب کوئی

---

[1] یہاں کا لفظ پڑھا نہیں گیا۔ ۱۲

شیطان جب جاب اوپر جاکر فرشتوں کی بات چیت سننے لگتا ہو۔ تو اس کے ستارے توڑ کر مارے جاتے ہیں۔ اور شیطان اس آتش بازی سے ڈر کر بھاگ آتا ہے۔ بیشک اگر شیطان اپنی شیطانی سے باز نہ آوے۔ تو اک دن آسمان ستاروں سے خالی ہو جائیگا۔ اور پھر چاند اور سورج توڑ کر مارنے کی نوبت آجائیگی۔ پھر کسی دن خود ساتواں آسمان بھی شیطان کے سر مارے جاوینگے (صافات۔ ۷۔ ۱۰)

صوفی سلطان: بابو صاحب! جھوٹ بولکر فتح پانا شکست کھانے کے برابر ہے۔ مگر آپ اپنے روحانی باپ دیانند جی کے اثر سے ایسے متاثر ہیں۔ کہ ایسے بیہودہ کام سے کبھی باز نہیں آتے۔ بھلا کس آیت کا ترجمہ ہے؟ کہ ستارے توڑ کر مارے جاتے ہیں" اصل لفظ یہ ہیں:-

فَاَتْبَعَہٗ شِہَابٌ ثَاقِبٌ

جس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان جب روحانیات میں تجسس احوال کے لئے جاتے ہیں تو ستاروں کی تاثیر ان کو وہاں پہنچنے سے مانع ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ستارے توڑ کر انکو مارے جاتے ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ تیز جلتی آگ کی طرف کوئی شخص زور سے جاتا ہے۔ مگر آگ کا سینک اور شعلہ اسکو رسائی سے مانع ہو۔ یا کوئی شخص بلندی پر پہنچ کر سورج کو نظر جما کر دیکھنا چاہے۔ تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ٹھیک اسطرح شیطانوں کی ناکامی کی مثال ہے۔ کہ روحانیت میں ہوتی ہیں۔ تو ستاروں کی تاثیر سے ناکام واپس آتی ہیں جیسا قرآن بتلاتا ہے:-

وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ

یعنی خدا فرماتا ہے۔ ہم نے آسمان کو ستاروں سے زینت بخشی ہے۔ اور ان ستاروں کو شیطانوں کے لئے دھتکار بنایا ہے"

اگر توڑ توڑ کر گرائے جائیں۔ تو زینت کیسے رہے؟ بس مطلب وہ ہے۔ جو ہم نے بتلایا ہے۔

آریہ نمبر ۲

قرآن کی تعلیم ہے کہ روزوں کے دنوں میں اس وقت تک کھانا جائز ہے جبتک کہ صبح کی سفیدی اتنی نمودار نہ ہو جائے کہ سفید دھاگے کو سیاہ دھاگے سے تمیز کیا جا سکے۔ اس کے بعد تمام دن منھ بند رکھنا چاہئیے۔ آدھی رات کو اٹھ کر کھانا کھانا خلاف قانون قدرت ہے۔ چرند۔ پرند۔ درند۔ کیڑے مکوڑے بھی اکثر رات کو آرام کرتے ہیں مگر روزے دار کو پیٹ کی پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ عرب میں تو یہ قانون چل گیا۔ مگر خدا کو یہ نہ سوجھا کہ زمین کے شمالی اور جنوبی قطب کے رہنے والے کسطرح روزہ رکھا کریں گے۔ کیا چھ ماہ تک ان کو بھوکا مرنا پڑیگا۔ کتنی ادھوری تعلیم ہے (بقرہ ۱۸۷)

مسلمان نمبر ۲

اگر آپ نے قرآن شریف پڑھا ہوتا۔ تو آپ کو یہ سوال کرنے کی نوبت نہ آتی۔

سنئیے! قرآن شریف کے متعدد مقامات پر یہ مضمون ملتا ہے:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا

یعنی خدا کسی جان کو اسکی طاقت سے بڑھکر حکم نہیں دیا کرتا“۔ بس یہ تو عام اصول (جنرل رول) ہے تمام حکم اس کے ماتحت ہیں۔ پس جس قوم یا جس شخص سے یہ حکم برداشت نہ ہو سکے۔ اُس کے لئے یہ حکم ہی نہیں۔

اور اگر آپ اسی آیت پر بھی جس میں روزہ رکھنے کا حکم ہے غور کرتے ہیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کہ جس جگہ چھ مہینوں کا ایک دن ہو۔ وہاں کی بابت خدائے علام الغیوب نے اسی آیت میں ایک لفظ رکھا ہے۔ جو ان کو اس حکم سے رہائی دلاتا ہے کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے:۔

فَمَنْ شَہِدَ مِنْکُمُ الشَّہْرَ فَلْیَصُمْہُ

یعنی جو کوئی رمضان کا مہینا پاوے۔ وہ روزہ رکھے۔ حالانکہ چھ مہینے کا دن ہونے کی وجہ سے وہاں (شمالی جنوبی قطب میں) رمضان کا مہینا ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ

آں زمین را آسمانِ دیگر ست

پس پہلے آپ یا آپکا کوئی آریہ سماجی دوست ہمیں بتلا وے - کہ وہاں مہینوں کا شمار کیونکر ہوتا ہے اور رمضان کا مہینا کس طرح ہے تو ہم بھی آپ کو آئت مرقومہ بالا سے روزہ کا حکم بتلاویں گے ؛

ہاں رات کی تکلیف کی بابت بھی خوب سوال کیا - اول تو یہ ضرور نہیں کہ رات کو کھاتے رہیں - بلکہ صرف آسانی کے لئے ہے اور نیز اس لئے کہ صبح سویرے اٹھکر کچھ خدا کی یاد ہو - سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے :-

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

یعنے خدا کے نیک بندے صبح سے پہلے اللہ سے بخشش مانگا کرتے ہیں کیونکہ تمام رات دن چڑہے تک سوتے رہنا - حیوانوں میں سے بدترکتوں کا کام ہے خدا کو بندوں کو ایسی عادت سے الگ رہنا چاہئے - یہی تو لطف ہے کہ اپنے آرام کو جبتک نہ کھوئیگا - سدا آرام کیسے پاویگا -

بابو صاحب ! آئیے ہم آپ کو یہاں ہی دیانندی مت کا تماشا دکھاتے ہیں آپکو قطب شمالی کی سیر کی تکلیف نہیں دیتے - آپ کے گروسوامی دیانند جی حسب تعلیم وید دیانندیوں کو حکم دیتے ہیں کہ ہر ایک آدمی کو امیر ہو یا غریب - حتیٰ کہ طالب علم کو بھی ہوم کا کرنا فرض ہے - ہوم پر کتنا خرچ آتا ہے ؛ اسکا اندازہ یہ ہے کہ ہوم کے برتنوں وغیرہ کے علاوہ چندن - پلاس یا آم کی عمدہ عمدہ لکڑیاں جلانے کو اور سولہ آہوتی گھی جلانے آگ میں ڈالنے کو جسکا اندازہ بقول دیانند جی آٹھ تولہ ہوتا ہے - اتنا کرنا تو ضرور ہے - اس سے زیادہ کرے - تو افضل ہے (ستیارتھ صنہ ۴۷ و ۴۹)

آٹھ تولہ گھی کی قیمت تخمیناً ڈیڑھ آنہ اور بالائی سامان ایندھن خوشبو وغیرہ کا اندازہ چھ پیسے ہی سہی بتلائیے یہ دو آنہ کا فی کس روزانہ خرچ - کیا پانچ روپیہ کا پیادہ یا نوکری یا کوئی اور کاروبار کرنے والا جسکی نو روپیہ آمدنی ۲ یا ۳ یا ۸ بلکہ دو روپیہ بھی ہو - اور اس کے گھر میں ایک بیوی اور ایک دو بچے ہوں - وہ فی کس ۲ روپیہ کے حساب سے ۸ روپیہ روزانہ کے خرچ کا متحمل ہو سکتا ہے ؛ اور اگر ہم گھر ستیوں کی رشتہ داریوں کو

مختلف قسم کے دہندھوں کو ملحوظ رکھیں۔ تو بیس پچیس کیا پچاس سو روپیہ ماہوار والا بھی اپنے عیال کے لئے فی کس ۲ رکا ایساوزنی ٹیکس قبول نہیں کرسکتا اعتبار نہ ہو۔ تو آریوں کی صحیح تعداد بتادیں۔ پھر ان میں سے ھوم کرنیوالوں کا حساب لگادیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہمارا بیان کہاں تک صحیح ہے۔ کیا ہی فلاسفی ہے اور کیا ہی نیک بات ہے کہ ایک آدمی معمولی غذا کے لئے تو یومیہ ار یا ڈیڑھ آنہ پہ گذارہ کرسکتا ہے مگر ایک فضول کام ہوم کے لئے یومیہ فی کس ۲ر چاہئے۔ غریب بیچارا چہ ازیں قصہ کرےگا "آمد و فرزفت"!

اچھا اسے بھی جانے دیجئے! آئیے ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ وید کی بانی کی خواہش ہی نہیں۔ کہ کل دنیا اس پر عمل کرے۔ سنیئے!

اگر تمام دنیا کے لوگ ایک مدت مدید تک وید کی ہدایتوں کے پابند ہو جاویں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہ ہوگا کہ بوجہ نیک بختی اور صلاحیت کے یہ تو اس قابل نہ ہونگے کہ حیوانی قالبوں میں جائیں۔ البتہ حیوانات اپنی اپنی مدت گذار کر حسب ہدایت وید انسانی قالبوں میں آجائینگے۔ پھر یہاں پر وہ بھی بوجہ صلاحیت اور پابندی ہدایات وید کے حیوانی قالبوں میں نہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ یہ نوبت پہنچیگی۔ کہ نہ سوری کہ گھوڑا گدہا نہ شہد کی مکھی نہ دودھ کو گو بھینس نہ ہل چلانیکو بیل پس لوگ تمام ہل چلائینگے۔ تو آپ ہی کھینچینگے۔ دودھ کی حاجت ہوگی۔ تو اپنی عورت سے مانگیں گے۔ بس بتلائیے ایسی مصیبت کا وقت جسکا تصور کرنے ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں وید کی ہدایات اور احکامات کو تمام دنیا کے لئے قابل عمل ٹھیر اسکتا ہے وکیوں یا بوصاحب! وہ ہاتھ لا او ستاد کیوں کیسی کہی؟ (تفصیل ہمارے مباحثہ الہامی کتاب میں دیکھو)

آریہ نمبر ۸۳ چکمہ

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے آسمان کو ہاتھوں کے بل سے بنایا اور خدا کو ذرا بھی تکان نہ ہوئی۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ ہاتھ کے ساتھ آسمان بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ "کن" کا لفظ کہدینا کافی تھا۔ آسمان بن گیا ہوتا۔ یہ مانا جاسکتا ہے کہ رب القرآن چونکہ بہت طاقتور اور زورآور ہے۔ اس لئے ہاتھ کے ساتھ کام کرکے عام مزدوروں کیطرح کچھ تکان نہ ہوئی مگر وہ "کن" کا لفظ کہیں بھول گیا

شائد اپنی طاقت دکھلانے کے لئے۔ افسوس نادان لوگوں نے کیا کو کیا بنادیا ہے۔ (ذاریات ۴۷)

مسلمان نمبر ۳۴ کیسا ضدی اور متمرد اور عقل کا دشمن ہے۔ جو متکلم کے خلاف منشا کلام کے معنے کرتا ہے (دیباچہ ستیارتھ ص۳)

اصل قرآنی الفاظ یہ ہیں:-

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ

ایدٍ جمع ید کی ہے جسکے معنے لغت عرب میں قوت اور قدرت کے بھی ہیں (دیکھو قاموس صراح وغیرہ) پس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ ہم (خدا) نے آسمانوں کو اپنی قوت اور قدرت سے یعنی بلا کسی کی مدد کے پیدا کیا ہے۔ اور ہم بہت بڑی فراخی اور قوت والے ہیں۔"

کہئے! کیا اعتراض ہے؟ ہائے کیسا بے سمجھ اور جاہل ہے جو آگے پیچھے کلام کو نہ دیکھے (ہم ص...) معنٰی کی تحقیق پہلے نمبر ۳ میں ہو چکی ہے۔ علاوہ اسکے اصول موضوعہ نمبر ۴ کو دیکھو۔

آریہ نمبر ۳۵ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے زمین پر پہاڑ اس لئے رکھے ہیں کہ وہ آدمیوں کے بوجھ سے ہل نہ جائے۔ افسوس ہے کہ ہم بھی زمین کی سرد دری دور نہ ہوئی اور برابر گھوم رہی ہے۔ اور اکثر ماری سر درد کا نیا اٹھی ہے کجا موجودہ روشنی اور کجا قرآن کی تعلیم۔ بھلا دونوں کا میل ہو سکتا ہے (انبیاء ر۲۱)

مسلمان نمبر ۳۵ آپ نے جو حوالہ اس مقام کا دیا ہے۔ وہ غلط ہے۔ اس مقام پر اسکا اشارہ بھی نہیں۔ ہاں ہم بغرض تحقیق اپنی عادت کے مطابق خود ہی بتلائے دیتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں یہ مضمون اس طرح ہے کہ پہاڑوں کو خدا نے زمین پر مثل میخوں کے جڑ دیا ہے۔ تاکہ وہ تمکو نہ لے گرے۔ غور سے سنو!

اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

جسکا فارسی ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے یوں کیا ہے "افگند بر زمین کوہ ہائے محکم برائے احتراز آنکہ بجنباند شمارا"

اگر عربی گرامر کے قاعدے سے سمجھنا چاہو۔ تو بات صاف ہے تمید فعل لازم ہے

کہ "کوب" جارہ کے ساتھ "مفعول بہ" بنایا گیا ہے۔ پس آیت کے معنے یہ ہیں کہ پہاڑوں کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ زمین (درصورت نہ ہونے پہاڑوں کے) بوجہ اپنے ہلکاپن کے تمکو اور تمہاری عمارتوں کو ہلاتی نہ رہی کیئے! اسپر کیا اعتراض ہے؟ کونسی سائنس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ کو لینے گدہے کے سینگ نکل آئے

ہاں! یہ خوب کہی کہ اب بھی گھومتی ہے با بوصاف معاف رکھیگا ع

تو آشنائے حقیقت نۂ خطا اینجاست

آپ کو ایسی کیا جلدی تھی کہ آپ نے کسی معقول پسند مولوی سے قرآن شریف کا ترجمہ نہ پڑھ لیا۔ تاکہ اس بیخبری میں آپ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہوتا" ہائے کیسا پاپی ہے۔ جو متکلم کا مطلب نہ سمجھے" (دیباچہ ستیارتھ ص) "ہائے کیسا ناپاک باطن ہے جو آگے پیچھے کلام کو نہ دیکھے (ہو مکا ص۵۲) سنیئے! جس حرکت کا بیان اس آیت میں انتظام بتلایا گیا ہے وہ ڈانواں ڈول حرکت ہے۔ جیسی بیڑی کو دریا میں طوفان اور طغیانی کے وقت ہوتی ہے۔ جو بندوں کے کاروبار میں خلل انداز ہو نہ کہ باقاعدہ دولابی حرکت جو کسیطرح سے بندوں کو ہارج نہ ہو۔ پس اگر آپ کے پاس کوئی علمی دلیل اس دعوی پر ہے کہ زمین گھومتی ہے۔ تو لاؤ قرآن شریف للکار کر کہتا ہے۔

اِیْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (احقاف ع۱)

یعنے اے قرآن کے مخالفو اعقل کے مدعیو! الہام کے دعویدارو! قرآن کے خلاف کوئی سچی کتاب لاؤ۔ یا کوئی عقلی اور علمی دلیل پیش کرو۔ اگر تمکو کچھ علم ہے تو سامنے آؤ"

جب آپ ہمکو کسی علمی دلیل اور عقلی برہان سے زمین کی حرکت سنوا لینگے۔ تو ہم بھی آپ کے سامنے فوراً ایک آیت قرآنی پیش کر کر دکھا دینگے۔ بلکہ آپ ہی سے کہلوا لینگے کہ قرآن نے یہ اصول اسوقت سے بتلایا ہوا ہے۔ جب دنیا بھر میں عموماً اور عرب میں خصوصاً کوئی بھی حرکت کا قائل نہ تھا جسوقت دنیا کے کل دفاتروں پر اہل یونان کے فلسفہ کا اثر تھا۔ کہ زمین نہیں بلکہ آسمان حرکت کرتا ہے اسوقت قرآن نے یہ بتلایا تھا۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ

مخبر جبتک آپ یا آریہ سماج کا کوئی ممبر بی اے ہو یا ایم اے کسی دلیل سے زمین کی حرکت ثابت نہ کر لے ہم اس آیت کا ترجمہ کرکے مطلب نہ بتلاویں گے فافہم ولا تعجل اگر روحانی باپ کی طرح زلزلوں کا شبہ ہو تو ''حق پرکاش'' دیکھو۔

آریہ مشنری قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا آسمان اور زمین کو تھام رہا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اپنی اپنی جگہ سے ادہر اودہر ہٹ جائیں۔ افسوس خدا کی قدرت کتنی کمزور ہے کہ زمین بنا کر اسکو تھامنا پڑا۔ شاید اسی لئے قرآن میں کہا ہے کہ لَا تَاخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔ یعنی خدا کو نہ تو کبھی نیند آتی ہے۔ اور نہ ہی اونگھ بھلا اتنے بکھیڑے ڈال کر خدا کو نیند کہاں نصیب۔ ذرا اونگھ پڑے۔ تو زمین ہاتھ سے گر پڑے یا آسمان چھوٹ جاوے اور سب کچھ کیا کرایا خاک میں مل جاوے۔ بعضے مفسروں نے یوں لکھا ہے۔ کہ جب یہودی وغیرہ لوگوں نے کہا۔ کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے تو زمین اور آسمان اس کلمہ کفر کو سنکر پھٹنے ہی کو تھے۔ کہ خدا نے اسکو پکڑ لیا اور پھٹنے سے باز رکھا افسوس ہے ایسی روشنی پر (فاطر ۴۱)

مسلمان کیا کہیں ہے۔ ''جو احمق در جہاں باشد کسے بے زر نخواہد ماند'' ہمنے اصول موضوعہ نمبر ۲ ہی میں ایسے سوالات کی جڑ کاٹ دی ہوئی ہے۔ ناظرین! ورق الٹنے کی تکلیف گوارا کریں۔ تو بابو صاحب کی داد دیں ہمارا دل نہیں چاہتا۔ کہ اس موقعہ پر کچھ لکھیں۔ ہاں یہ خوب کہی کہ یہودیوں وغیرہ نے کہا تھا کہ عیسےٰ خدا کا بیٹا ہے۔ بہت خوب! ؎

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا ✤ الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا

یہودی کہاں اور حضرت عیسےٰ کہاں اور خدا کا بیٹا کہاں۔ یہ بالکل اسکی مانند ہے جو کوئی یوں کہے کہ ''دہرم پال آریہ کی دوکان سے گائے کا گوشت لایا ہوں''

بھائیو! سنتے ہو؟ آج بابو صاحب کی کوشش سے یہودیوں نے بھی مسیح کو خدا کا بیٹا مان لیا۔ پس تم بابو صاحب کو اس شکریہ میں لنڈن ٹائپ کی انجیل مرصع جلد والی (دو کھنکس) تحفہ بھیجو۔ کچھ نہ ہو۔ ایسے مصنف کو حمایتی ایسے ہی مفسر ہوتے

ؔ کیونکہ شاہجہان کیلئے علت معدہ اور رشتہ دو تو ہوں (مصنف)

ہیں جیع انچنیں رقاص را باندو مو ے انچنیں

بابو صاحب! آپ ہمیشہ ایسے ہی مفسروں کا نام لیا کرتے ہیں سنئے! ہم آپکو بتلاسکتے ہیں۔ گویہ تو آپ کی معمولی گپ ہے۔ مگر ہاں اتنا بتلاتی ہیں کہ مفسرین بھی مختلف طبائع کے ہوتے ہیں۔ ایک تو ایسے ہوتے ہیں کہ ہر ایک بات کو جانچ تول کر لکھتے ہیں۔ ایک ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ سنا وہ کہدیا۔ جسکی مثال آپ کے وید کے عالموں میں بھی ملتی ہے۔ آپ نے سنا ہوگا۔ وید کے عالموں میں بعض ایسے بزرگ بھی ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ وید میں حضرت محمد رسول اللہ کا نام بھی مرقوم ہے دیکھو ستیارتھ پرکاش صـ ۴۲۹ علاوہ اس کہ ہم مسلمانوں میں یہ سخت عیب ہے۔ کہ ہم کسی مفسر کی بات بلا دلیل نہیں مانا کرتے۔ بس اس اصول کو یاد رکھو۔ اور آئندہ کو مفسروں کا نام ہو کر سکتے لیا کرو۔ اور معتبر غیر معتبر کی تمیز کیا کرو۔

آریہ ممبر ۸۶ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے مختلف کام سرانجام دینے کے لئے فرشتے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ ان فرشتوں کے پر ہوتے ہیں۔ بعضوں کے دو دو۔ اور بعضوں کے تین تین اور بعضوں کے چار چار اور بعض کے اس سے بھی زیادہ مفسروں نے تو جبرائیل کے چھ سو پر بیان کئے ہیں مسلمان لوگ تو یہاں تک بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ جبرائیل کا ایک پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں پہنچتا ہے۔ اور فرشتوں کے متعلق عجیب گھڑنت بنائی ہوئی ہیں۔ چنانچہ دو فرشتے ہاروت ماروت بابل کے کنوئیں میں تاہنوز قید ہیں شاید بابل شہر کے کھنڈرات کھودتے کھودتے یہ فرشتے بھی مل جائیں۔ میں ان عجیب الخلقت پردار جانوروں کی ہستی کو تسلیم نہیں کرسکتا (فاطر۔ ۱)

مسلمان ۸۶ کیا اسی لیاقت اور تحقیق پر تم اترایا کرتے ہو۔ ہاں صاحب! بیشک قرآن شریف میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ مگر اس پر اعتراض کرتے ہوئے آپ نے اگر وید پڑھا ہوتا تو نادم ہوتے۔ سنو!

"تینتیس دیوتا اُس پرماتما کے تقسیم کیئے ہوئے فرائض کو پورا کررہے ہیں۔ یا اسکی قدرت کے جزوی مظہرات ہیں" (کانڈ ۱۰۔ پرپاٹک ۲۳۔ انوواک ۴۔ منتر ۱۴)

روحانیات کا سلسلہ جو خدا نے پیدا کیا ہے اُن میں ایک نوع فرشتوں کی ہی ہے اور ایک قسم جنوں کی۔ جنکی نفی کرنے سے روح کی نفی لازم آویگی اور دہریت کی بنیاد مضبوط ہوگی ہاں یہ آپ پر واضح رہے کہ ہاروت ماروت فرشتے نہ تھے۔ اور نہ بابل کے کنوئیں میں قید ہیں۔ آپ نے قرآن شریف غور سے نہیں پڑھا۔ نادانوں کی باتوں اور صحبت نے آپ کو بھی نادان بنا دیا۔ تفسیر کبیر پڑھو یا تفسیر ثنائی جلد اول دیکھو۔ فرشتے چونکہ مجردات ہیں۔ اس لئے اُن کے پروں سے مراد اُن کے قویٰ ہیں یا جس وقت وہ کسی جسمانی شکل سے متشکل ہوتے ہیں۔ اُس وقت کے پر مراد ہیں والعلم عنداللہ

آریہ نمبر ۸۵

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا دوزخ سے[1] دن قیامت سے پوچھیگا کیا تو لاتنے آدمی اور پتھر کھاکر سیر ہوگئی یا نہیں؟ پیٹو جہنم بولیگی۔ کیا کچھ اور بھی باقی ہے؟ یعنی اگر اور کچھ باقی ہو تو دیجئو۔ خدا اُس کے پیٹو پن کو دیکھکر خاموش ہو جائیگا۔ اور کچھ جواب نہیں دیگا۔ بیشک خدا کا کچھ جواب نہ دینا تہذیب کے سراسر خلاف ہے۔ مفسر لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ خدا اپنے دونوں پاؤں دوزخ میں ڈال دیگا اور جہنم کو سیر کریگا۔ افسوس صد افسوس ایسی گستاخانہ تعلیم پر (ق۔۳۰)

مسلمان نمبر

ہے: "تو ایک ایسا شدی اور ستمر دہے جو کلام کا مطلب اُلٹا بیان کرتا ہے" (دیباچہ ستیارتھ پرکاش)

بابو صاحب! سنیئے! خدا خاموش نہیں رہیگا۔ بلکہ با قاعدہ جواب دیگا مفسروں کا نام جو آپ نے لکھا ہے۔ یہ مضمون صحیح حدیثوں میں اس آیت کے متعلق یوں آیا ہے

حتی یضع رب العزۃ فیہا قدمہ

یعنے دوزخ مانگتی رہیگی اور خواہش کرتی رہیگی جبتک خدا اپنا قدم اُس میں رکھیگا۔

---

[1] بابو صاحب! دوزخ کا دن کون ہے؟ وہ تو نہیں جس دن سماج میں داخل ہوئے تھے۔ (منہ)

شاید آپ اور آریہ سماج کے کل ممبران خوش ہونگے - کہ خدا کا قدم تو ثابت ہوا - وہ بھی جہنم میں - میں چاہتا تھا - کہ سماج کو یہ خوشی ذرہ دیر یا ہے - اور ایک دو روز تقلیں بجاتے پھریں اور اچھلتے کودتے پھلانگتے چھلانگیں مارتے مارتے کسی پٹھان مولوی سے یہ سوال پیش کرکے ٹکہ حاصل کریں - مگر مجھے خیال آتا ہے کہ آپ جواب کے منتظر ہونگے اس لئے بتلاتا ہوں - دیکھو قاموس جو عربی لغت (ڈکشنری) میں ایک معتبر اور مشہور کتاب ہے اس میں لکھا ہے :-

یضع رب العزت فیہا قدمہ ای الذین قدمہم الی النار من الاشرار فہم قدم اللہ للنار

یعنے جو چیز طیار کرکے کسی مطلب کیواسطے بھیجی جاوے اسکو بھی قدم کہتے ہیں - جیسے ریل کے انجن کے لئے کوئلوں کے گٹھر یا لکڑیوں کی گڈی - تو اب مطلب یہ ہے کہ دوزخ ہمیشہ زیادتی چاہیگی اور خواہش کرتی رہیگی - جبتک کہ خدا تعالی تمام مشرکوں کافروں اور بدینوں ضدیوں اور سرکشوں متکبروں کو اس میں نہ ڈالیگا جب ڈال دیگا - تو وہ کہیگی قط قط (بس بس) ایسا ہی لغت حدیث کی معتبر کتاب مجمع البحار اور امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں بھی ہے - ایک روایت میں قدمہ کی بجائے رجل کا لفظ آیا ہے - اس کے معنی بھی قاموس اور مجمع میں طائفہ کے کئے ہیں یعنی وہ جماعت جو دوزخ کے لائق ہوگی - جب دوزخ میں ڈالی جائے گی - تو دوزخ بس بس کرے گی - سمجھے ! آگے پیچھے کو نہ دیکھنے والے کون ہوتے ہیں ؛ (دیکھو سکا صلہ)

آریہ مسافر قرآن کی تعلیم ہے - کہ خدا دوزخ کو آدمیوں جنوں اور پتھروں سے بھر دیگا - معلوم نہیں - جن کون ہونگے - اور کون ہیں -

بھوتنے اور چڑیلوں کا ذکر تو چھوڑے ہوئی سنا کرتے تھے - مگر جنوں کا ذکر قرآن سورہ جن اور دیگر آیات سے ہی پڑھنے میں آیا ہے - بھلا پتھروں نے کیا گناہ کیا - کہ ان کو دوزخ میں ڈالا جاویگا ؛ یہ شاید اس لئے ہو کہ مورتی پوجکوں کو وہاں مورتی بنانے کے لئے پتھروں کی تلاش میں اِدھر اُدھر نہ جانا پڑے بلکہ دوزخ میں سے ہی پتھر لیکر

مورتی بنا کر پوجنے لگ جائیں اور یہ تو قرآن کا حل شدہ مسئلہ ہے کہ تمام مورتی پوجک دوزخ میں ڈالی جائینگے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ کہ خدا ہر ایک چیز کا سامان اُس کے ساتھ رکھتا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر موجودہ زمانے کی روشنی کے ساتھ خدا قرآن کو نہ رکھتا (بقرہ۔ ۲۴)

تمسلمان ہائے آگے پیچھے نہ دیکھنے والے کیسے بدباطن ہیں (بہو مکامات) قرآن کی دوسری آیت میں تفسیر موجود ہے غور سے سنو!

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ

یعنی مشرکو! تم اور تمہارے پتھروں کے معبود جہنم کا ایندھن ہونگے پتھروں کو صرف پتھروں کے پجاریوں کی ذلت اور حقارت کے لئے ڈالا جائیگا۔ پتھروں کا گناہ تو جب پوچھئے۔ کہ پہلے یہ بتلائیے کہ ان کو عذاب کی حس بھی ہوگی جیسے جس چیز کو جہاں چاہو رکھدو۔ گناہ کیا پوچھنا۔ بھلا جن اینٹوں اور پتھروں پر آریہ لوگ پیشاب اور پائخانہ پھرتے ہیں۔ انہوں نے کیا گناہ کیا ہے کیا کبھی نیوگ سے پیدا کیا ہے کیسے دیوالئے کی طرح ہے۔ مورتی پوجک ہندوؤں سے آپکو بہت سخت صدمہ پہونچتا ہے کہ خواہ مخواہ آنکو حقارت آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ وہ تو بڑی پاپی ہیں جہاں سُن لیں۔ کہ آریہ سماج کا جلسہ ہے۔ وہاں فاقوں سے بسر کرکے بھی پہونچتی ہیں۔ اور جا کر مورتی پوجا کا ثبوت جھٹ وید سے نکال کر دکھا دیتے ہیں۔ یہی وجہ تو آن کی پاپی ہونے کی ہے۔ جنّوں کا ثبوت لینا ہو۔ تو ہمارے پاس آؤ۔ ہم ایسے لوگ تمکو دکھادیں گے جو ایک حرف بھی نہیں جانتے۔ مگر جس وقت جن کا دخل ان کے جسم میں ہوتا ہے تو سوائے قرآن کوئی دوسری کتابوں کی عبارتیں فرفر پڑھتے جاتے ہیں۔ روحانیات کا سلسلہ خدا نے پیدا کیا ہے جس میں جن بھی ایک قسم ہے اور فرشتے بھی ایک نوع جو دکھنے میں نہیں آتے۔ لیکن کسی چیز کے نہ دیکھے جانے سے اُن کا نہ ہونا ثابت ہو سکتا ہے؟ تو بس دہریوں کا قول درست ہے۔ کہ روح بھی کوئی چیز نہیں۔ ورنہ دکھاؤ! لالہ صاحب! ہر چیز اپنے اثر اور نشان سے ثابت ہوا کرتی ہے بلا دلیل

جنوں کا انکار کرنا مجنونوں کا کام ہے۔

آریہ نمبر ۸۹

قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کو خوب قرض دو۔ وہ دگنا واپس کر دیگا۔ افسوس ہے کہ خدا سود کو قرآن میں حرام ٹھیرا کر خود دگنے سود پر قرض لے۔ بھلا خدا کو قرض کی کیا ضرورت۔ کیا اس نے کسی بیٹی بیٹے کا بیاہ رچانا تھا مکان بنوانا تھا۔ کہ لوگوں سے قرض لینے کی ضرورت پڑی۔ بہتر ہوتا۔ اگر کہنے والا کہتا "خدا کے نام پر مجھے قرض دو" جیسا کہ آجکل اکثر بھیک منگو گلی بازاروں میں کہا کرتے ہیں "بابا خدا کے نام کا ٹکڑا دلا" مگر یہ کوئی گستاخی نہیں کرتا۔ کہ "بابا خدا کو ٹکڑا دلا" افسوس ہے ایسی گستاخانہ اور بیجا تعلیم پر۔ حیف ہے آدمی پر کہ اس نے خدا کو کیا کا کیا بنا دیا۔ کہ دوکانداروں اور ساہوکاروں کو بھی زِچ کر دیا (حدید ۱۱-۱۰)

مسلمان نمبر ۸۹

باپ کے سپوت ہوں۔ تو ایسے ہی ہوں۔ دیانندجی نے بھی یہی راگ الاپا ہے یاد رکھو!

"آگے پیچھے کلام کو دیکھ کر مطلب سمجھنا چاہئے (بجوسکا صفحہ ۵۲)"

سنو! قرض سے مراد اس جگہ یہ ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے یہ مت سمجھو کہ ضائع جائیگا۔ بلکہ یہ سمجھو۔ کہ اس کا عوض ملیگا۔ کتنا ملیگا؟ دگنا۔ تگنا۔ چوگنا۔ سات سو گنا تک بھی حسب اخلاص تمکو ملیگا۔ اس مطلب کو واضح کرنے کیلئے خدائے علام الغیوب نے جہاں قرض دینے کا حکم دیا ہے۔ اسکو متصل ہی فرمایا ہے کان لگا کر سنو اور اینٹ کی عینک لگا کر دیکھو!

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (بقرہ-۳۲)

یعنے کون ہے کہ اللہ کو نیک نیتی سے قرض دے (یعنی اس کی راہ میں خیرات کرے) پھر اللہ کئی گنا اسکو دیگا اور یاد رکھو کہ خدا ہی رزق تنگ کرتا ہے اور وہی فراخ کرتا ہے۔ اور اس کی طرف تم پھر کر جاؤ گے"

اس آیت نے مطلب صاف کر دیا۔ کہ قرض دینے کا حکم جو قرآن مجید میں آیا ہے

وہ قرض نہیں جو بھوکے یا تنگدست آدمی دولتمندوں سے مانگا کرتے ہیں۔ بلکہ ایک مجاز اور بندوں کا دل بہلانیکا استعارہ ہے۔ ورنہ اگر بھوکوں کیطرح قرض مانگتا تو یہ نہ کہتا کہ اللہ ہی تنگ اور فراخ کرتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کو یہ غرض ہے کہ خدا کی حکومت اور مالکی بتلادے پھر بھوکا کیونکر ہوا؟ ہائے افسوس مضمون تو صاف ہے مگر ناپاک باطن والے جاہلوں کو علم نہیں (بھوسکا صفحہ ۵۲)

بابو صاحب! اصول موضوعہ نمبر ۵ و ۶ دیکھو اور بتلائیو کہ متکلم کے خلاف منشا کلام کے معنے کرنیوالے کون ہوتے ہیں؟ (ذرہ دیباچہ ستیارتھ پرکاش دیکھکر جواب دینا)

آریہ نمبر ۹۰ قرآن کی تعلیم ہے کہ اگر خدا چاہتا۔ تو سب کو ایک دین پر کردیتا مگر پوچھئے کہ اُس نے ایسا کیوں نہیں کیا اور ایسا کیوں نہیں کردیتا۔ کیا مذہب کی خاطر لوگوں کا خون بہتا ہوا دیکھنا اُسکو زیادہ خوش کرتا ہے کیا وہ اہل روم کی طرح ہے جو اونچی جگہ پر بیٹھکر شیروں اور بھیڑیوں کو آدمیوں کیساتھ لڑتے ہوئے اور لہو لہان ہوتے دیکھکر اپنی خونخواری کو سیر کرتا ہے (مائدہ - ۴۵)

مسلمان نمبر ۹۰ افسوس ایسی سمجھ پر جو اصول موضوعہ نمبر ۴ کو بھی نہ سمجھے! آپ کا حوالہ تو غلط ہے - ہم بتلاتے ہیں عربی الفاظ سنئے!

لَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا

اس جگہ پر جو شِئْنَا کا لفظ ہے اُسکا مصدر مشیئت ہے اور مشیئت اللہ کی بابت ہم نمبر ۹ میں بتلا آئے ہیں کہ جہاں قرآن شریف میں آتا ہے اس سے مراد قانون الٰہی ہوتا ہے۔ یعنی وہ طریق اور دستور جو خدا نے اپنی مخلوق کے متعلق جاری کر رکھا ہے کہ یوں کام کریں گے۔ تو کامیاب ہو جائینگے اور یوں کرینگے تو ناکام رہینگے مثلاً میدان جنگ میں باہتھیار جائیں گے۔ تو فتح پائیں گے۔ خالی ہاتھ جائیں گے تو شکست کھائینگے۔ تو بھوک کے وقت پیٹ میں غذا ڈالینگے تو زندہ رہینگے۔ نہیں تو مر جائیں گے۔ اس قانون کو قرآن شریف میں مشیت اللہ سے بیان کیا گیا ہے۔ جس سے شاءَ یشاءُ ماضی اور مضارع نکلتے ہیں۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر خدا کا قانون یہ

ہوتا کہ ہر ایک شخص ہر ایک کوشش سے (خواہ مطلوب کے موافق ہو یا ناموافق) کامیاب ہوجاوے تو سب لوگ ہدایت پا جاتے۔ کیونکہ اُن میں بعض لوگ تو ہدایت کی خواہش کر کے کامیاب ہوجاتے ہیں اور جو ناکام رہتے ہیں۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ کجروی کرتے ہیں۔ جو طریق خدا نے ہدایت پر پہنچنے کا مقرر کیا ہے اُس پر نہیں چلتے۔ لیس ناکام رہتے ہیں۔ یہی معنی اِن آیات کے ہیں۔ جن میں ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ نے اُن کے دلوں پر مُہر کر دی ہے۔ اللہ نے اُن کو اندھا کر رکھا ہے۔ پس یہ ہدایت نہیں پاوینگے یعنی کجروی میں لیس ناکام رہینگے۔ اگر ان معنے کی اور واضح دلیل قرآن شریف سے چاہو۔ تو سنو!

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ

(البقرہ ۲۵۴)

پہلی قوموں کا بیان ہے کہ وہ آپس میں لڑمرے اگر خدا چاہتا۔ تو دلائل پہنچنے کے بعد نہ لڑتے۔ لیکن وہ آپس میں مختلف ہوئے۔ کوئی تو اُن میں سے ایمان پر رہا۔ کوئی کافر ہُوا۔ پس اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ آپس میں اُن کی خوب چلی۔ پھر بھی اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے۔ لیکن اللہ جو ارادہ کرتا ہے۔ وہی کرتا ہے"

اِس آیت میں خدا تعالیٰ نے پہلے کلام شرطیہ فرمایا۔ پھر اُس سے استثناء کیا یعنی پہلے اپنی مشیت سے اُن کی لڑائیوں کا نہ ہونا متعلق فرمایا۔ پھر اُس لڑائی کے اسباب پر اطلاع دیکر اس امر کی طرف اشارہ کیا۔ کہ اگر اللہ کی مشیت یعنی قانون بین الخلق یہ ہوتا۔ کہ باوجود اختلاف کے بھی لوگ نہ لڑیں۔ تو البتہ وہ وہ لوگ باوجود اختلاف کے بھی نہ لڑتے۔ مگر چونکہ یہ قانون نہ تھا بلکہ قانون یہ تھا۔ کہ اختلاف موجب قتل و قتال ہوتا ہے۔ پس چونکہ وہ آپس میں مختلف ہوئے تو اس لئے اُن کی لڑائیاں بھی ہوئیں نتیجہ صاف ہے کہ مشیت اللہ قانون الٰہی کا نام ہے۔ انہی معنے سے قرآن شریف میں متعدد مقام پر لو کا استعمال آتا ہے۔ جس سے نادانوں کو اکثر شبہات ہُوا کرتے ہیں۔ مثلاً بت پرستی کی

بابت فرمایا لَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْا - اگر تیرا پروردگار چاہتا تو بت پرستی نہ کرتے یعنی جن اسباب (بد صحبت وغیرہ) سے بت پرستی پر پہنچے ہیں اگر قانون الٰہی یہ ہوتا کہ ان سے بت پرستی کا اثر نہ ہوتا - تو یہ بھی ایسے کام نہ کرتے -

ہاں اگر یہ شبہ ہو کہ جب بت پرستی بھی اسی کے قانون اور مشیت پر چلکر ان سے ہوئی تو پھر مواخذہ اور عذاب کیوں ؟ تو اس کے جواب کیلئے ہم اصول موضوعہ نمبر ۷ کی طرف توجہ دلاتے ہیں - کہ خدائی قانون اسکی رضا کو مستلزم نہیں - ناظرین ورق الٹ کر ملاحظہ فرماویں -

مشرکین عرب نے مشیت پر رضا کو لازم سمجھا تھا اور کہا تھا کہ

لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ (سورہ انعام ع ۱۸)

یعنے اگر خدا چاہتا - تو ہم شرک نہ کرتے - جس سے مطلب انکا یہ تھا کہ چونکہ اس نے چاہا ہے - اس لئے وہ راضی بھی ہے - تو ان کے جواب میں فرمایا -

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اسی طرح پہلے بیوقوفوں نے جھٹلایا تھا - یعنی انہوں نے بھی مشیت الٰہی سے اس کی رضا اور خوشنودی سمجھی اور اصول موضوعہ نمبر ۷ پر غور نہ کیا - یہی اسکا مطلب الٹا سمجھنے والی غلطی ہے

آریہ نمبر ۹۱ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے - اور جسکو چاہتا ہے راہ پر لاتا ہے - بھلا پھر آدمیوں کو کیوں دوزخ میں ڈالا جائے - جبکہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ خدا کی مرضی ہی سے کیا خدا خود ہی دوزخ میں جاوے نادان لوگ اس غلط کاری پر تدبیر اور تقدیر قسمت اور آزمائش کی لنگڑی تعلیم کا خول چڑھاتے ہیں - مگر فضول (مائدہ - ۴۵)

مسلمان نمبر ۹۱ ایک جواب تو اس کا وہی جو اوپر کے نمبر میں گذرا - دوسرا جواب اس کا یہ ہے - کہ خدا نے خود بتلایا ہے - کہ میں کن کو گمراہ کرتا ہوں - اور کن کو ہدایت کرتا ہوں - غور سے سنو!

وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ

وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَن يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ (بقرہ ع)

یعنے بدکار جن بے ایمانوں کو گمراہ کرتا ہے جو خدا سے بندگی کے وعدے مضبوط کرکے بھی توڑ دیتے ہیں اور جن تعلقات کے ملاپ کرنیکا قدرتی طور پر حکم ہے۔ اُن کو توڑ دیتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد کرتے ہیں ایسے ہی لوگ ٹوٹا پانیوالے ہیں"

یہ وہی مضمون ہے جو ویدیں پر میشور نے مجمل بتلایا ہے کہ:-

"میں بدکرداروں کو کبھی آشیرباد نہیں دیتا" (رگوید اشٹک ۱ - ادھیاسو ورگ ۱ منتر ۲)

قرآن شریف کی محاورہ میں ایسے لوگوں کو خدا ہدایت نہیں دیتا جنکو ویدکی اصطلاح میں الیشور آشیرباد نہیں دیتا۔ اور ہدایت کن کو کرتا ہے غور سے سنو!

يَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ (سورہ شوریٰ ع)

جو اس کی طرف دل سے آتا ہے اُس کو ہدایت کرتا ہے یا دوسری لفظوں میں یوں سمجھو کہ جو قرآن شریف کو خوف خدا سے تعصب چھوڑ کر پڑھتے ہیں اُن کو ہدایت ہوتی ہے - اور جو ایسا نہیں کرتے وہ گمراہ ہوتے ہیں اپنے روحانی باپ کی دستخط مانگو۔ تو سنو سوامی جی اپنی کتاب کی نسبت لکھتے ہیں:-

"ان چودہ سملاسوں کو جو شخص تعصب چھوڑ کر انصاف کی نظر سے دیکھے گا۔ اُس کے دل میں سچے معنوں میں روشنی سے راحت پیدا ہوگی اور جو شخص ضد اور تعصب سے دیکھیگا - پھر اس کتاب کا مطلب ٹھیک ٹھیک واضح ہونا بہت مشکل ہے" (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲)

سنو! قرآن شریف بتلاتا ہے:-

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (سورہ ق)

یعنی قرآن شریف میں ہدایت اُن لوگوں کے لئے ہے جنکو عقل ہو یا دل سے متوجہ ہو کر نیک نیتی سے سنتے ہیں۔ کیا سچ ہے ؎

باران کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

آریہ نمبر ۹۲ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا شرک کے سوا باقی تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک مورتی پوجک کو جس نے کبھی شراب نوشی۔ زناکاری۔ چوری۔ ٹھگی نہیں کی۔ اور ہمیشہ اپنے دیوتا کی کروپی سے ڈرتا رہا۔ دوزخ میں ڈالا جائے اور دوسری طرف ایک شرابی کبابی زانی چور بدمعاش شخص اپنے تمام گناہوں کو معاف کرا کر بہشت کے مزے لوٹے (نساء ۱۱۶)

مسلمان نمبر ۹۲ ع تو آشنائے حقیقت نہ خطا اینجا است

آپ کو کیا معلوم شرک کیا بلا ہے۔ اور کس درجہ کا گناہ عظیم ہے آج سوامی دیانند جی ہوتے۔ تو ان سے ہم پوچھتے۔ کہ شرک کون ہوتا ہے۔ وہ جھٹ سے شت پتھ براہمن کانڈ ۱۴۔ ادھیائے ۴ سے بتلاتے۔ کہ شرک تو حیوان ہوتا ہے (بھومکا ص ۷۶) سنیئے! سوامی جی لکھتے ہیں:۔

"پرمیشور ہی کی عبادت کرنی چاہئے۔ اور جو یہ کہے کہ پرمیشور کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی عبادت کرنی چاہئے اسکو جواب دینا چاہئے کہ تو دکھ میں پڑیگا" (حوالہ مذکور)

اللہ اکبر! آریہ بکرمت پرستی اور شرک کی یہ حمایت کہ قرآن شریف مشرکوں کو نجات سے محروم کر دے۔ تو لالہ دھرمپال جی بگڑ بیٹھیں کیوں نہ ہو۔ حق سے عداوت کے یہی معنی ہیں ہاں یہ خوب کہی کہ شرابی۔ زانی چھوٹ جاویں۔ بابو صاحب! قرآن شریف کو دیکھئے کسی کو نہیں چھوڑتا۔ غور سے سنو!

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (القارعہ)

یعنی جو کوئی ذرہ بھر نیکی کریگا وہ بھی پالیگا اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کریگا۔ وہ بھی پالیگا مگر چونکہ قرآن شریف کے نزدیک بلکہ دنیا کی کل اہل توحید قوموں کے نزدیک شرک سے بڑھکر کوئی گناہ نہیں اسلیے اس کی نجات کسی طرح نہ ہوگی۔ البتہ باقی گناہوں کی کسی قدر سزا پاکر بوجہ دوسرے نیک عملوں کے یا توحید کامل کے یا خدا کے حکم سے انبیاء علیہم السلام کی شفاعت پر نجات ممکن ہے۔

سماجیو! قرآن پاک کی عداوت میں بدترین مخلوق (مشرکوں اور حیوانوں) کی

کیوں حمایت کرتے ہو؟

آریہ نمبر ۹۳ قرآن کی تعلیم ہے کہ جب قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان خدا ایک پردہ ڈالدیتا ہی تاکہ کافر قرآن کو نہ سن سکیں اور نہ سمجھ سکیں یہ اس لئے کہ خدا نے اُن کے دلوں پر مہر لگادی ہی اور اور اُن کی آنکھوں پر پردے ڈالدئیے ہیں یہ بھلا اگر یہی بات ہی تو کافروں کو تلقین کرنے کیلئے نبی کیوں بھیجے؟ اور اگر کافر لوگ راہ راست پر نہ آویں تو اُن کا قصور ہی کیا؟ حاضرین! کافر اسکو کہتے ہیں کہ جو الہٰی باتوں کو منجانب اللہ تسلیم نہ کرے اور خلاف از عقل اور خلاف از قانون قدرت مسئلوں اور معجزوں پر تمسخر کرے میں تمسخر تو نہیں کرتا ہوں مگر اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے عقل اور تمیز کی دعا[1] کرتا ہوں (اسرائیل ۴۵)

مسلمان نمبر ۹۳ کافر وہ ہوتے ہیں جو محض بدمعاشی بدنیتی اور بے ایمانی سے بغیر سمجھنے مطلب کے اعتراض کریں (دیباچہ ستیارتھ صفحہ)

بابو صاحب کو بار بار یہی سوجھتی ہی کہ خدا ایسا کیوں کرتا ہے۔ مگر اصول موضوعہ نمبر ۱ ملاحظہ نہیں کرتے۔ ناظرین تکلیف گوارا کریں کہ ورق الٹ کر اصول مذکورہ کو مطالعہ فرماویں۔ ہائے کیسا جاہل اور نابکار ہے جو کلام کو آگے پیچھے ربط دیگر سے نہ سمجھے (پچھوہ سکا صفحہ ۵۲) مفصل تحقیق پہلے ہو چکی ہی کہ خدا کن کو گمراہ کرتا ہی۔

آریہ نمبر ۹۴ قرآن کی تعلیم ہے کہ مشرک اور کافر ناپاک ہیں اُن سے دوستی مت رکھو۔ کافر سے جو کوئی دوستی لگائیگا۔ وہ بھی کافر ہوجائیگا۔ اور مستحق عذاب الٰہی ہوگا۔ کافر کی تعریف اوپر بتا چکا ہوں افسوس ہی کہ ایسی عاقل اور ذی شعور لوگوں کو ناپاک سمجھا جاوے اور جنگل کے اکثر خانہ بدوش وحشی اور بد تمیز لوگ جو عقل اور دانش سے الو کی طرح بے بہرہ ہوکر ہر ایک گپ کو منجانب اللہ تسلیم کرلیں ان کو بہت پاکیزہ تصور کیا جائے۔ قرآن کی اس تعلیم کے مطابق تمام عیسائی۔ آریہ بودھ مذہب۔ سکھ وغیرہ لوگ جنمیں سے اول تثلیث کو مانتے ہیں اور ساری کی ساری

[1] صاحبو! دعا سے یہی مطلب برآری ہوسکتی ہے؟ (ترک)

ہی قرآن سے منکر ہیں ناپاک ٹھیرتے ہیں اور دوزخی بنتے ہیں فقط چند کروڑ اہل قرآن ہی بہشت کے ٹھیکہ دار ہوئے۔ گو عیسائی یا آریہ وغیرہ ایسے بہشت کے بھوکے نہیں ہیں۔ مگر قرآن کی یہ تعلیم کیا کبھی اصول صلح کل کو لا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں (توبہ - ۲۸)

مسلمان نمبر ۹۰ بابو صاحب! سچ کہنا۔ من گھڑت لگانا کس سے سیکھا ہے؟ ہمارا قیافہ اگر غلطی پر نہیں۔ تو سوامی دیانند جی کی روح کسی خاص وجہ سے تم میں حلول کر گئی ہے۔ اُن کی من گھڑت باتیں دیکھنی ہوں تو ہمارا رسالہ "دیانند کا علم و عقل" دیکھو جس لفظ پر آپ کو شبہ ہے وہ یہ ہے:-

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ

"یعنے جو لوگ خدا کے ساتھ اُسکی مخلوق کو ساجھی بناتے ہیں۔ اُن کے اندرونی ناپاک ہیں دل سیاہ ہیں"۔ اس آیت کے معنی میں بہنود دل اور اندرونے کی ناپاکی لکھی ہے ظاہری ناپاکی مراد نہیں لی اسواسطے کہ خداوند عالم نے دوسری آیت میں فرمایا:-

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

"یعنے بیشک اُن کی بداعمالیوں نے اُن کے دلوں پر زنگ کر دیا ہے"۔ اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ انسان کی نیکی و بدی کا اثر اُس کے دل پر پہونچتا ہے۔ ان معنے کی تائید آپ کے روحانی باپ دیانند جی نے بھی کی ہے۔ ناظرین نمبر ۹۲ ملاحظہ فرمائیں۔ مگر افسوس آپ قرآن اور سچی تعلیم سے ایسے متنفر ہیں کہ ہر بات میں گویا انکار کرنیکا ٹھیکہ لے رکھا ہے ؎

ہائے کیسا کپوت ہے کہ جسکو باپ تو حیوان اور عذاب کا مستوجب بتلائے۔ مگر بیٹا اُسکو دانا سمجھے۔ بابو صاحب! آپ کو معلوم نہیں کہ نیک بختی کسی سرسبز ملک یا پر رونق شہروں کی آبادی پر موقوف اور منحصر نہیں۔ بلکہ وہ تو دل کی صفائی اور خدا سے تعلق پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہے کیا آپنے اپنے روحانی باپ دیانندجی کا قول نہیں سنا؟ کہ:-

"سادھو اور برہمن نیک اعمال سے ہوتے ہیں۔ ماں باپ اور گرو سے نہیں"۔ (ستیارتھ ۱۱۸)

ہاں قرآن شریف کی صلح کلی دیکھئے کہ صاف لفظوں میں فرما دیا:-

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورہ بقرہ ع ۱۳)

"یعنی جو کوئی اپنے پروردگار کے حکم کے تابع ہو اور نیک کام کرے۔ تو اُس کا بدلہ اور ثواب اپنے پروردگار کے ہاں سے پاویگا۔"

اس کے مقابلہ پر سوامی دیانندجی کا پرمان بھی سنئے بلکہ

"وید کا منکر ناستک (دہریہ) ہے" (ستیارتھ پرکاش ... ملاحظہ ہو)

کہئیے! تمام دنیا کا کیا حال ہو؟ یورپ اور امریکا اور افریقہ کے تو کان بھی وید سے آشنا نہیں۔ ماننا تو کہاں۔ ایشیا میں ہندوستان کے اندر ویدک مت کے دو گروہ حامی ہیں۔ یعنی ہندو اور آریہ۔ سو ہندوؤں کو تو سوامی جی بوجہ بت پرستی اور پرانوں کے ماننے کے مشرک اور حیوان کہتے ہیں۔ رہے آریہ سو اُن میں بھی ایک پارٹی بوجہ ماس (گوشت) خوری کے نجات کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ گنتی گنتی مہاتماؤں کی نوبت آئی یعنے آریہ گھاس پارٹی کی جو صرف سبزی خور ہیں۔ جنکی تعداد ہاتھوں کی انگلیوں پر ہو سکتی ہو اگر ہم ان کے اندرونی راز بھی کھولیں۔ تو شاید تمام ہندوستان بلکہ تمام جہان میں بمشکل ۲۔۴ آدمی ہی مستحق نجات ہو سکتے ہیں۔ پس بتلائیے! یہ تخیل کس صلح کلی پر مبنی ہے؟ کیا مسلمان، عیسائی، یہودی، بدھ، سکھ، جینی وغیرہ قومیں جو کل دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ نجات کا استحقاق رکھتی ہیں؟ اس صلح کلی کے علاوہ اور سنئے! مسلمانوں اور عیسائیوں وغیرہ اقوام سے ایسی نفرت کہ ان کے ہاتھ کا کھانا بھی نہ کھایا جاوے (ستیارتھ صفحہ ۲۵۲) ایسی صلح کل پالیسی؟ کیا کہنے حضرت مسیح کا قول بالکل سچ ہے۔ کہ ظالم کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آ جاتا ہے۔ مگر اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نہیں دیکھتا۔

مگر اصل میں وید کا مصنف بھی دانا تھے۔ اُس نے سوچا کہ پرمیشور کی حقیقت اور ماہیت تو میں نے صرف اتنی ہی بتلائی ہے۔ کہ روحوں کو جو اُسکی مخلوق نہیں اور مادہ اور روح کو جوڑ جاڑ کر بقول شخصے تم کون؟ ہم خواہ مخواہ۔ بادشاہ اور حاکم بن بیٹھا۔ پھر اگر وہ ہر ایک روح کو خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی، یہودی یا آریہ نجات دیتا جاوے۔

تو ایک نہ ایک دن یہ ڈیپر خانہ روحوں کا خالی ہو جائیگا پہر تو لالہ صاحب (پرمیشور) سب کو
چھوڑ چھاڑ کر مکھیاں بھنکتے دوکان پر بیٹھے لوگوں کا منہہ تاکتے رہیں گے۔ کوئی ان کی نہ
سنیگا۔ جیسے کسی معزول حاکم کی کوئی نہیں سنتا۔ اس لئے آپ نے پیش بندی کر دی
کہ سوائے آریوں کے (بشرطیکہ گوشت نہ کھاتے ہوں) کسی کی نجات نہ ہوگی۔ قربان
ایسی دور اندیشی پر۔

آریہ ممبر ۹۵ } قرآن کی تعلیم ہے کہ کافروں کو جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ کیونکہ قتل
سے کفر بڑا ہے۔ افسوس ہے۔ اس قسم کی تعلیم امن و چین
کا کس قدر خون کرنے والی ہے۔ اسی تعلیم نے تو محمود کو امین الملۃ بنایا۔

مسلمان ممبر ۹۵ } بیشک بنایا۔ امین الملۃ۔ رشی۔ مہرشی۔ سوّرما وغیرہ القاب بھی
دلائے۔ ہائے کیسا بد باطن ہے۔ جو آگے پیچھے کلام کو نہ دیکھے (ہو سکتا ہے کہ)
ہم تو سمجھے تھے۔ کہ بابو صاحب اس مسئلہ کو بتقلید روحانی باوا کے سب سے پہلے
لکھینگے۔ کیونکہ دیانندجی نے نمبر ۲ میں یہ سوال کیا تھا۔ نہیں معلوم بابو صاحب کو اتنی
دیر چین کیوں پڑی ہوگی۔ کہ نمبر ۹۵ تک اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ خیر جو کچھ کیا
اچھا کیا۔ پس پہلے وہی آیت سنئے۔ جسکا بابو صاحب نے حوالہ دیا ہے یعنی سورہ
احزاب کی ۱۱ جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ
لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا
وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا (سورۂ احزاب)

اس آیت میں باغیوں اور مفسدوں کا ذکر ہے۔ جو ملک میں خلاف امن ہمیشہ فساد
ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی بابت ارشاد ہے۔ کہ منافق (یعنی دو رخے جو ایک طرف
جائیں۔ تو ان کی سی بجائیں دوسری طرف جائیں تو انکی ہاں میں ہاں ملائیں) اور بدنیت
فسادی اور شہر مدینہ (دار السلطنت) میں جھوٹی خلاف امن افواہیں اڑایا کرتے ہیں
ان شرارتوں سے باز نہ آئے تو ہم (خدا) تجھکو (اے رسول) کسی روز ان پر اکسا دینگے

یعنے اُن کی سرکوبی پر آمادہ کرینگی۔ پھر وہ تیرے پاس بہت ہی تھوڑی مدت ٹھیر سکینگے ہر طرف سے اُن کو پھٹکار ہوگی۔ جہاں رہینگے پکڑے جاوینگے اور قتل ہونگے"

اس آیت کا ترجمہ ہی بتلا رہا ہے کہ یہ سزا اُن باغیوں کی ہے۔ جن کو سزا دہلی میں ملی تھی۔ جو کیسی ہی رحیم کریم سلطنت ہو۔ بغیر اس سزا کے کبھی نہ چھوڑی یہ نہیں کہ کافروں کو خواہ مخواہ تنگ کرو۔ مارو۔ قتل کرو۔ آپ کو معلوم نہیں کہ منافق تو بظاہر مسلمان تھے۔ مگر فساد کرتے تھے۔ جن کے فساد کی سزا اس آیت میں مذکور ہے۔ اگر قرآن شریف میں یہ حکم ہوتا۔ کہ کافروں کو محض کفر کی وجہ سے خواہ وہ امن سے بھی رہنا پسند کریں۔ تو بھی مار ڈالو۔ تو سچ کہنا کہ آج آپ کے جواب میں یہ رسالہ بازی نہ ہوتی بلکہ یوں کہئے کہ آپ آریہ سماج میں نہ جاتے۔ بلکہ آریہ سماج ہی کا وجود نہ ہوتا۔ ہندوستان میں ہزار سال سے زائد مسلمانوں کی حکومت رہی۔ کسی بادشاہ نے بھی کسی ایک متنفس کو محض اُس کے کفر کی وجہ سے قتل کیا ہے؟ آریوں کے سینے پر بڑی مونگ دلنے والے غازی اورنگ زیب ہیں اُنکی بابت ہی کوئی شخص ہمکو ثابت کردے کہ کسی کافر کو کفر کی وجہ سے قتل کیا ہو۔ تو ہم سے مبلغ صد روپیہ انعام پاوے۔ ایسے پکے مسلمان بادشاہ کی نسبت مسٹر آرنلڈ صاحب سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور لکھتے ہیں کہ اُن کے خزانے پر دو پارسی آتش پرست خزانچی تھے۔ مسلمانوں نے اُن سے تکلیف اُٹھا کر ایک عرضی میں شکایت لکھی کہ حضور نے کافروں کو خزانے پر رکھا ہے۔ حالانکہ خدا نے کافروں سے دوستی لگانا اور محبت کرنا منع فرمایا ہے۔ تو اورنگ زیب نے اس عرضی پر جواب لکھا۔ کہ یہ حکم خداوندی دینی معاملات کے متعلق ہے جس کام پر میں نے اُن کو رکھا ہے یہ دنیاوی کام ہے۔ اس کی اُن کو خاصی لیاقت ہے۔ اسلئے یہ اسی کام پر رہیں گے۔ اور تمہاری شکایت نہ سُنی جاویگی (دعوت اسلام)

ہندوستان کی حکومت کو بھی جانے دیجئے۔ شائد آپ کہینگے کہ یہ بادشاہ دین کے پابند نہ تھے بلکہ ہندوؤں کی صحبت سے متاثر تھے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو دیکھئے کہ انہوں نے بھی کفار کو رعیت بنا کر اپنے برابر حقوق دئے۔ کبھی کسی نے ایسا کیا بھی؟

قرآن شریف میں صاف حکم ہو کہ جن لوگوں کا تم سے صلح اور امن کا وعدہ ہے - اُن سے لڑنا تو منع ہی تھا - بڑی بات یہ ہو کہ جو اِن (تمہاری مصالحین) سے صلح رکھیں - اُن سے بھی مت لڑو - غور سے سُنو!

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ (سورہ نساء)

"یعنے جو لوگ تمہاری مصالحین سے صلح اور وعدہ امن رکھتے ہیں اُن سے بھی نہ لڑو"
اور سُنئیے! ایک مقام پر ارشاد ہو - کہ مسلمانوں کی کوئی قوم اگر کافروں سے تنگ آکر تم سے امداد چاہیں - تو اُن کی مدد کرو - لیکن ایسی قوم کے مقابلہ پر مدد نہ کرنا جو تمہاری ساتھ صلح رکھتی ہوں - غور سے پڑھو - اور سُنو!

اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ
مِّيْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (انفال ۲)

بلکہ اس سے بڑھکر سُنئیے! قرآن شریف نے کافروں اور غیر قوموں کو وہ حقوق دئے ہیں - جو آجتک باوجود دعوائے تہذیب اور ترقی کے کسی مہذب سلطنت نے بھی اپنی رعایا کو نہیں دئے - غور سے سُنئیے! خدا فرماتا ہو:-

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ
وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ
رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (سورہ نساء ع ۹۲)

یعنی اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کو بھول کر قتل کرے تو اُسپر فرض ہو کہ ایک غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو اسکا خونبہا (عوض) دیوے اور اگر کسی غیر قوم (کافروں) کے آدمی قتل کرے - جن سے تمہارا معاہدہ ہو - تو بھی یہی حکم ہو"

بابو صاحب! کہئیے یہ انصاف اور مروت اور مساوات اور سلوک کسی قوم نے غیر قوموں سے کئے ہیں - کہ فاتح مفتوح میں تمیز ہی نہیں اللہ اللہ! کس زور اور دباؤ سے کافروں کے جان و مال کی حفاظت کیجاتی ہو - مگر واہ ری ناشکری تیرا ستیاناس - کیا سچ ہو ؎

نکوئی بابداں کردن چنانست
کہ بد کردن بجائے نیکمرداں

اب ذرہ ویدکی ہدایات بھی سُنیئے! اور غور سے سُنیئے! کہ کس زور شور سے اپنے معتقدوں کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ مخالفوں کو تہ تیغ کرو۔ یوں کرو۔ قتل کرو۔ پس سُنیئے!

"اے دشمنوں کے مارنے والے اصول جنگ میں ماہر بے خوف دہراس پر جاہ وجلال عزیزو! اور جواں مردو! تم سب رعایا کے لوگوں کو خوش رکھو۔ پرمیشور کے حکم پر چلو اور پر فرجام دشمن کو شکست دینے کے لئے لڑائی کا سرانجام کرو۔ تم نے پہلے میدان میں دشمنوں کی فوج کو جیتا ہے۔ تم نے حواس کو مغلوب اور سدا نو زمین کو فتح کیا ہے۔ تم رویئین تن اور فولاد بازو ہو۔ اپنے زور شجاعت سے دشمنوں کو تہ تیغ کرو۔ تاکہ تمہارے زور بازو اور الیشور کے لطف وکرم سے ہماری ہمیشہ فتح ہو۔"

(اتھروید کانڈ ۶۔ انوواک ۱۰۔ ورگ ۹۷ منتر ۳)

اور سُنیئے!

"اے انسانو! تمہارے آتش گیر اسلحہ اور تیر وکمان تلوار وغیرہ ہتھیار میری عنایت سے مضبوط اور فتح نصیب ہوں۔ بدکردار دشمنوں کی شکست اور تمہاری فتح ہو۔ تم سنیرط طاقتور اور کارنمایاں کرنیوالے ہو۔ تم دشمنوں کی فوج کو ہزیمت دیکر آئینی وگرداز ولیس پا کرو۔ تمہاری فوج پرآرکاد اور نامی گرامی ہو۔ تاکہ تمہاری عالمگیر حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔ اور تمہارا حریف نامنجار شکست یاب ہو اور نیچا دیکھے۔"

(رگوید اشٹک اول ادھیائے ۳۔ ورگ ۱۸ منتر ۲)

اور یہ لیجئے!

"تب اس محافظ کائنات۔ پرمیشور کو جس کے آگے تمام زبردست بہادر سر اطاعت خم کرتے ہیں اور جو انسان سے مخلوقات کی حفاظت کرنیوالا بندہ رہے ہر جنگ میں

لہ جلو صاحب! کب؟ لہ جیسا محمود غزنوی مرحوم سے دیکھا (جینا)

فتح پانے کے لئے مدعو کرتا ہوں اور پناہ لیتا ہوں۔" (یجروید ادھیائے ۴ منتر ۲۵)

اور سنو!

"اے فرمانبردار لوگو! تمہارے اسلحہ آتشیں مخالفوں کو مغلوب کرنے اور ان کو روکنے کیلئے قابل تعریف اور باستحکام ہوں۔ تمہاری فوج مستوجب توصیف ہو۔ تاکہ تم لوگ ہمیشہ فتحیاب ہوتے رہو۔" (رگوید منڈل اول سوکت ۳۹ منتر ۲)

بابو صاحب! ان منتروں میں جو دشمنوں کو مارنے اور قتل کرنے، تہ تیغ کرنے کے احکام صادر ہوئے ہیں۔ ان دشمنوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ کچھ شک نہیں کہ مذہبی کتابوں میں جو اس قسم کے احکام ہوتے ہیں۔ وہ ان کے نہ ماننے والوں کو ہوتے ہیں۔ اور جن کا نام ان کتابوں میں دشمن یا مخالف رکھا جاتا ہے وہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان کتابوں سے منکر یا دوسرے لفظوں میں کافر ہوتے ہیں۔ پس وید بھی اگر مذہبی کتاب ہے۔ تو وید کے مذکورہ بالا اور انہی جیسے اور کئی ایک منتروں میں صاف حکم ہے کہ کافروں کو تہ تیغ کرو۔ اور اپنی (آریوں کی) حکومت تمام روئے زمین پر قائم کرو۔ (افسوس! کبھی ہوئی بھی؟)

سماجیو! وید کی تابعداری کے مدعیو! کس وقت کا انتظار کر رہے ہو؟ نیشنل کانگرس اور سودیشی تحریک کی کامیابی کو مت دیکھو۔ محض ہوس ہے اور خام خیالی ہے۔ اٹھو۔ ہمت کرو۔ تم رؤئیں تن ہو۔ فولاد بازو ہو۔ تم نے پہلے میدانوں میں دشمنوں کو جیتا ہے۔

ویانندیو! سوامی جی کا قول بھول گئے ہو۔ کہ:-

"جب بُرے دن آتے ہیں۔ تب ملک کے رہنے والوں کو کئی طرح کی تکلیف بھوگنی پڑتی ہے۔ کوئی کتنا ہی کرے۔ لیکن جو اپنے ملک کا راج ہوتا ہے۔ وہ سب سے افضل ہوتا ہے۔" (ستیارتھ پرکاش ص ۲۹)

سماجی دوستو! سوچتے نہیں ہو۔ کہ سوامی ویانند جی نے تم کو کیسے ایک باریک راز پر مطلع کیا ہے۔ مگر تم ابھی تک بدستور غافل ہو۔ ماس اور رگھاس اور گرد کل

اور کالج کے دہشرزوں میں لُٹ کرناحق روپیہ اور وقت ضائع کرتے ہو۔ اِسی تمہاری غفلت کو تمہارے گروجی نے پہلے سے بیان کر تمکو ہدایت کی تھی اور اسی لئے تمکو اس بیجا اختلاف سے روکنے کو فرمایا تھا۔ نکتہ

"اب اوبار بخت۔ آریوں کی سستی غفلت اور باہمی نفاق کی وجہ سے دوسرے ملکوں میں راج کرنیکا تو ذکر ہی کیا ہے بلکہ خود آریہ ورت میں بھی اس وقت آریوں کا کامل آزاد۔ خودمختار اور بیخوف راج نہیں" (حوالہ مذکور)

دیانندیو! ایسی مخفی تمنائیں اور ملک گیری کی ہوسیں اور سلطنت کی امنگیں دل و دماغ میں رکھکر بھی اسلامی جہاد کا نام منہ پہ لاؤ گے؟ سنو! ہم ڈنکے کی چوٹ اور بلند آواز سے کہے دیتے ہیں:-

قَاتِلُوا الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (سورۃ بقرہ۔۱۹۰)

یعنے جو تم سے لڑیں۔ اُن سے لڑو۔ اور زیادتی مت کرو۔ خدا زیادتی کرنیوالوں سے محبت نہیں کرتا۔

آریہ نمبر ۹۶ | قرآن کی تعلیم ہے کہ لوٹ کا مال خدا اور اُس کے رسول کا حق ہے اور خدا کو لوٹ کے مال کا پانچواں حصہ ملنا چاہئے بھلا جب خدا ہی لوٹ مار کرنے کے لئے وحی بھیجے۔ تو پھر محمود کا کیا قصور ہو سکتا ہے؟ ہاں تو! میں اس تعلیم کو بہت خوفناک اور غارت گر تصور کرتا ہوں۔ خدا ہر ایک شخص کو اس سے بچائے (انفال ۱-۲)

مسلمان نمبر | جس لفظ پر آپ کو سوال ہو وہ انفال ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کے الفاظ یہ ہیں:-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ

انفال نفل کی جمع ہے۔ نفل اُس مال کو کہتے ہیں۔ جو لڑائی میں مغلوب سے غالب کے ہاتھ آتا ہے۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد (جو اسلام میں پہلی جنگ ہے جس میں مسلمانوں کو نمایاں فتح ہوئی تھی) مسلمانوں میں اُس مال کی بابت (جو بعد فتح ہاتھ آیا تھا)

تکرار ہوئی۔ تو سرورِ کائنات کے حضور تک بھی بات پہونچی۔ جسپر آئت مرقومہ بالا نازل ہوئی "مالِ غنیمت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اور اُس کے رسول کی پس وہی جسطرح تمکو حکم دیں۔ ویسا کرو۔ چنانچہ اس آئت سے آگے چلکر وہ حکم بتلایا۔ کہ مالِ غنیمت کو کس طرح تقسیم کیا جائے غور سے سنو!

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ (انفال ۴۱)

یعنے جو کچھہ تمکو مالِ غنیمت ہاتھہ آوے۔ اُسکا پانچواں حصہ اللہ کو دو۔ پھر اُس کی تفسیر کر دی۔ کہ اللہ کو کس طرح دو۔ اس طرح دو۔ کہ اللہ کے رسول کو یا جو کوئی بادشاہ وقت ہو۔ اور قرابت داروں کو اور یتیموں اور مسکینوں اور غریب مسافروں کو دو۔ باقی چار حصے فوج میں تقسیم کرو۔"

پورا مطلب اس آئت کا منوجی مہاراج کے پرمان میں ادا کرتا ہوں۔ پس غور سے سنو!

"(راجہ) اس آئین کو کبھی نہ توڑے کہ لڑائی میں جس جس ملازم یا افسر نے جو جو گاڑی گھوڑا ہاتھی۔ چھتر۔ دولت۔ رسد۔ گائے وغیرہ جانور۔ نیز عورات اور دیگر قسم کا مال ومتاع اور گھی اور تیل وغیرہ کے کپے فتح کئے ہوں۔ وہی اسکو لیوے۔ لیکن فوج کے آدمی فتح کی ہوئی چیزوں میں سے سولھواں حصہ راجہ کو دیویں"

(مندرجہ ستیارتھہ ص۱۹۶)

منوجی نے راجہ کو سولھواں حصہ دلایا ہے اور قرآن شریف نے پانچواں حصہ دیدیا۔ مگر اُس پانچویں حصے میں پانچ کو شریک کرکے امیر المومنین (بادشاہ) کے لئے پچیسواں حصہ رکھا ہے۔ پھر وہ پچیسواں حصہ بھی انتظام ملک ہی پر صرف ہوتا ہے۔

بابو صاحب نے سمجھا۔ کہ خدا خود اس مال میں سے حصہ لینے آتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھے کہ عربی زبان میں واو عطف تفسیر کے لئے بھی ہوتا ہے

ہائے کیسا پاپی اور عقل کا دشمن ہو۔ جو متکلم کی حیثیت اور پوزیشن کا اندازہ نہ کرے۔
(دیباچہ ستیارتھ ص)

سماجیو! یاد رکھو قرآن شریف میں انفال (مال غنیمت) سے وہی مراد ہے۔ جو منوجی کے قول میں مراد ہے۔ نہ کہ ڈاکہ زنوں کی غارت گری جو تم اور تمہارا گرو اپنی خوش فہمی سے سمجھے ہو۔

آریہ نمبر ۹۶ } قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ دین اسلام خدا کی طرف سے ہے میں اس طرح تو اسلام اور قرآن کو منجانب اللہ تسلیم کرتا ہوں۔ کہ جس طرح تمام برائیاں قرآنی خدا کی طرف سے ہیں۔ وہی اُن کا خالق ہے۔ تمام گمراہی قرآنی خدا کی طرف سے ہے۔ وہی گمراہ کنندہ ہو۔ تمام چیزوں کا حتّے کہ شیطان کا بھی وہی خالق ہے۔ گویا شیطان بھی منجانب اللہ ہو۔ ان معنوں میں دین اسلام بھی بیشک خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن مذکورہ بالا تعلیم کو دیکھکر میں اسلام کو سچا مذہب نہیں کہہ سکتا۔ اگر میں ایسا کہوں تو صداقت۔ انصاف۔ حق پسندی کے گلے پر چھری پھیرونگا (آل عمران۔ ع ۱۹)

مسلمان نمبر ۹۶ } —

بدم گفتی و خرسندم جزاک اللہ نکو گفتی
کلام تلخ مے زیبد لب یاقوت خارا

اس نمبر میں تو آپ نے بہت سی سٹھریاں (طعنے) دئے ہیں۔ بابو صاحب ایسے کیوں بد کتے ہیں۔ سب باتوں کے جواب پہلے ہو چکے ہیں۔ اصول موضوعہ نمبر ا کو دیکھئے۔ ہاں ہم آپ کو بتلاتے ہیں۔ کہ اسلام ہاں خدا کا سچا دین اسلام کس طرح خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

سنئے! اسلام میں سچی اور کامل توحید ہے۔ صفات خداوندی کا ثبوت جیسا چاہئے ملتا ہے۔ معاملات میں کمال صفائی ہے۔ بت پرستی۔ اگنی اور عناصر پرستی وغیرہ سے خالی ہے۔ ہاں بڑی بات قرآن کی صداقت کی یہ ہے کہ نیوگ جیسا حیا سوز حکم اس میں نہیں ہو۔ مفصل بحث کتاب ہذا کی شروع اور اخیر میں دیکھو۔

آریہ نمبر ۹۸ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ جاؤ اُن کے پاس جس وقت اور جس طرف سے چاہو۔ کھیتی کسانوں اور زمینداروں کی ملکیت ہوتی ہے۔ عورتوں کو ملکیت کہا گیا ہے اور محض جذبہ مخصوص کی سیری کا سامان تصور کیا گیا ہے آدمیوں※ کے برابر اُن کو کوئی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ (بقرہ - ۲۱۶)

مسلمان نمبر ۹۸ کیا کہنے ہیں۔ قربان ایسی سمجھ پر۔ جس آیت پر بابو صاحب کو بتقلید اپنے روحانی باپ کے شبہ ہے۔ وہ یہ ہے :

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ (بقرہ)

جس کا مطلب آپ کے روحانی باپ دیانندجی کے الفاظ میں بتلاتا ہوں۔ پس غور سے سنئے!

"عورت اور مرد کو دھیان رکھنا چاہئے۔ کہ ویرج اور رج (مرد اور عورت کی منی) کو بے بہا سمجھیں جو کوئی اس بیش قیمت چیز کو بیگانی عورت۔ رنڈی یا بُرے مردوں کی صحبت میں کھوتے ہیں۔ وہ بڑے بے عقل ہوتے ہیں کیونکہ **کسان** یا مالی ہوکر بھی اپنے **کھیت** یا باغیچہ کے سوا اور کہیں بیج نہیں بوتے جبکہ معمولی بیج اور جاہل کا ایسا دستور ہے۔ تو جو شخص سب سے اعلیٰ انسانی جسم کے درخت کے بیج کو بُرے کھیت میں بوتا ہے۔ وہ بھاری بے وقوف کہلاتا ہے۔ کیونکہ اس کا پھل اُسکو نہیں ملتا۔" (ستیارتھ ص ۱۲۷)

بابو صاحب! انصاف سے کہنا اگر کوئی سوامی دیانندجی کے اس حکم پر عمل کرکے اپنی منکوحہ عورت کے پاس جائے۔ تو اس نے کس کے کھیت میں بیج ڈالا ہے یہ بھی بتلاؤ کہ کھیت میں بیج ڈالا۔ یا پاخانہ میں ضائع کیا۔ ہائے افسوس کیسا بچیا اور عقل کا دشمن ہے۔ جو شیشہ کا گھر بنا کر دوسروں پر پتھر برساتا ہے۔

ناظرین! اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اپنی عورتوں کو اپنی اولاد کیلئے

※ واہ ری تیری اردو دانی (ترک!)

کھیت سمجھو - چونکہ قرآن شریف ہر ایک مجلس (مردوں اور عورتوں کافروں اور مومنوں کے اجتماع) میں پڑھا جاتا تھا - اس لئے نہایت ہی شستہ عبارت میں اعلیٰ درجہ کی بلاغت سے یہ مضمون ادا کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عورت کے فرج یعنی سامنے کے سوراخ میں دخول کیا کرو - نہ کہ پچھلے میں کیونکہ سامنے کا سوراخ بیج کا محل ہے پچھلا نہیں - نیز اس طرف اشارہ تھا - کہ ایام حیض میں جماع نہ کیا کرو - کیونکہ رحم بوجہ جوش خون کے نطفہ قبول نہیں کرتا -

سماجیو! یہی تمہاری جو تھی اصول کی پابندی ہے کہ حق کے قبول کرنے کو طیار رہا کرو - جو مضمون تمہارے گرو ویدوں سے اخذ کر کے تمکو تعلیم کر چکے ہیں - اوسی مضمون پر جب قرآن شریف میں تمکو نظر پڑ جاوے - تو بڑے بڑے دانت نکالکر اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں -

ہاں یاد آیا - کہ ناراضگی کی اصل وجہ ایک مخفی راز ہے جو بقول شخصے " گونگے کی فارسی گونگے کی ماں سمجھے " ہم ہی اس راز کو جانیں اور کون جانے - وہ ہم بتلاتے ہیں :-

سماجیو! اگر وہ غلط ہو تو ہمیں اطلاع دینا - ہم اپنی رائے کو واپس لیں گے اور تمہاری طرح ہرگز ضد نہ کریں گے - سنو! اصل ناراضگی یہ ہے کہ وید نے تو (بقول دیانندجی) عورت کو ایسی کھیتی بنایا تھا - کہ مرد کے نطفے میں ضعف ہو - یا پیداوار کے قابل نہ ہو یا سافری میں مدت دراز رہا ہو - تو اس کی کھیتی (عورت منکوحہ) کو دوسرا شخص آباد کر کے ہری بھری کر سکتا ہے - یعنی اُس کی عورت دوسرے سے نطفہ ڈلوا کر اپنے خاوند کیلئے بچہ پیدا کر سکتی ہے -

دیانندیو! عمل کرو - تو جانیں - کیوں نہ ہو - دانائی یہی تو اسیکا نام ہے کہ زمین کو خالی رکھنے سے - جو نقصان ہے معاملہ سرکاری دینا یعنی عورت کے نان نفقہ کا متحمل ہونا - بے فائدہ تو نہ گیا - سود خواروں کے ایسے ہی دور اندیش خیالات ہوتے ہیں ؎

سماجیو! انصاف سے کہنا اپنے چوتھے اصول کو یاد کر کے کہنا۔ یہی وہ نیچرل تعلیم ہے جسکا تم لوگ دعویٰ کیا کرتے ہو؟ کیا تبلا سکتے ہو۔ کہ دوسرے کے نطفے سے پیدا شدہ بچہ عورت کے اصلی خاوند کا کیونکر کہلا سکتا ہے۔ بتلاتے ہوئے یہ بھی سوچ لینا۔ کہ اگر برہمن کھتری کی لڑکی سے شادی کر لے۔ تو جو اولاد پیدا ہوگی وہ برہمن کہلائیگی یا کھتری؟ ضرور برہمن ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ باپ کا نطفہ جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اصل ہے وہی تمام کام کا مدار ہے۔ پھر یہ کیا انصاف اور نیچر ہے۔ کہ نطفہ تو کسیکا ہو۔ اور بیٹا کسیکا کہلائے اور باتوں میں تو تم جواب دیہی دیا کرتے ہو۔ اور بہت سے حوالہ جات سے ہندوؤں کے بزرگوں کو نیوگ کی اولاد ثابت کیا کرتے ہو۔ کبھی بائبل کا کوئی درس پڑھ دیا کرتے ہو۔ مگر ہمارا سوال تو تم سے بحیثیت ایک نیچری پارٹی ہونے کے ہے۔ کونسا نیچرل رول ہے کہ نطفہ کسیکا اور بچہ کسیکا؟ آہ

نظم

ہے بے غیرتی کا شرارہ نیوگ
جلا دیگا گھر بار سارا نیوگ

ڈبو دیگا اک دن ستارہ نیوگ
دکھا دیگا آخر خسارا نیوگ

جو ہوں بانجھ بھی استری خواہ پرش
ہے بیٹوں کا کرتا اجارا نیوگ

کوئی یہ بھی ہیں کیا ستری کرم
جدہر کر رہا ہے اشارا نیوگ

کہ بک جائیں ٹھنڈی تو ہی روٹیاں
ہے برعکس فطرت تمہارا نیوگ

اگریں دوسرے بیاہ پھر کس لئے
ہے رنڈوں کا بھاری سہارا نیوگ

کریں ایک ہی بار شادی دوج
پھر ان کے لئے ہے دل آرا نیوگ

کہاں بیاہ میں وہ دکھائیگا جو
نئے سے نیا اک نظارا نیوگ

شری بیاس جی نے ہے سمجھایا خوب
تب ہیوگی کا بھی پیارا نیوگ

سہاگن تو ہمبستر غیر ہو
کرے پر نہ ہرگز گوارا نیوگ

اجی دہرم کی بات میں شرم کیوں
مہاشے کی کرتا ہے شکارا نیوگ

اگر وہی تو ہی ورنہ آپس ہیں کیا — تمہارا نیوگ اور ہمارا نیوگ
ہوئی نیست اینک بہت خاندان — یہ بخشا ہے رشیوں نے جارا نیوگ
دیانند جی کو نمستے کہو — تمہارے لئے کیا اُتارا نیوگ
ز اولاد خالی نہ ماند زنے — کند جائے شوہر ہزارا نیوگ
گر از ہر دو یک بد کلامی کند — دگر دزدو سازد ستارا نیوگ
چلو آریو مل گئے دھرم پال — یہ رگ وید میں سو پکارا نیوگ
گروکل کا مندر ہے دھرم سے — کہ گندہ ہر دیتے اینٹ گارا نیوگ
جو بیٹا نہ حاصل ہوا اک بار سے — کراؤ دوبارہ سہ بارہ نیوگ
کرے محنت اور پھل نہ پائے تو کیوں — کرے کوئی قیمت کا مارا نیوگ
بھلا مہرشی جی کو سوجا کہاں — کرے جب کوئی سیم پارا نیوگ
کوئی کیا کرے اس میں غیرت ہے جب — مہرشی جی کو گوارا نیوگ
عناصر بنائے سب ایشور کے نام — نہ کچھ بن سکا استعارا نیوگ
ہوئی اُن کی تاویل و تحریف نرم — وہ ہے بن گیا سنگ خارا نیوگ
نہیں گھر کی بیوی سے اب کوئی کام — کہ ہے سب کا خاصہ گذارا نیوگ
نہ روٹی نہ کپڑا نہ فکر مکاں — یہ ارزاں بہ ہو کیسے پیارا نیوگ
زناں را نیوگ ست جائے زنا — کہ برداشت فعل زنا را نیوگ
لیے زن بدلہا حمیت نہ ماند — از ینجا خورش آمد شما را نیوگ
جب آنکھوں سے شرم و حیا اُٹھ گئی — ہوا آنکھ میری کا تارا نیوگ
مسلماں سے بگڑا خبث آریہ — نہ کیوں تو نے اپنا سنوارا نیوگ
نیاری جواب سخن جز دروغ — کہ بگذاشتہ ہیچ یارا نیوگ

(نور علی نور)

عورتوں کے حقوق کی بابت سُنیے! صاف ارشاد ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ

یعنی عورتوں کے حقوق مردوں کے ذمہ اسیطرح ہیں جسطرح مردوں کے عورتوں کے ذمہ ہیں۔ یعنی حقوق میں مساوات ہے۔ مگر چونکہ قرآن شریف تفضیل (فوقیت) کا طالب ہے۔ اس لئے مردوں کو چونکہ فطرتاً فضیلت ہے لہذا اسی آیت کے متصل یہی فرمایا۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ

یعنی مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے جسکا کسی کو انکار نہیں۔ پس کہو!
بابو صاحب! ایسا جھوٹ بولنا کہ عورتوں کے حقوق برابر نہیں ہیں۔

کہو جی کون دھرم ہے؟

آریہ سمنت ۹۹-۱۰۰-۱۰۱ } قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اگر عورت بدکاری کرے تو اسکو خوب پیٹو اور گھر میں قید رکھو۔ حتی کہ مرجاوے۔ افسوس عورت بدکاری کرے۔ تو اس کو خاوند مارے۔ اگر خاوند بدکاری کرے۔ تو اسکو عورت کیوں نہ جوتے لگائے اور گھر میں تاحیات قید رکھے۔ یہ محض اس لئے کہ عورت غلاموں کیطرح ملکیت تصور کیگئی ہے
مسلمان لوگ عورت کو طلاق دے سکتے ہیں۔ افسوس ہے۔ عورت بدصورت ہو۔ لڑکیاں پیدا کرے یا خراب ہو۔ تو اسکو طلاق دیجائے۔ لیکن اگر آدمی بدصورت ہو۔ لڑکیاں پیدا کرے یا خراب ہو۔ تو اسکو طلاق نہ دی جائے۔ طلاق کا مسئلہ جہاں بذات خود قبیح ہے وہاں اپنے نتائج کے لحاظ سے بھی مذموم ہے۔ طلاق کا مسئلہ خاوند اور بیوی کے درمیان سچی محبت پیدا نہیں ہونے دیتا۔ کیونکہ عورت ہمیشہ خائف رہتی ہے۔ معلوم نہیں۔ اسکو کس جرم پر طلاق دیدی جاوے۔ طلاق کا مسئلہ بازاری عورتوں کی تعداد کو بڑھاتا ہے۔ طلاق کا مسئلہ عورتوں کو [illegible] بنانے والا ہے۔

مسلمان لوگ ایک ہی وقت میں دو۔ دو۔ تین تین۔ چار چار بیویاں کر سکتے ہیں۔ بھلا پھر عورتیں ایک ہی وقت میں دو۔ دو۔ تین تین چار چار خاوند کیوں نہ کریں! کاش قرآن کو بنانیوالی کوئی عورت ہوتی۔ تو ہم دیکھتے۔ کہ عورتیں مردوں کو طلاق دیتیں۔ گھر میں قید رکھتیں۔ ایک ہی وقت میں چار چار خاوند کرتیں۔ وہ [illegible]

ہوگا - جبکہ اہل اسلام کی عورتیں تعلیم یافتہ ہوکر غلامی سے آزاد ہوجاوینگی - اور مردوں کی طرح تمام حقوق طلب کریں گی - اسوقت یا تو قرآن کو بند کرکے طاق میں رکھنا پڑیگا - یا چار چار خاوندوں کی نوبت آئیگی۔

مسلمان (۹۹-۱۰۰-۱۰۱) نیچرل سائنس کے جاننے والو! یا مدعیو! ان تینوں سوالوں کا مطلب سمجھے ہو؟ تینوں اعتراضوں کی بنا ایک ہی ہے - یعنی نیچرل سائنس (قدرتی فلسفہ) سے ناواقفی - اس لئے ہم پہلے آپ لوگوں کو اصول موضوعہ نمبر ۹ کی طرف توجہ دلاتے ہیں - پھر بتلاتے ہیں کہ "شیخ تو آشنائے حقیقت نہٗ خطا اینجاست" پس غور سے سنو!

کچھ شک نہیں - کہ دنیا کی مخلوقات میں گو کتنا ہی اختلاف ہو - مگر ایک نسبت ان میں ضرور ہے - یعنی یہ کہ بعض مخلوق تو مستعمل (استعمال میں لانیوالی) ہے اور بعض مستعملہ (قابل استعمال) بے جان چیزوں میں تو کسی کو شک ہی نہیں کہ جانداروں کے استعمال کو پیدا ہوئی ہیں جانداروں میں حیوانات کو دیکھا جاوے تو اسمیں شک نہیں ہوتا - کہ یہ سب حیوانات حضرت انسان ہی کی خدمت کو پیدا ہوئی ہیں - کوئی اسکا ہل چلاتا ہے - تو کوئی اسکی سواری بنتا ہے - کوئی اس کو دودھ دیتا ہے - تو کوئی اسکو شہد پلاتا ہے - گو ان کی خدمت انسان بھی کرتا ہے - مگر حقیقت میں وہ خدمت نہیں - بلکہ حق الخدمت ادا کرتا ہے - حیوانات سے آگے بڑھ کر خود انسان کے صنفوں (مرد و عورت) میں بھی یہ نسبت ہے؟ بیشک اور ضرور ہے مرد مستعمل ہے اور عورت مستعملہ جس کے ثبوت کے لئے ہمارے پاس فطرتی - عرفی اور مذہبی ہر طرح کے دلائل موجود ہیں - پس پہلے فطرتی (قدرتی) دلائل سنو!

دلائل فطرتی

غرض تزویج میں مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے - کیونکہ جب تک مرد جماع کرنا نہ چاہے عورت اس سے جبراً نہیں کراسکتی - ہاں اگر مرد جبراً کرنا چاہے

تو کر سکتا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہے کہ مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے

(۲) آلہ جماع و استعمال مرد کو عطا ہوا ہے۔ تو پھر مرد کے مستعمل ہونے میں کیا شک ہے؟

(۳) مرد و عورت کی ظاہری شکل اور ہیئت بھی اس نسبت کو ظاہر کرتی ہے۔ مرد کے چہرہ پر عموماً وقت بلوغت بالوں کا نکلنا اور عورت کا منہ ہمیشہ کیلئے صاف[1] رہنا (جو اس کے مرغوب الطبع ہونیکا ایک قوی ذریعہ ہے) اس نسبت کی قوی دلیل ہے۔

(۴) اولاد کے حق میں ماں کا مشقت اور تکلیف شاقہ اٹھانا۔ حالانکہ وہ نطفہ یقیناً مرد کا ہے۔ اس امر کو ثابت کرتا ہے۔ کہ عورت مثل ایک مزدور کے مستعملہ ہے اور مرد اسکا مستعمل۔

(۵) مرد کا عموماً تنومند اور طاقتور ہونا یہاں تک کہ تمام طاقت کے کاموں کا (مثل جنگ وغیرہ سب کا) متکفل[2] ہونا اور عورت کا اس سے بالکل سبکدوش رہنا بھی اس امر کی دلیل یا قرینہ ہے کہ مرد مستعمل اور عورت مستعملہ ہے۔

دلائل عرفی

یعنی وہ دلائل جن پر کل بنی آدم بلا لحاظ مذہب عمل کرتے ہیں

---

[1] اسی لئے اسلام میں داڑھی رکھنے کا حکم ہے۔ کہ عورتوں سے مشابہت نہ ہو (منہ)

[2] اس روشنی کے زمانہ میں بھی اس مسئلہ کے مخالفوں سے یہ نہ ہو سکا۔ کہ اپنی عورتوں کو اس قابل بنا دیں۔ کہ وہ بھی مردوں کی طرح میدان جنگ میں آسکیں افسوس ہے۔ یورپ کے یا دریوں پر جو عورتوں کو مساوی حقوق دلانیکے اور خواہشمند ہیں۔ وہ بھی اس کام کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کہ عورتوں کو ملٹری (جنگی محکمہ) میں داخل کرادیں بھلا کریں کیسے؟ قانون قدرت سے مقابلہ نہ ہوا خالہ جی کا حلوا ہوا۔ سمجھے جیو! تم ہی کرو (منہ)

(۱) عموماً شادی کرکے خاوند کا عورت کو اپنے گھر میں لے جانا اور وقتِ نکاح اُس کو کچھ دینا اور گھر میں لیجاکر اُسپر مناسب حکمرانی کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ عموماً بنی آدم عورت کو مستعملہ جانتے ہیں۔

(۲) عموماً بازاروں میں عورتوں کا زنا کے لئے[1] مزین ہوکر بیٹھنا اور مردوں کا عوض لیکر اُن سے زنا کرانا اور مردوں کا عوض دے کر اُن سے بدفعلی کرنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ عورت بھی مثل دیگر اشیاء خریدنی فروختنی کے ہے۔

(۳) عموماً ہر قوم کا عورتوں کو زیب و زینت سے[2] مزین کرنا اور اس زینت کو معیوب نہ سمجھنا۔ بلکہ عورتوں کا بھی طبعی طور سے اس طرف مائل رہنا اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ کل قومیں عورت کو مستعملہ جانتی ہیں۔

(۴) عورت[3] کا حمل کیوجہ سے تکلیف اُٹھاکر ہر قوم۔ میں بچہ کا باپ کی نسل سے ہونا بھی اس امر کا قرینہ بلکہ دلیل ہے کہ عورت مستعملہ ہے۔

دلائل مذہبی

تمام مذاہب کے رسم و رواج کا بیان کرنا تو شاید بے سود ہوگا۔ خاص آریوں ہی کا بیان سُنیئے! سوامی دیانند جی عورت کی فرائض لکھتے ہیں کہ:۔

[1] یہ ایک مروّج بات ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زنا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمنے اس دلیل کو دلائل نطرتی یا مذہبی میں بیان نہیں کیا۔ (مترک)

[2] اس کا نظارہ دیکھنا ہو۔ تو ہماری ملک کے ہندوں کی چال دیکھیو کہ کس طرح عورتوں کو زینت لگاکر بازاروں میں گشت کرایا کرتے ہیں اور کسیطرح سے معیوب نہیں جانتے۔ مثل ہندوں عیسائیوں کی عورتیں بھی مردوں کی نسبت سنگھار اور دیگر لوازمات زیورات سے مزین رہتی ہیں۔

[3] یہ دلیل اور دلائل فطرتیہ کی پہلی دلیل آپس میں الگ الگ ہیں کیونکہ وہاں محض عورت کے حمل کا لحاظ تھا اور اس جگہ بچہ کی نسبت باپ کی طرف ہونیکا ذکر ہے۔ دسنا

نگر کے کاموں میں ہوشیاری سے رہے سب چیزوں کو عمدگی سے بنادے۔ گھر کی صفائی رکھے اور خرچ میں بہت بے پرواہی نہ کرے۔ یعنی مناسب خرچ کرے سب چیز صاف رکھے۔ اور خوراک اس طرح بنائے۔ کہ جو دوائی بنکر جسم یا روح میں بیماری کو نہ آنے دے۔ جو جو خرچ ہو۔ اس کا حساب ٹھیک ٹھیک رکھکر خاوند وغیرہ کو سنا دیا کرتے ۔“ (ستیارتھ ص۱۲۱)

اور سنئے!

”اولاد دینے کے لئے عورت سے نیوگ کرادے (ص۱۵۱)

عبارت مذکورہ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عورت مرد کیلئے بمنزلہ خادم اور اور کھیتی کے ہے۔ یہی معنے اس کے مستعمل یا ماتحت ہونے کے ہیں اسی قدرتی نسبت کے بتلانے کو خدا کی قدرتی کتاب کا ارشاد ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا (نساء)

”یعنے مرد عورتوں پر حاکم ہیں دو وجہ سے ایک تو قدرتی فضیلت سے جو خدا نے مردوں کو دی ہے۔ دوم اس وجہ سے کہ مرد اپنے مال انپر خرچ کرتے ہیں۔“

پس اس نسبت کو (جو قدرت نے مرد و عورت میں بنائی ہے) ملحوظ رکھکر آپ کے یہ سوالات آسکتے ہیں؟ پہلے سوال کا جواب یہی ہے۔ کہ بیشک حاکم کا اسلام سے محکوم کا نہیں۔ رعیت کا کیا حق ہے؟ کہ حاکم کو اسی قسم کی سزا دے جو حاکم ان کو دے۔ پھر تو حکومت میں مساوات ہوگئی۔ جو آپ کے سوا کوئی بھی نہ کہیگا۔

ہاں اس بات کا اظہار کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ آیت کا مطلب یہ نہیں کہ عورت کا خاوند اسکو سزا دے بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ عورت کا خاوند یا کوئی مخبر عورت کی بدچلنی یعنی زناکاری کی خبر حاکم وقت کو کرے۔ تو بعد ثبوت لینے کے حاکم یہ سزا دیگا۔ اسی طرح عورت مرد کی شکایت کر کے سزا دلا سکتی ہے۔

ہاں سوامی مہاراج کا بیان (قربان) بیشک سننے کے قابل ہے مہاراج آگیا (حکم) دیتے ہیں۔

"استری (عورت) شُدر - غلام - رنگریز وغیرہ اور برادر حقیقی ان سے جرم سرزد ہو - تو رسی اور بانس کی چھڑی سے ان کو سزا دینا چاہئے" (منوسمرتی - ادھیائے ۸ شلوک ۲۹۹)

سماجیو! استری (عورت) نیوگ کرلینے پر راضی ہو - تو تب بھی بانس ہی سے سزا دیجائیگی؟ یا کسی اور لمبی چیز سے؟ ہماری رائے میں بانس بہت مناسب ہے ؎
اختیار بدست مختار ے محتسب را درون خانہ چہ کار؟

طلاق کے مسئلہ کو قبیح کہنا بھی نیچرل فلاسفی کے خلاف ہے اگر اصول موضوعہ نمبر ۳ کو ملحوظ رکھتے تو کبھی یہ سوال نہ کرتے - بابو صاحب! اگر آپ بھولے ہوں تو سنئے قدرتی تعلقات تو کبھی نہیں ٹوٹ سکتے - مگر مصنوعی تعلقات سب کے سب قابل انفصال ہیں - کیا آپ کو معلوم نہیں - کہ آپ اگرچہ دوسرے مذہب میں چلے گئے ہیں - مگر ولدیت لکھاتے وقت آپ والد میاں جی سلطان محمد مرحوم ہی لکھائینگے - باپ کے بیٹے - بھائی کے بھائی - مگر اتنی عمر میں آپ تبلا سکتے ہیں کہ کتنی ہم صحبتوں سے آپ کی دوستی اور محبت ہوئی - جن کو آپ اور وہ آپکو دوست کہکر پکارتے رہے - مگر آج اُن میں سے ایک بھی دوست نہ ہوگا - بلکہ نئی پارٹی نئے تعلقات پس بتلائیے اگر قدرتی اور مصنوعی تعلقات یکساں طاقت اور اتصال رکھتے ہیں تو ان دونوں نسبتوں میں سے کیوں پہلی نسبت کو ہنوز متصل اور دوسری کو منفصل پاتے ہیں؟ اسی طرح نکاح بھی چونکہ انسانی تعلقات میں سے ایک مصنوعی تعلق ہے لہٰذا یہ بھی قابل انفصال ہے - یعنی وقت ضرورت مرد عورت کو طلاق دے سکتا ہے - رہا یہ سوال کہ عورت مرد کو کیوں طلاق نہیں دے سکتی؟ یہ نیچرل فلاسفی کے خلاف ہے - جب حاکم اور محکوم دونوں میں نسبت مساوات کی ہوگی - تب یہ سوال وارد ہوسکیگا - ذرہ قدرتی فلاسفی کو غور سے دیکھکر مرد وعورت کی نسبت کو یاد کیجئے - تاکہ آپ کو آپ کے سوال کی قدر معلوم ہو - ہاں ہم اس امر کی شکایت کئے بغیر نہیں رہ سکتے - گو یہ شکایت نئی بھی نہیں کہ آپ نے قرآن شریف پر ناحق بہتان لگایا ہو کہ عورت کی بد شعوری - لڑکیاں پیدا کرنے یا خراب بولنے کی صورت میں

طلاق دی جا دے"

اگر آپ یا کوئی آریہ اس مضمون کی آیت دکھا دیں۔ تو مبلغ پانصد روپیہ چہرہ دار ہم سے انعام پا دے

قرآن شریف خود آپ کے اس خیال غلط مقال کا رد کرتا ہے سنو!

عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (نساء ۳)

یعنے عورتوں کے ساتھ نیک دستور سے نباہ کیا کرو۔ اگر انکو بوجہ بدصورتی یا کسی اور بات کے ناپسند کرو۔ تو تو بھی نباہ کرتے رہو۔ کیونکہ امید ہے کہ کسی چیز کو تم ناپسند سمجھو اور خدا اسی میں بہت بڑی بھلائی پیدا کر دے"

یہ بالکل غلط ہے۔ کہ طلاق کے مسئلہ کی وجہ سے خاوند بیوی میں محبت نہیں ہو سکتی بھلا محبت بھی کوئی اختیاری فعل ہے؟ سنو!

کالے گورے پہ کچھ نہیں موقوف　　دل کے لگنے کا ڈھنگ اور ہی ہے

مسلمانوں کی عورتیں خدا کے فضل سے خاوندوں پر فدا اور دل و جان سے نباہ کرتی ہیں۔ کسی دوسرے مرد کی طرف نہیں دیکھتیں۔ بخلاف ہندوؤں اور آریوں کی استریوں (عورتوں) کے۔ کیونکہ بے پردگی کی رسم نے انکی نگاہوں کو ایسا آزاد کر رکھا ہے۔ کہ برائے نام خاوند ایک ہوتا ہے۔ ورنہ کوئی حد ہی نہیں بالوفا جب ہم سے ملیں تو شمار اور اعداد کے حساب سے اُن کو یقین دلا سکتے ہیں خیر اسلام پر تو آپ کا بیان محض بہتان ہے۔ ذرہ اپنے سوامی دیا نند جی کا بیان بھی سنیئے کہ کس قسم کی عورت کو پسند کرتے ہیں۔ سنو! فرماتے ہیں:-

اس قسم کی عورت سے شادی نہ کریں۔ نہ زرد رنگ والی۔ نہ مرد سے لمبی چوڑی نہ زیادہ طاقتور نہ وہ جس کے جسم پر بالکل بال نہ ہوں۔ نہ بہت بال والی۔ بکواس کرنیوالی اور نہ بھوری آنکھ والی؂ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۰۲)

کون پوچھے؟ کہ ان میں کیا عیب ہے اور کون سے وید منتر سے آپ یہ بیان دیتے ہیں

ایسی معقول پسند باتیں اور یہ سوال ؟ اور سنئیے ! ان میں تو بھلا کوئی بد صورتی یا بد نمائی ہوگی۔ جس کی وجہ سے اس قسم کی عورتیں سوامی جی کو پسند نہ آئیں آپ تو یہاں تک بڑھے ہوئے ہیں۔ کہ مندرجہ ذیل باتوں والی عورتیں بھی پسند نہیں کرتے تھے !

(منحوس نام والی عورت سے بھی (شادی) نکریں (منحوس ناموں کی تفصیل یہ ہے)
رکش یعنی اشونی بھرنی۔ روہنی رتی۔ ریوتی بائی۔ چتری وغیرہ ستاروں کے نام والی
تلسیہ۔ گیندا۔ گلابی۔ چمپہ۔ چنبیلی وغیرہ پودوں کے نام والی۔ گنگا۔ جمنا
وغیرہ ندی نام والی۔ چانڈالی وغیرہ نیچ نام والی۔ بندھیا۔ ہمالیہ۔ پاربتی وغیرہ
پہاڑ نام والی۔ کوکلا مینا وغیرہ پرند نام والی۔ ناگی بھجنگا وغیرہ سانپ نام والی
ماہو داسی۔ میراں داسی وغیرہ خدمتگار نام والی اور بھیم کاری۔ چنڈکا۔
کالی وغیرہ ڈر لانے والی لڑکیوں کے ساتھ شادی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ
نام منحوس اور دیگر اشیاء کے بھی ہیں (ست کل)

(کیا ہی فلاسفی ہے ؟ کیوں نہ ہو آنکھوں میں کا تل ہے)

سماجیو ! انصاف سے بتلانا۔ اگر کوئی آریہ سہو و نسیان یا کسی کے دھوکہ سے ان اقسام کی عورتوں میں سے کسی عورت کیساتھ شادی کرلے۔ تو کیا کرے ؟ تمام عمر سینے پر مونگ دلوا کر اسی سے نباہے اور "قہر درویش بجان درویش" کا مصداق بنتا ہے ؟ یا کوئی صورت علیحدگی کی بھی ہے ؟ انصاف سے کہنا۔ بابو صاحب کا الزام اسلام پر ہو یا خود ویدک دھرم اور اپنے روحانی باپ سوامی جی مہاراج پر بھی ... ایسا سچ کہتے ہوئے کسی کی رو رعایت نہ کرنا۔ ورنہ تمہارا چیتا اصول منسوخ ہو کر ردی کے صندوق میں ڈالا جائیگا۔

تعدد ازدواج کا مسئلہ بھی اسی قدرتی اصول اور نیچرل مسئلہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ قدرت نے مردوں کو مستعمل (استعمال کرنیوالا حاکم) بنایا ہے اور عورت کو مستعمل (قابل استعمال) پھر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ جس مستعمل کو اپنی مستعمل اشیاء کی جتنی ضرورت ہوگی۔ وہ اسی قدر اپنے پاس رکھیگا۔ ہاں ان معنوں سے قرآن شریف کا یہ قصد

ہے کہ اس نے بیشمار کو شمار میں محدود کر دیا۔

اور سنئے! تمام دنیا کو اولاد کی خواہش ہے۔ آریو! تمکو تو ایسی ہے کہ دوسرے کے نطفے سے لینے میں بھی تمکو پرہیز نہیں (الٰہی توبہ!) پھر ذرہ انصاف سے تو کہئے کہ اگر آج کسی کی جورو کو حمل ہوا۔ نو مہینے تک تو رحم کا منہ ہی بند رہیگا۔ اس سے بعد دو سال تک عورت کو بچے کے دودھ پلانے پرورش کرنے سے فراغت نہیں ایسے وقت میں عورت سے جماع کرنا اولاد کی غرض سے بالکل بے سود اور بے معنے ہے۔ کیونکہ ایک تو جماع کرنے سے دودھ میں حرارت پیدا ہو کر بچے کو ضرر ہوتا ہے۔ دوئم اگر حمل ہوا تو دودھ بالکل خراب ہو جاتا ہے۔ پہلا بچہ جس کو قدرت نے دو سال تک دودھ پینے کی اجازت دی تھی۔ بوجہ نہ ملنے دودھ کے کمزور ہو جاتا ہے۔ بلکہ مرجانے کا بھی احتمال ہے۔ علاوہ اس کے اتنے عرصہ میں دوسرا بچہ پیدا ہونے پر عورت کو جو تکلیف ہوتی ہے اسکو وہی جان سکتے ہیں جنکے گھر میں ایسا واقع ہوا ہو۔ کہ سال سال دو دو سال میں بچے پیدا ہوتے ہوں۔ پس ایک دفعہ جماع کرکے تین سال تک مرد عورت کے پاس بغرض اولاد نہیں جا سکتا۔ اگر کسی کو اپنے بھولے پن سے یہ خیال پیدا ہو کہ اتنی تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ ہم بچہ کے لئے دایہ رکھ سکتے ہیں جو اس کو دودھ پلائے اور ہم مزے سے بچے پیدا کریں۔ تو ایسے بھولے لوگوں کو سمجھایا جائیگا کہ یہاں قدرتی قانون کا ذکر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت نے بچے کی ماں ہی کو بچے کی پرورش کے لئے طیار کیا ہے۔ اس لئے اس کے پستانوں میں بغیر کسی تجویز اور تدبیر کے دودھ اتر آتا ہے۔ علاوہ اس کے دایہ کا رکھنا ہر ایک آدمی کا کام نہیں۔ بلکہ خاص امیروں ہی کا کام ہے۔

پس بتلائیے! ان تین سال کے عرصہ میں اگر اس بیچارے کو جسکی عمر شباب جوانی پر ہے اگر خواہش نفسانی ہو تو کیا کرے؟ کس جگہ اپنی حاجت روائی کرے؟ مگر ایسی طرز سے کہ اس کا نتیجہ بھی پیدا ہو۔

اچھا اسے بھی جانے دیجئے اور بتلائیے اگر کسی مرد میں قدرتی طور طاقت زیادہ اور قوت باہ بڑھکر ہے۔ جو ایک عورت پر قناعت نہیں کر سکتا۔ یا اس کی عورت کسی خاص بیماری سے ناقابل یا کمزور یا بقول سوامی دیا نند جی بدشکل یا منحوس نام والی ہے۔ تو

مرد مذکور کیا کرے؟ ہاں یاد آیا کہ آریہ سماج تو اس کا علاج سہل ہی بتلا دیگا۔ کہ عام اشتہار دیدے کہ جس نے نیوگ کرانا ہو۔ مجھ سے کرالے۔ میں بے کسوں کی فریاد رسی کو ویرج داتا، حاضر ہوں۔ مگر اسپر بھی سوال یہ ہے کہ آریوں کے سوا دوسری قومیں جو نیوگ کو مثل زنا کے جانتی ہیں۔ وہ کیا کریں؟ علاوہ اس کے اس صورت میں کہ وہ نیوگ کا اشتہار دیکر ویرج داتا بنے تو اُسے کیا فائدہ؟ اولاد تو عورت والے کی کہلائیگی۔ یہی تو نہیں کہ بموجب قاعدہ مزارعان نصف بٹائی کا مالک ہو۔

پس یہ ضرورت ہے جس کی وجہ سے تعدد ازدواج کا مسئلہ قرآن شریف نے جائز بتلایا ہے۔

دیانندیو! وید کے حامیو! وید کو جملہ علوم کا مخزن بتلانے والو! کوئی وید منتر اس مضمون کا دکھلا سکتے ہو۔ کہ تعدد ازدواج منع ہے! دکھاؤ۔ تو اسی کتاب کا ایک نسخہ ہم سے انعام لو۔ اور اپنے دعوے کا ثبوت دو۔ مگر یاد رہے کہ تم تو کیا بتلاؤگے۔ تمہارے گرو جی سوامی دیانند سے بھی تو نہ ہو سکا۔ کہ کوئی منتر صریح اس حکم کا دکھا دیتے۔ ناحق کی کھینچ تان کرتے کراتے جیسی کہ ان کی عادت شریف ہے اس ممنوع امر کو ثابت کرنے بیٹھے ہیں۔ سنو۔ تمہیں ارمان نہ رہے کہ سوامی جی نے کیا گل کھلائے ہیں۔ ہم ہی تمکو بتلاتے ہیں۔ دیانند جی نے پہلے مذکورہ ذیل منتر نقل کیا ہے۔

"اے زن و مرد! تم دونوں اس دنیا میں خانہ داری میں داخل ہو کر ہمیشہ سکھ کے ساتھ رہو اور کبھی باہم نفاق نہ کرو اور سفر میں باہر جانے کے وقت یا اور کسی طرح کبھی باہم جدا نہ ہو" (رگوید اشٹک ۸۔ ادھیاے ۳ ورگ ۲۸ منتر ۲)

اسپر سوامی جی اپنا حاشیہ چڑھاتے ہیں کہ:۔

"اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ایک ہی خاوند ہونا چاہئے اور اسی طرح ایک مرد کو ایک ہی عورت سے بیاہ کرنا چاہئے۔ اور اس میں یہ دلیل ہے کہ وید منتروں میں مرد اور عورت کا لفظ واحد میں آیا ہے" (دیکھو صفحہ ۱۳۲)

ہمارے دیانندی دوست تو بہت خوش ہونگے۔ کہ سوامی جی نے بہت اچھا استدلال

کیا ہے۔ ان کی بلا کو معلوم کہ ایسے مضامین میں بلکہ ہمارے روزمرہ کے محاورے میں بھی ایسے کلاموں سے مرد اور عورت جو تثنیہ (دو) کے صیغے میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ایک مرد اور ایک ہی عورت بلکہ اس تثنیہ کے صیغے سے دو صنف مراد ہوتے ہیں یعنی مرد اور عورت جو ایک نوع کی دو صنفیں ہیں انکو عام طور پر خطاب کیا گیا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں بھی محاورہ ہے کہ برات یا کسی عام دعوت میں کہا جاتا ہے کہ یہ مرد عورت دونو کھا چکے ہیں" تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ایک مرد اور ایک عورت کھا چکے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح منتر مذکور کا مطلب ہے کہ مرد عورت کی دو صنفو! تم آپس میں آرام سے رہا کرو۔ اس سے یہ کہاں لازم آیا کہ ایک مرد کے لئے ایک ہی عورت چاہئے۔ بلکہ یہاں تو دو صنفوں کا ذکر ہے اگر ایک مرد کے پاس چار عورتیں ہیں تب بھی وہ دو صنف ہیں اسی لئے تو ہم نے کہا ہے کہ سوامی جی ناحق کی دھینگا دھینگی کر کے وید کو بدنام کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مرد کو چونکہ قدرت نے مستقل اور حاکم بنایا ہے جیسا کہ دلائل مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے اور عورت کو مستعمل اور محکوم اس لئے جب مرد کو متعدد عورتوں کی حاجت ہوگی وہ متعدد کریگا۔ مگر حاجت سے مراد اصل حاجت ہے نہ بناوٹی۔

اب سنئے! قرآن شریف نے اس بارہ میں کیا تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد ہے:۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

یعنی اگر تم متعدد عورتیں کرو۔ تو ان میں عدل اور انصاف کیا کرو۔ اور اگر تمہیں بے انصافی کا خوف ہو تو ایک ہی منکوحہ یا اپنی مملوکہ لونڈی پر قانع رہو۔ پھر فرمایا کہ یہ پچھلی صورت بہت مناسب ہے تاکہ تم جور و ظلم میں نہ پھنسو۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ ایک عورت کو بھی متعدد خاوندوں کی اجازت ہونی چاہئے۔ بالکل نیچرل عدل اور قدرتی اصول کے خلاف ہے۔ گویا اس کے یہ معنے ہیں کہ ایک مزارع اگر دو چار قطعات ارضی میں ہل چلاتا ہے۔ تو ایک قطعہ ارضی میں دو چار مزارع یکے بعد دیگرے کیوں نہ ہل چلائیں؟ تو ایسی فضول اور لغو حرکت کو کون پسند کریگا۔

پس دیانندیو! تعدد ازدواج کے منع پر وید منتر اگر نہیں دکھا سکتے ہو۔ تو اپنے استادان عیسائیوں ہی سے مدد لو۔ کہ وہی بائبل کا کوئی درس دکھا دیں۔ یاد رکھو کبھی نہ دکھا سکوگے۔

وَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

تعدد ازدواج کی مزید تحقیق تفسیر ثنائی جلد دوئم حاشیہ نمبر ۸ میں دیکھو۔

آریہ نمبر ۱۰۲

قرآن کی تعلیم ہے کہ مسلمان عورتیں پردہ کریں اور چادر سے اپنے چہروں کو ڈھانک کر باہر جاویں تاکہ کوئی غیر آدمی انکو نہ دیکھ سکے۔ یا وہ کسی غیر آدمی کو نہ دیکھ سکیں۔ کوئی وجہ تو نہیں معلوم ہوتی کہ مسلمان آدمی کیوں نہ چادروں سے منہ چھپا کر باہر نکلا کریں۔ تاکہ کوئی غیر عورت انکو نہ دیکھ سکے۔ یا وہ کسی غیر عورت کو نہ دیکھ سکیں۔ کیا منہ کے چھپانے سے پاکیزگی قایم رہ سکتی ہے؟ جبکہ دل کا پردہ اٹھ گیا ہو۔ علاوہ ازیں منہ کو کپڑے سے چھپا کر سونا۔ چلنا۔ پھرنا صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ افسوس ہے کہ آدمی آپ تو کھلے منہ تازہ ہوا لیتا رہے اور عورت کو بیل کی طرح منہ پر نقاب ڈالنے کے لئے مجبور کرے۔ (احزاب۔ ۵۹)

مسلمان نمبر ۱۰۲

واہ رے سوامی تیرے کیا کہنے! سماج کو ایسی پڑھائی کہ کسی طرح اترتی ہی نہیں۔ کیسا معقول سبق پڑھایا کہ قرآن کے مقابلے پر دو دو نے چار بھی غلط سمجھو۔ سنئے! قرآن شریف وید کی طرح کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کا محتاج نہیں۔ وہ تو ایک نیچرل کتاب ہے۔ ہر ایک حکم کی بنا مضبوط رکھتا ہے۔ اور اس کا ہر ایک حکم ایک نیچرل اصل پر مبنی ہے۔ مرد و عورت کی باہمی نسبت جو پہلے نمبروں میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے سمجھنے ہی سے آپ کا یہ سوال بیخ و بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے۔ یاد نہ ہو تو سنو! عورت مرد کی ایک متعلقہ چیز ہے کس نے بنائی؟ آسی سچدانند۔ نرنکار۔ وحدہ لا الٰہ الا ھو نے دلائل سابقہ نمبروں میں دیکھو۔ پس جس چیز کے برہنہ رکھنے سے بگڑنے کا خطرہ ہو۔ اس کو محفوظ ہی رکھنا دانائی ہے۔

اس مضمون پر اگر اپنے روحانی باپ دیانندجی کے دستخط چاہو۔ تو سنو! تمہارے گرو جی آگیا (حکم) دیتے ہیں:۔

پڑھانے کا مکان کسی تنہا موقع پر ہونا چاہئے۔ اور لڑکوں اور لڑکیوں کی اتہ شالا ایک دوسرے سے دو کوس دور ہونی چاہئے۔ جو معلم یا معلم یا نوکر چاکر ہوں۔ لڑکیوں کے مدرسہ میں سب عورتیں اور مردانہ مدرسے میں سب مرد ہوں۔ زنانہ مدرسہ میں پانچ برس کا لڑکا اور مردانہ مدرسے میں پانچ برس

کی لڑکی نہ جانے پاوے" (ستیارتھ صفحہ ۷۳)

کوئی پوچھے کہ ایسی پابندی کیوں ہے کہ پانچ پانچ برس کے لڑکے لڑکیاں بھی ایسے الگ رہیں۔ کہ وہ دو کوس تک ایک دوسرے کو دیکھنے نہ پاویں۔ تو سوامی جی یا اُن کی طرف سے ہمارے بزرجمہر بابو صاحب جنکو راستی اور صداقت سے سخت عداوت اور رنجش ہے۔ جو عیسائیوں کی طرح ہر ایک بات دل ہی سے متعلق کرنا چاہتے ہیں۔ صاف کہدیں گے۔ کہ مولوی صاحب یہ بڑی سائنس فلاسفی ہے۔ آپنے کسی اُستاد کا شعر نہیں سنا؟ ؎

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم اُنکو چھوڑ بیٹھے ہیں۔
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آہی جاتی ہے

چنانچہ سوامی جی نے اس مضمون کو دوسرے لفظوں میں صاف صاف اور کھلے کھلے لفظوں میں ادا کر ہی دیا ہے۔ بابو صاحب کو اختیار ہے مانیں یا نہ مانیں۔ دیانند جی ہندوؤں کو مندروں میں اور بت خانوں میں جانے سے روکتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"عورت مردوں کا مندروں میں میل ہونے سے زناکاری۔ لڑائی۔ بکھیڑے اور بیماریاں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں" (ستیارتھ صفحہ ۱۵۴)

اب سنئے! قرآن کی آیت جسکا آپنے حوالہ دیا ہے۔ یہ ہے:۔

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (احزاب ع ۸)

یعنی اے پیغمبر! تم اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیدو کہ بازاروں اور راستوں میں چلتی ہوئیں اپنے چہروں پر نقاب رکھا کریں۔ اس شریفانہ بتاؤ سے شریف معلوم ہونگی تو اُن کو کوئی بدمعاش چھیڑ چھاڑ کر نے سے ستائیگا نہیں"

کہئے! بابو صاحب! پانچ برس کی لڑکی اور پانچ برس کے لڑکے کو علیحدہ رکھنے سے بالغوں اور جوانوں کو آنکھ ملانے سے باز رکھنا کہیں زیادہ بڑھکر ضروری ہے یا نہیں؟ ہاں یہ غضب ہی کہ مسلمان آدمی[1] کیوں نہ چادروں سے منہ چھپا دیں؟ ہائے مندی

[1] واہ رے بابو اے تیری اُردو دانی! آجتک تو ہم حسب وعدہ خاموش ہی ہیں مگر یہاں تعدادِ غیر سے بلا نہیں رہ سکتے۔ آدمی اور عورت کا مقابلہ؟ کیا کہتے ہیں! (منہ)

کیسے عقل کو زائل کر لیتے ہیں (دیباچہ ستیارتھ صث) آپ کو معلوم نہیں کہ شریعت اسلامی چونکہ بانی
فطرت اور علیم و حکیم کی طرف سے ہے۔ جو انسان بلکہ جملہ حیوانات بلکہ تمام اشیاء کی حاجات کو جانتا
ہے۔ اس لئے ہر ایک صورت اور ہر ایک پہلو کو جیسا مناسب ہو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ پردہ کی
سے چونکہ اتنی ہی غرض تھی کہ زنا کاری بند یا کم از کم۔ کم ہو۔ اور زنا کاری کی اصلی یہ بڑا مقدم سبب
ہے کہ مرد کی نظر عورت پر پڑتی ہے اور وہ چونکہ مستعمل ہے اسلئے خواہش کرتا ہے اور اسکو پسندی
میں لانے کے ذرائع پیدا کرتا ہے۔ اس لئے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے چہروں کو چھپا دیں۔
مردوں کے متعلق چونکہ دیگر ضروریات معاش اور انتظام دنیا متعلق ہیں۔ پس انکو اگر چہرہ
چھپانے کا حکم ہوتا تو کاروبار انتظام دنیا میں عظیم خلل آتا۔ اسلئے ایسا نہیں کیا گیا۔

مضمون صاف ہو لیکن آپ شاید اپنے سدھانی باپ دیانند جی کا منہ تکتے ہونگے کہ کیا
فرماتے ہیں۔ پس اُن کے دستخط ہی آپ کی خاطر کرا کھودیتے ہیں۔

سنئے! سوامی جی لکھتے ہیں:۔

اندریوں کو بڑی قاعدے سے قابو رکھنا چاہیئے۔ اندریوں کو کشش باہمی تعلق
سے ہوتی ہے۔ منوجی نے فرمایا ہے کہ اندریاں اس قدر زبردست ہیں۔ کہ
ماں۔ ساس اور لڑکی (یا تھی تو یہ) وغیرہ کے ساتھ بھی ہوشیاری سے رہنا
چاہیئے۔ دوسروں کا تو کیا کہنا ہے (ایڈیشن منجری صفحہ ۱۵)

بابو صاحب! غور سے دیکھو! سوامی جی اور منوجی نے کیا اصول باندھا ہے۔ ایک تو کشش
باہمی تعلق سے ہوتی ہے۔ بالکل ٹھیک ہے ؎

یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ہم اُن کو چھوڑ بیٹھے ہیں
جب آنکھیں چار ہوتی ہیں محبت آ ہی جاتی ہے

دوم یہ کہ خوف سارا مرد کی طرف سے ظاہر کیا گیا ہے کیونکہ یہ لکھا ہے کہ ماں۔ ساس۔ لڑکی وغیرہ
کے ساتھ بھی ہوشیاری کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ یہ نہیں لکھا کہ بیٹے۔ داماد اور باپ کے
ساتھ بھی ہوشیاری سے رہنا چاہیئے۔ گو یہ ٹھیک ہو کہ دونوں کی طبیعت منی ہی سے کام ہوتا ہو
مگر بوجوہ اُن دلائل کے جو سابقہ نمبروں میں ہم بتلا آئے ہیں۔ مرد کی طرف سے اقدام اور کوشش ہوتی ہے

جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ مرد مستقل ہے اور عورت مستعلہ۔

سماجیو! اسےیچ بتلانا۔ اپنے چوتھی اصول کو یاد کرکے بتلانا۔ بندروں۔ سوروں اور کتوں کی جونوں سے ڈر کر بتلانا کہ جب تم کسی خوبصورت ماہ جبین استری (عورت) کو دیکھتے ہو تو تمہارے دل پر کیا گذرتی ہے۔ کیا تم بے ساختہ اسوقت یہ نہیں کہا کرتے؟ ؎

کون رکھتا ہے بھلا ایسا جگر دیکھیں تو ✣ یار ہو سامنے دیکھے نہ اُدھر دیکھیں تو

اور اگر اس وقت کوئی تم سے کہے کہ لالہ صاحب! اپنی اندریوں (آنکھوں) کو قابو رکھو۔ دیکھو! سوامی جی اور منوجی کیا فرماتے ہیں۔ تو تم صاف اور کھلے الفاظ میں ایک ہی سناتے ہو ؎

بل بے خود بینیٔ زاہد کہ تری دیکھنے کو ✣ منع کرتا ہے تو یہ اور تماشہ دیکھو۔

یہ بھی ایک ہی کہی کہ منہ کے چھپانے سے پاکیزگی قایم رہ سکتی ہے؟ جبکہ دل کا پردہ اُٹھ گیا"۔ کیا ہی نئی منطق ہے! قربان! ایسے بی اے پر۔ بابو صاحب! یہ کون کہتا ہے کہ دل کے گندوں کے لئے ظاہری پردہ کامل روک ہے؟ ہاں یہ بیشک ہے کہ دل کا گندہ کتنا بھی کیوں نہو۔ اگر وہ پردہ دار عورت کو دیکھیگا۔ تو اُسکی گندگی کا اظہار اُس قدر نہو گا جتنا کہ برہنہ رُو عورت کو دیکھکر ہو گا۔ اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ پردہ داری زناکاری کے لئے روکاوٹ ہے۔

آخر میں ہم اپنے ناظرین کو تکلیف دیتے ہیں کہ پردہ دار اور بے پردہ قوموں کی شرم وحیا کا خود ہی اندازہ کریں۔ اور اگر کسی کو یہ موقع تحقیق نہ مل سکے تو ہمارے پاس آوے ہم اُنکو اپنے شہر کی ہندو استریوں کو نگر کیرتن (شہر میں گردش) کرتی ہوئی دکھا دینگے۔ جب ان کو پوری تحقیق کا موقع ملیگا۔ یا ہمارا رسالہ حق پرکاش (بجواب ستیارتھ پرکاش) کا نمبر ۱۲ ملاحظہ فرماویں۔

آریہ نمبر ۱۰۳ قرآن کی تعلیم ہے کہ متبنٰے یعنی لے پالک بیٹے کی بیوی تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ بات کتنی قابل اعتراض۔ مانا کہ متبنٰے صلبی بیٹا نہیں ہے مگر پھر بھی عام سوشل میل ملاپ کے لحاظ سے فرض کردہ بیٹے کی عورت سے شادی کرنا کس قدر معیوب ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص کا دل کسی شخص کی عورت پر فریفتہ ہو جائے اور وہ اُس عورت کو قابو میں نہ لاسکے۔ تو اُس کے خاوند کو یہ لالچ دیکر کہ ہم تم کو اپنی تمام جائداد کا مالک بنا دیں گے۔ متبنٰے بنالے۔ اور پھر آہستہ آہستہ جوڑ توڑ کرکے عورت کو اڑا لیا جائے۔ اگر عورت آگے سے اعتراض کرے

کہ میں تمہارے لڑکے کی بیوی ہوں تم مجھے بغیر نکاح اور بغیر گواہ کے کیوں اپنے تصرف میں لاتے ہو تو فوراً قرآنی آیت پیش کر دیجاوے - کہ دیکھو اتم میرے لئے حلال ہو اور قاضی و گواہ کی ضرورت نہیں - خدا نے خود میرا تمہارا نکاح کر دیا ہے - صد حیف است بریں تعلیم و تلقین و ہزار حیف ست بریں فہم و یقین - ترک) احزاب - ۴۰)

نمبر ۱۰ دسمسلم (آریہ) صد حیف بلکہ ہزار لعنت کا مستحق ہے وہ شقی ازلی اور مردود ایزدی جو متکلم کی مراد نہ سمجھے اور اسکی حیثیت اور پوزیشن کے خلاف کلام کو لگاوے - (دیباچہ ستیارتھ پرکاش)

متبنےٰ (لے پالک) کی رسم عرب میں قدیم سے چلی آتی تھی چنانچہ ہندوؤں اور آریوں میں بھی ہے - مگر چونکہ متبنےٰ (لے پالک) بنانا در اصل گویا قدرت سے مقابلہ کرنا ہے کہ خدا نے تو جسے اولاد نہ دی اور یہ ناحق دوسرے کی اولاد کو اپنی اولاد بناتا ہے - تو اس معنے سے متبنےٰ بنانا گویا نیوگ کی ایک مثال ہے - مگر چونکہ بحکم اصلی موضوع نمبر ۳ یہ تعلق بھی قابل انفصال ہے بلکہ یوں کہئے - کہ واجب الفصل ہے - اس لئے شریعت اسلامی نے جہاں اور خرابیاں دنیا سے دور کیں - اس بیہودہ رسم کو بھی ملیا میٹ کر دیا جسکے لئے خدا نے دو طریق اختیار کئے - ایک تو یہ کہ اس بد رسم کو فرع سے کاٹا - یعنی اس رسم کے نتیجہ کو پامال کیا کہ عرب میں متبنےٰ کو بالکل حقیقی بیٹے کی طرح سمجھا جاتا تھا - اور انکی بیوی کو مثل حقیقی بہو کے خیال کیا جاتا تھا - پہلے تو اس خیال کی تغلیط کی متبنےٰ کی بیوی بہو نہیں - پھر اس کو نہایت ہی حکیمانہ دلیل سے ثابت کرنے کو فرمایا:-

ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ

یعنی لے پالکوں کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کیا کرو جنکے نطفے سے وہ پیدا ہوئے ہیں[1] یعنی ولدیت بتلاتے ہوئے ان کے بیٹے کہا کرو - لے پالک مت کہا کرو - تم سے ان کا تعلق نطفے کا نہیں - بلکہ وہ تمہارے دینی اور دینی بھائی ہیں بس۔ سنو!

فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ

یعنی اگر تم ان کے باپوں کے نام نہیں جانتے ہو - تو تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں یعنی انکو بھائی

---

[1] ہمارے شہر کے ایک ہندو وکیل کے لے پالک کے مرنے پر لوگ تعزیت کو گئے تھے - تو انہوں نے کہا کہ خدا مجھ پر ناراض تھا - کہ میں نے تو مجھکو بیٹا نہیں دیا - تو نے کیوں بنا لیا؟ کیا ہی دانائی کی بات ہے (منہ)

اور دوست کہا کرو بیٹے نہ کہا کرو۔ مطلب یہ کہ بیٹا بیٹی ہونا قدرتی جوڑ ہیں جب قدرت نے تمہارا اُنکا جوڑ نہیں بنایا تو تم کیوں غلط گوئی کرتے ہو؟
غور سے سنو!

مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ (احزاب - ع ۱)

یعنی اے پالک خدا نے تمہارے بیٹے نہیں بنائے۔ یہ تو صرف تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ بتلاتا ہے :

پس اس رسم کے مٹانے میں جیسا کہ ایک فطرتی مذہب کا فرض تھا۔ سید الانبیاء علیہ السلام نے مقدور بھر کوشش کی جو خدا کے فضل سے کامیاب ہوئی۔ اس لحاظ سے آریہ سماج جیسے آزاد اور نیچرل فلاسفی کے مدعیوں کا فرض تھا کہ اس بدرسم کے مٹانے میں اسلام کا ہاتھ بٹاتا۔ گو اسلام خدا کے فضل سے اُنکی امداد کا کسی طرح محتاج نہیں۔ مگر اُنکو تو یہی حکم تھا کہ :۔

"دہرست گوؤں کا ساتھ دیا کرو اور نا راستی پسندوں کو نیچے رہا کرو۔ (ستیارتھ صفحہ ۲۲۴)"
(محض ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور۔ کھانے کے اور)

لیکن واہ رے مذہبی ضد اور عداوت! تیرا ستیاناس! تو انسان کی عقل اور سمجھ کو کیسا زائل اور تباہ کر دیتی ہے (دیباچہ ستیارتھ صفحہ)

اب سنئے! اصل قصہ جسکی طرف بابو صاحب نے کمال ایمانداری اور دل آزاری سے اشارہ کیا ہے۔ زید ولد حارثہ کو جو غلام تھا۔ آنحضرت نے تربیت کیا اور ملک کے دستور کے مطابق لوگ اُسکو متبنیٰ کہنے لگ گئے۔ جوان ہونے پر اُسکی شادی اپنے قریبی رشتہ میں زینب کے ساتھ کردی۔ باوجودیکہ اُسکی غلامی کیوجہ سے زینب کے رشتہ داروں نے کچھ انکار سا بھی کیا۔ مگر منشاء نبوی کے سامنے دم نہ مار سکے۔ اتفاقاً دونوں میاں بیوی میں کچھ رنجش ہوئی۔ تو زید اُسکو طلاق دینے پر آمادہ ہوا۔ آپ نے بہت سمجھایا کہ ایسا مت کر۔ اس نے نہ مانا۔ اسی اثناء میں آپ کے دل میں خیال آیا کہ میں ہی نے انکا نکاح زور دیکر کرایا تھا۔ زینب اور زینب کے رشتہ دار ایک تو اُسوقت اپنی ہتک سمجھتے تھے۔ ایک اب طلاق ہونے پر ہوگی۔ اسکا تدارک کیا کیا جائے۔ اسی پر

نہ کر سکو تو اس فن میں اپنے استاد عیسائیوں کو بھی ملاؤ۔ کہ وہی بائیبل کا کوئی درس اس مضمون کا دکھلائیں ورنہ ایسی بے تکی اور بہکی بہکی کہنے سے باز آؤ۔

عیسائیو! تمہیں تو خاص طور سے شرم چاہئے کہ تم رومیوں کے ۴ باب کی بندرہ کو بھی نہیں دیکھتے کہ "جہاں شریعت نہیں وہاں نافرمانی بھی نہیں"۔

یہ کیسی فضول گوئی اور دل آزاری ہے جو آپ نے کی ہے کہ مسلمان آیت سنا کر اپنی بہو کو رکھ لیگا۔ کیا آیت مذکورہ کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان اپنی بہو کو بے نکاح رکھ سکتے ہیں؟ یا کسی مسلمان کا یہ مذہب اور خیال ہے کہ پیغمبر صاحب کی طرح مجھ پر بھی قرآن نازل ہوتا ہے؟ ؏ تو کیسا پاپی اور بے حیا۔ اور بدلگام ہے جو متکلم کا مطلب بگاڑے۔ (دیباچہ ستیارتھ ص)

بابو صاحب! لیجئے! ہم آپ کی طرح پھکڑ بازی سے بے ثبوت بات تو نہیں کہتے بلکہ صحیح واقعات اور سچے مسائل آپ کو سناتے ہیں۔

فرمائیے! ایک شخص آریہ نے لڑکے کی شادی کی۔ بہو نہایت حسین اور جمیلہ تھی۔ پردہ کی رسم نہ ہونے سے اسپر فریفتہ ہو۔ اتفاقاً بیٹے کے نطفہ میں ضعف تھا کہ سال دو سال تک بچہ بچی پیدا نہ ہو تو بیٹے کو وید مقدس کا پرمان (حکم، دیانند جی کی ستیارتھ پرکاش ص۱۵۲ سے نکال کر سنا دے اور اپنی بہو سے خود نیوگ کر لے۔ کوئی حرج تو نہیں؟ کہو جی کون دھرم ہے؟

اچھا بھلا اسے بھی جانے دیجئے! کسی لالہ صاحب کی اپنی ہی لڑکی اس آیت کا[1] ہیں امداد کی مستحق ہے اور باپو (باپ) جی کا نطفہ بڑا مضبوط ہے ایسا کہ کبھی وار خالی نہیں جا سکتا تو اگر باپو جی اس مسکینہ (اپنی بیٹی) کو نواز دیں تو وید کی آگیا (حکم) کے خلاف تو نہیں؟ ہائے توبہ!

سچا جھوٹا منہ چھپاؤ۔ ہوا کیا؟ صاف کہہ دو کہ چونکہ ہمارے سب بزرگ اور پیشوا اسی نیوگ کے بچے تھے بیشک ایسا کر لے (ستیارتھ ص۱۵۵)

اعتراض نمبر ۱۰۴ — قرآن کی تعلیم ہے کہ غریبی سے مت ڈرو۔ نکاح ضرور کرلو۔ خدا تمہیں امیر کر دیگا۔ مانا کہ ایک خاص شخص ایک خاص مالدار عورت کے ساتھ نکاح کر کے مالدار ہو گیا۔ مگر کیا یہ حسن اتفاق ہر ایک شخص کو ملسکتا ہے؟ نہیں۔ پھر خدا کا غریبی کی حالت میں نکاح کا حکم کیا معنی وارد؟

---

[1] آریہ لوگ نیوگ کو اس آیت کا الٹ مفہوم یعنی منسوبیت کا زمانہ۔

اگر امیر بننے کا یہ خدائی نسخہ ہے۔ تب تو بہت اچھا آسان طریقہ ہے۔ مگر میں اہل اسلام کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ایسا نہ کریں۔ جس صورت میں خود ہی لنگڑے ہوں۔ دوسرے لنگڑے کو سر پر نہ اٹھالیں۔

(سورہ نور - ۴۴)

مسلمان نمبر ۱۰۴

جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ غور سے سنو!

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (نور-۳۲)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بیوگان کا (بیوہ یا وہ) نکاح کر دیا کرو۔ اور جو تمہاری غلام اور لونڈیاں نیک چلن ہوں۔ انکا جوڑ ملا دیا کرو۔ یہ خیال مت کیا کرو۔ کہ انکا گذارہ کیسے ہوگا۔ خدا سب کا رزق رساں ہے۔ چونکہ مجرد رہنے سے دوسرے سخت نقصانات (مثل زناکاری وغیرہ) کا خطرہ ہے اس لئے اس برائی کی بندش کرنے کو نکاح ضرور کر دیا کرو۔ اللہ انکو اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیگا۔

یہ ایک قسم کی تسلی ہے کہ خدا پر بھروسہ کر کے یہ کام کر لو۔ یہ مطلب نہیں کہ نکاح کرنا تجارت کیطرح تحصیل دولت کا ایک ذریعہ ہے۔ سنئے! آپ کے اس غلط گمان کو خدا نے اسی آیت کے متصل ہی رد فرمایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی قرآن شریف عالم الغیب کا اتارا ہوا ہے۔ سنو!

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورۃ نور-۳۳)

"یعنی جن لوگوں کے پاس شادی کے اخراجات کی سکت اور وسعت نہ ہو۔ وہ نکاح نہ کریں اور جس طرح ہو بدکاری سے بچتے رہیں۔ جبتک کہ خدا انکو وسعت عطا کرے"

کہئے! اگر آپ کا مطلب تھا کہ غریبی سے مت ڈرو۔ نکاح ضرور کر لو۔ خدا تمہیں امیر کر دیگا۔ تو اس آیت میں ایسی جرات کرنے سے منع کیوں کیا جاتا؟ ہائے کیسا بد باطن اور جاہل ہے جو کلام کو آگے پیچھے نہیں دیکھتا (بیوہ کا صلہ)

بابو صاحب! اگر آپ آریہ ہوتے تو اس آیت کی قدر کرتے کہ اسمیں بیوہ (بیوہ و راندوں کے نکاح) کا صریح حکم ہے۔ مگر ہائے کیسا ضدی اور متمرد ہے جو مذہب کی تاریکی میں پھنسکر عقل کو خیر باد کہدے (دیباچہ ستیارتھ)

قرآن شریف کا مطلب تو سن چکے ہو۔ اب ذرا دیدپران بھی سنئے! ایشر آگیا دیکھو دیتا ہے

"یہ ایک گرہ آشرم (خانہ داری) کی خواہش رکھنے والے انسانو! باہمی پسند رضامندی سے بیاہ کر کے گھر بساؤ اور گرہ آشرم (خانہ داری) میں داخل ہونے سے خوف مت کرو۔ اور اس میں مت کانپو۔ تمکو قوت اور حوصلہ کے ساتھ یہ ارادہ رکھنا چاہئے کہ جملہ سامان راحت کو حاصل کریں۔ میں تمکو کل سامان راحت عطا کرونگا۔" یجر وید (ادھیائے ۳ منتر ۴۱)

اب اگر انصاف ہے تو اپنی تمام تنگ بندی اور منہ زوری اس منتر پر ہی توکیجئے!

اصل بات یہ ہے کہ آپ جیسے قرآن شریف سے بے خبر ہیں ایسے ہی وید سے بھی اجنبی۔ خدا معلوم! یہ بیخبری آپ کو کہاں کہاں تک پہونچا دیگی۔ کچھ عجب نہیں کہ آپ وید کے مضامین پر اطلاع پاکر بہت جلد ایک رسالہ ترک وید بھی شائع کریں گے ؎

یہ میں نے مانا کہ آج خنجر مرا گلو بھی نہیں رہیگا۔
مگر یہ قاتل کے اوستمگر ہمیشہ تو بھی نہیں رہیگا

آریہ نمبر ۱۰۵

قرآن کی تعلیم ہے کہ چچا۔ ماموں وغیرہ نزدیکی رشتوں کی لڑکیاں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اس قدر نزدیکی رشتہ میں شادی کرنا میں معیوب سمجھتا ہوں۔ سگے بھائی بہنوں کی اولاد ایک دوسرے کو بھائی بہن کہتی پھرے اور پھر خاص وقت آجانے پر وہ میاں بیوی بن جاویں۔ اہل عرب آپس میں ایک دوسرے قبیلے کے ساتھ دشمنی رکھنے کے سبب لڑکیوں کو اپنے ہی کنبہ میں رکھتے تھے۔ اور دشمن کے قبیلے میں لڑکی دینا کسر شان سمجھتے تھے۔ مگر ہندوستان میں جہاں عرب کے خانہ بدوشوں کی طرح چند آدمیوں کی جھونپڑیاں علیحدہ نہیں تھیں۔ بلکہ وہ عالیشان شہر ہیں جو مختلف کنبوں اور قبیلوں اور گوتوں کے آدمیوں سے معمور ہیں آباد ہیں۔ اس قاعدہ کا جاری رکھنا شایاں نہیں ہے۔ میں اسکو معیوب سمجھتا ہوں۔ (احزاب۔ ۵۰)

مسلمان نمبر ۱۰۵

بھلے آدمی! بلا سے کبھی اپنے دعوے کو کسی دلیل سے بھی مدلل کیا ہوتا۔ یا وہی بات ؎

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جا

سچا جیو! کوئی وید منتر دکھا سکتے ہو؟ کہ فلاں فلاں عورت سے شادی کرو۔ اور

فلاں عورت سے مت کرو تفصیل بتلاؤ تو بات کرو اور اسی کتاب کا ایک نسخہ انعام پاؤ۔

مسلم! ناطہ نکاح کرنے سے دونوں میاں بیوی کے جوڑ کے علاوہ دونوں خاندانوں کا جوڑ ہو جاتا ہے۔ چونکہ چچا ماموں کی کی اولاد میں بہ نسبت دو حقیقی بہن بھائیوں کے دوری آجاتی ہے اسلئے اس دوری کو نزدیک کرنے اور خاندان کو مضبوطی دینے اور ایک دوسرے کے ہمدرد بنانے کی غرض سے اس قسم کے رشتے نہایت ضروری ہیں۔ قرآن شریف چونکہ بانی فطرت کی کتاب ہے اس لئے وہ انسان کی سب ضرورتوں کو پورے طور سے ملحوظ رکھتا ہے۔ اور یہی قرآن شریف کا اعلیٰ معجزہ ہے۔ باقی رہا ایسے نزدیکی رشتوں کو آپ کا ناپسند کرنا۔ سو یہ ویسی ہی بات ہے جو بعض مغرور آدمی۔ باندوں (جولاہوں) سے رشتہ داری ناپسند کرتے ہیں (چیرز)

یہ بھی غلط ہے کہ عرب کے قبیلے بوجہ دشمنی کے ایک دوسرے سے شادیاں نہ کرتے تھے۔ آپ اُن کے دیوان اور قصائد اور حالات قبل از اسلام کو پڑھتے تو یہ کبھی نہ لکھتے۔ مگر ہمیں اس سے مطلب نہیں۔

آریہ نمبر ۱۰۶ قرآن کی تعلیم ہے کہ اہل اسلام یا اہل قرآن چار سے زیادہ عورتیں ایک وقت میں نہیں کر سکتے۔ مگر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ جو شخص قانون بنا دے وہ اپنے آپ کو کیوں مستثنےٰ سمجھے اور نو عورتیں کرے۔ میں اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہ قانون بنانے والا ہی قانون کو توڑ دے۔ اگر قرآن خدا کی طرف سے ہے تو کیا وجہ کہ ایک آدمی کو اس سے مستثنیٰ کر دیا جائے؟ (نساء ۳)

مسلمان نمبر ۱۰۶ جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ گو اُس سے یہ حکم ثابت کرنا کہ چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنا منع ہے ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔ مگر خیر ہم مسلمانوں کا چونکہ یہی مذہب ہے۔ خواہ اس کی دلیل یہ آیت ہو یا کوئی حدیث یا اجماع امت اس لئے ہم آپ کو اصل مطلب بتلاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب یہ آیت اتری تھی۔ جس میں بقول آپ کے چار سے زیادہ نکاح کرنے سے منع ہے۔ اُسوقت ایک اور آیت بھی تھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا

سلہ ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ ۹ کتاب ہذا۔ منہ

مکان میں نازل ہوئی تھی - جس کے الفاظ یہ ہیں :-

لَا یَحِلُّ لَکَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَکَ حُسْنُهُنَّ

(احزاب - ع ٦)

یعنی اے نبی تجھ کو آج سے بعد کوئی اور عورت حلال نہیں اور نہ یہ حلال ہے کہ تو ان میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر اور کو کرے اگرچہ تجھ کو پسندیدہ معلوم ہو"

اس آیت نے آپ کو موجودہ عورتوں کے رکھنے کی اجازت دیکر آئندہ کو منع کر دیا - پس ان دونوں آیتوں پر عمل اسی طرح ہوتا تھا کہ آئندہ کو آپ کوئی نکاح نہ کرتے - چنانچہ آپنے ایسا ہی کیا - جو دونوں آیتوں کے ملانے سے مطلب ثابت ہوتا تھا - اسکا خلاف نہ تو آپنے کیا اور نہ کوئی قانون ٹوٹا - مگر بقول سوامی دیانند جی عقل کے اندھے آگے پیچھے کو نہ دیکھنے والے بدباطن ایسے مازوں سے آگاہ نہوں تو قصور کس کا ؟ (دیکھو نکاح ۵۲)

نمبر ۱۰۱ آریہ

قرآن کی تعلیم ہے کہ اے رسول! (خطاب از جانب خدا) ہم تمکو یہ خبریں غیب کی سناتے ہیں - تو اور تیری قوم اس سے بالکل بے خبر تھے - حاضرین ! اس وحی سے پہلے متعلق قصے نوح - ابراہیم وغیرہ کے بیان کئے گئے ہیں - اور انکو غیب کی بات کہا گیا ہے - کیا جنکو اہل عرب پہلے نہیں جانتے تھے - بائبل کے پڑھنے والے دوسرے لوگ بھی ان سے بے خبر تھے ؟ سچ ہے کہ قرآن کا وجود ہونے سے پہلے ابراہیم - نوح - موسے وغیرہ کے متعلق قصے بائبل میں موجود تھے پھر اسکو غیب کی بات کہنا اور الہام کا دم بھرنا - سراسر غلطی ہے - معلوم نہیں خدا کو بائبل کا خلاصہ بنانے کے لئے کیوں جبرائیل بھیجنے کی ضرورت پڑی ؟ میں بائبل کو قرآن سے زیادہ مستند سمجھتا ہوں مگر دونوں کو ہی پایۂ الہام سے ساقط تصور کرتا ہوں (ہود - ۴۹)

نمبر ۱۰۱ مسلمان

قرآن شریف کے الہامی ہونے کا مطلب آپ کے گروجی نے نہیں سمجھا تو آپ سے کیا شکایت ؟ قرآن شریف کے الہامی ہونے کے یہ معنے ہیں کہ قرآن کے موجودہ الفاظ خدا تعالے کے الہام و وحی سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچائے گئے - اور انہوں نے وہی الفاظ اپنی امت کو پہنچائے - علاوہ اس کے پہلے ہی قصے اور احکام اس ذریعہ سے خدا نے اپنے رسول کو پہونچائے تو یہی الہامی اور وحی اور یقینی سمجھے گئے - کیونکہ بذریعہ تصدیق ہو کر پہونچے ہیں - اسکی مثال اگر آپ چاہیں تو درسے میں

سنتی رہی ہو۔ تو سُنو! جس طرح موجودہ ویدوں سے پہلے ہی (بقول آریہ سماج) یہی مضامین پہلی دنیا میں بھی موجود تھے۔ مگر باایںہمہ آریہ سماج ویدوں کو الہامی مانتا ہے۔ تو کیا کوئی اسپر یہ کہہ سکتا ہے کہ موجودہ وید سے پہلے ہی تو یہ مضامین پہلی دنیا میں تھے۔ پھر یہ الہامی کیونکر ہوا؟

لالہ صاحب! ٹھیک اسی طرح قرآن شریف کی مثال ہے۔ قرآن خود کہتا ہے:۔

اِنَّہٗ لَفِیۡ زُبُرِ الۡاَوَّلِیۡنَ (شعراء ع ۱۱)

یعنی قرآن شریف پہلے نبیوں کی کتابوں میں ہے۔ قرآن شریف خود بتلاتا ہے کہ میں پہلی کتابوں کے سچے مضامین کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور ساتھ ہی انکی غلطیوں پر اطلاع دیتا ہوں۔ سُنو!

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَ مُہَیۡمِنًا عَلَیۡہِ (سورۃ مائدۃ ع ۷)

یعنی قرآن اپنے سے پہلے مضامین کی تصدیق کرتا ہے اور انپر نگہبان بھی ہے کہ جو مضامین غلط گوؤں کی غلط گوئی سے انمیں آ ملے ہیں۔ انکی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ بتلاتا ہے۔

لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ

یعنی جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا تین ہیں۔ وہ کافر ہیں"۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کا بیان بعض مواقع پر کتب سابقہ سے مخالف ہو جاتا ہے جس کو عیسائی اپنی غلط فہمی سے قرآن کی تکذیب کا ذریعہ بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ تخالف ان کتب کی کذب کی وجہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ان کتابوں کو ابھی یہ رتبہ حاصل نہیں ہوا کہ وہ قرآن شریف جیسی کتاب سے مقابلہ کرسکیں۔ ان کے مصنف خود بتاتے ہیں کہ ہم نے جو لکھا ہے سُن سُنا کر لکھا ہے[1] یہی مصنفین اس بات کے بھی قائل ہیں کہ بہت سے واقعات ہم نے نہیں لکھے۔ بلکہ اگر تمام لکھے جاتے تو ان کے لکھنے سے جو کتابیں بنتیں وہ تمام دنیا میں نہ سما سکتیں۔[2] (کیا یہ الہامی مبالغہ ہے یا وہمی ہے؟ منہ)

علاوہ اس کے افسوس تو یہ ہے کہ آریہ سماج کیا اور عیسائی یہودی کیا۔ سب کے سب قرآن شریف کی غرض و غایت سے بالکل بے خبر ہیں۔ وہ اتنا ہی جانتے ہیں کہ قرآن صرف قصوں کا ایک مجموعہ ہے پس اسکی کیا ضرورت ہے۔ ایسے عقل کے پتلوں کو اسی کتاب کا آخری حصہ بغور دیکھنا چاہئے۔

---

[1] انجیل لوقا شروع۔ [2] یوحنا ۲۱ باب کی ۲۵۔

آریہ مسافر ۱۰۸ ۱۹۰۱ء

قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے اس کو بذریعہ وحی اپنے بندوں پر نازل کیا ہے۔ مگر کیا ہمارا اور آپ کا جبرائیل محمد، موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم، نوح، لوط وغیرہ بزرگوں سے ہی واقف تھا۔ کیا اُن کو ہندوستان کے رشی منی۔ پانڈو کورو۔ رام چندر اور سیتا۔ بکرماجیت گوتم بدھ کنادِ تنجل وغیرہ کے نام نہیں آتے تھے۔ اور کیا یہ سب کے سب عیسیٰ موسیٰ سے کچھ کم تھے۔ پھر وحی شریف اور قرآن شریف میں انکا نام کیوں نہ آیا؟

قرآن شریف کی تعلیم ہے کہ اہل کتاب نے جن سے مراد یہودی و نصاریٰ وغیرہ لوگ ہیں۔ انجیل اور توریت میں کچھ ادل بدل کر دیا ہے۔ انجیل اور توریت کے علاوہ زبور اور دیگر صحائف انبیاء کا بھی اجمالی ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ مگر اس میں وید شاستر۔ ژند۔ اوستا وغیرہ کتب ہنود کا کہیں نام نہیں آیا۔

مسلمان ۱۰۸ ۱۹۰۱ء

ہوا حشر کو بھی ادا اُن کی ہنگامہ جیسا
کسی طرح سے تو مٹتا نہیں ولولہ دل کا

ان دونوں نمبروں کا خلاصہ ایک ہی فقرہ میں ہے کہ ہندوستان وغیرہ کے برگزیدوں اور مذاہب کا ذکر قرآن شریف میں کیوں نہیں؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے ذکر کرنے کا مقتضی اور سبب نہ تھا۔ اس قسم کے سوالات پر بیساختہ ہنسی آتی ہے کہ نادانوں کو خدا کی کتاب (قرآن شریف) کو ہسٹری آف ورلڈ (دنیا کی تاریخ) سمجھ رکھا ہے۔ وید کو تمام علوم اور سائینس کی کان کہا جاتا ہے مگر جب یہ سوال ہو کہ بتلاؤ۔ آدمی کے پیشاب کے کتنے اجزاء وید نے بتلائے ہیں تو اتنا ہی کہکر جان چھڑائی جاتی ہے کہ وید میں بالتفصیل نہیں بالاجمال سب کچھ ہے۔ اس اجمال سے بھی سوال ہوتا تو امیر خسرو کے بڑی گانے[1] کی طرح بتلایا جاتا

[1] امیر خسرو ایک دفعہ ایک سرای میں اُترے تو وہاں کی بھٹیاری کی بابت لوگوں نے شکایت کی کہ بڑی لڑاکی اور بد زبان ہے۔ امیر خسرو نے دریافت کیا بد زبان تو ہے مگر بدعہد تو نہیں

ہے کہ دیکھو! بیماری میں پرہیز کرنیکا حکم ہے۔ تو یہ علم طب کا اصول ہیں (جو بیکار ہے؟)

سنو! قرآن شریف ایک مذہبی لیکچر ہے کیا معنی؟ جس طرح لیکچرار اپنے مخاطبوں کو سمجھاتا ہوا کہیں کوئی تمثیل دیتا ہے۔ کہیں کوئی قصہ اور حکایت بھی بتلاتا ہے۔ کہیں اجمال سے تو کہیں تفصیل سے۔ قصے بتلانے سے چونکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ حاضرین میرے لیکچر کا مضمون بخوبی سمجھ لیں۔ اس لئے وہ ایسے قصے بتلاتا ہے۔ جن سے وہ مانوس ہوں۔ جن لوگوں کے ناموں سے اُن کے کان آشنا ہوں۔ یہ نہیں کہ ہندوستانیوں کے سمجھانے کو انگلینڈ کے اُن لوگوں کے واقعات سناویں۔ جن کو جانتے بھی نہ ہوں۔ ٹھیک اسی طرح قرآن شریف کی روش ہے کہ چونکہ اول مخاطب اس کے عرب کے لوگ تھے۔ اسی لئے اُن کو سمجھانے کیلئے انہی قوموں اور نبیوں کے قصے سنائے جاتے ہیں۔ جن کے ناموں سے اُن کے کان آشنا تھے۔ ہاں باقی دنیا کی نسبت اسی واعظانہ طرز سے بالاجمال اتنا کہدیا جاتا ہے۔ کہ

اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (فاطر ع ۳) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

یعنے ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہو گذرا ہے"

"تو اے نبی لوگوں کو عذاب سے ڈرانیوالا ہے۔ اور ہر ایک قوم کے لئے ہادی ہوا کرتے ہیں"

پس بابو صاحب! اپنے سوال کی اس عبارت کو (کہ کیا خدا اور اس کا جبرائیل موسےٰ۔ عیسےٰ وغیرہ ناموں سے واقف تھے۔ اُن کو ہندوستان کے رشیوں

سلہ لوگوں نے کہا نہیں کہا بہر تو میں اس سے دبتا نہیں صبح اٹھتے ہی بھٹیاری نے حسب معمول لڑائی شروع کی تو امیر خسرو نے کہا۔ دیکھ لی! جو گالی میرے دوں وہ نہ دیجیو! اس نے کہا اچھا۔ امیر خسرو نے کہا شرق بمغرب اُتر بجنوب کی تمام گالیوں کا ایک ہی گالہ بنا کر میں نے تجھ دیا۔ بھٹیاری جوش میں آکر الٹی ابتا بکنے۔ جو گالی وہ دیتی امیر خسرو جھٹ سے کہتے کہ یہ گالی بھی میرے اُس گالے میں آچکی ہے وعدہ خلافی اچھی نہیں۔ آخر بھٹیاری بیچاری تنگ آکر چپکی ہو گئی۔ اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے (منہ)

سکے نام نہ آسکتے تھے؟) اس طرح صحیح کیجئے! کہ کیا عرب کے لوگ موسیٰ عیسیٰ وغیرہ نبیوں کو جانتے تھے۔ ہندوستان کے رشیوں کو نہ جانتے تھے؟ تو اس کی جواب میں ہم بالکل بے تامل کہدینگے کہ بیشک نہ جانتے تھے خدا کے جاننے کی نسبت قرآن خود بتلاتا ہے۔ کہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (سورۃ مومن ۔۔)

"یعنی ہم نے تجھ سے پہلے کئی ایک رسول بھیجے ہیں۔ جن میں بعض کے قصے ہم تجکو بتلائے ہیں۔ اور بعض کے نہیں"

کہئے! عقل بڑی یا بھینس؟

آریہ نمبر ۱۱۱ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ قسم مت کھاؤ۔ مگر خدا نے بذریعہ وحی مکہ زیتون۔ گھوڑوں۔ ہواؤں وغیرہ کی قسمیں کھائی تھیں کیا وجہ کہ خدا نے ہمالیہ۔ ایلپس۔ وندھیاچل پہاڑوں اور ہندوستان کے آڑو۔ آلوچے۔ سنگتروں اور بھینس۔ ہاتھی وغیرہ کی کہیں قسم نہ کھائی۔

مسلمان نمبر ۱۱۱ آج تک تو ہم یہ مثل سنا ہی کرتے تھے۔ کہ "دروغ گو را حافظہ نباشد" مگر بابو صاحب اور بابو صاحب کے روحانی باپ رشی مہرشی وغیرہ کے ذریعہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دنیا میں اب بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو منہہ پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ چونکہ یہی دعویٰ بابو صاحب نے نمبر ۱۲۱ میں بھی کیا تھا۔ اس لئے اسی نمبر میں اسکا جواب مل چکا ہے۔

آریہ نمبر ۱۱۱ قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ کہ خدا نے ان پڑھوں میں ان پڑھ رسول بھیجا۔ تو کیا پڑھے لکھے۔ عالم فاضل لوگوں کیلئے ایک ان پڑھ کی بات قابل تسلیم ہو سکتی ہے؟ (جمعہ ع ۲)

مسلمان نمبر ۱۱۱ کیا ہی اچھا اصول ہے، مگر افسوس بی اے ہو کر انگلش سے مطلق جاہل۔ اردو۔ فارسی۔ عربی سے محض بیخبر دیا نند جی کی تو کیوں

جاتی؟ اور انہوں نے باوجود سنسکرت کے ودوان (عالم) ہونے کے اگنی۔ وایو وغیرہ ان بڈھوں کی پیروی اور غلامی کیوں اختیار کی؟ اگر کہو کہ ان کو ایشور نے الہام سب کچھ پڑھا دیا تھا۔ تو سنئیے! تمہارے پاس تو اس دعوی کا کوئی ثبوت نہ ہوگا۔ حتی کہ وید سے بھی اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ قرآن سے سنئیے! ارشاد فرماتا ہے:-

عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (نساء-۱۷)

"یعنی اے نبی جو کچھ تو نہ جانتا تھا۔ خدا نے تجھے سکھا دیا۔ تجھ پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔"

مہاجیو! اگر کچھ رکھتے ہو۔ تو لاؤ۔ دکھاؤ۔ جس سے اسی طرح اگنی۔ وایو وغیرہ کے الہام کا دعوی ثابت ہو۔ اور ہم اس فرض سے سبکدوش ہو جاویں

بس ہٹ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا ٭ یا پہلے وکہا دے دہن ایسا کمر ایسی

آریہ ممبر ۱۱۲ قرآن کی تعلیم ہے کہ خدا نے اس کو عربی میں نازل کیا۔ ایسا تو کہ لوگ اس کی عجمی زبان میں ہونے پر کہیں یہ نہ کہدیں۔ کہ ہم اسکو نہیں سمجھ سکتے۔ بھلا کیا خدا کو معلوم نہیں تھا کہ دوسرے لوگ جو عربی نہیں جانتے۔ وہ بھی عربوں کا ہی اعتراض پیش کریں گے (حٰم سجدہ ع ۴)

مسلمان ۱۱۲ بابو صاحب ہر کلام کا مطلب اس کے عالم سے پوچھا چاہئے! لہذا تو قرآن شریف کے مخاطب سب لوگ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے:-

مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (سبا ع ۳)

"یعنی ہم (خدا) نے تجھکو (اے نبی) تمام لوگوں کے لئے راہنما کر کے بھیجا ہے۔"

مگر چونکہ عرب کے لوگ ان سب سے اول طبقہ میں تھے اور سب سے مقدم حق رکھتے تھے۔ پھر انہی کے ذریعہ تمام لوگوں کو قرآن پہونچایا جاتا تھا۔ اسلئے فرمایا۔ کہ

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (یوسف ع ۱)

یعنی ہم (خدا) نے قرآن کو عربی زبان میں اسلئے اتارا ہے۔ کہ تم اے عرب کے

لوگو! اسے سمجھو!

دور کیوں جاتے ہو۔ اپنوں میں مثال لو۔ دیانند جی نے اس زبان میں کتابیں لکھیں۔ جو وہ جانتے تھے۔ حالانکہ اُن کے مخاطب تمام دنیا کے لوگ ہیں قرآن اور بائیبل کا (بزعم خود) رد کیا۔ تو ناگری میں۔ حالانکہ ان دونوں کتابوں کے ماننے والے ناگری جسقدر جانتے ہیں۔ اُس کا حساب ہی کیا۔ پھر اُن کی کتابوں کا آریہ سماج نے سب سے پہلے ترجمہ کیا۔ تو ملک کی عام زبان اُردو میں کیا۔ کیوں سب سے پہلے ترکی روسی جرمنی۔ فرنچ وغیرہ زبانوں میں نہ کیا؟ اسی لئے نہیں کیا۔ کہ پہلے وہ لوگ تو سوامی جی کا مطلب سمجھ لیں۔ جن میں خود سوامی جی پیدا ہوئے۔ جن کو وہ سمجھانے کے درپے تھے۔ پس یہی وجہ قرآن کے عربی میں آنے کی تھی۔ چنانچہ قرآن شریف خود بتلاتا ہے۔ جس آئت کا آپ نے حوالہ دیا ہے۔ وہ بھی تو یہی مضمون ادا کرتی ہے۔ غور سے سنو!

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ (حم سجدہ ع ۵)

یعنی اگر ہم (خدا) قرآن کو عجمی (عرب کے سوا کسی اور) زبان میں نازل کرتے تو عرب کے لوگ کہتے کہ یہ کیا ہوا ہے کہ کلام عجمی اور مخاطب عربی ہے۔

کون اسے سمجھے اور کون اس پر عمل کرے۔ اور کون اسے لوگوں میں پھیلاوے؟ بلکہ وہ یہ بھی کہتے کہ یہ تو ایسا ماجرا ہے۔ کہ سوامی دیانند جی کی تصنیف کا ترجمہ اُردو میں تو ہوا نہیں مگر روسی اور ترکی زبان میں کیا جاوے۔ اینچہ بوالعجبی ست۔

آریہ نمبر ۱۱۳ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ خدا کے کلمات تبدیل نہیں ہو سکتے اگر کلمات سے مراد ہم قانون قدرت لیں۔ تو ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کسقدر قانون قدرت کے خلاف باتوں اور لغویات سے بھرا ہوا ہے اگر کلمات کے معنے محض باتوں یا آیتوں کے لیں۔ تو بھی ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایک آئت تبدیل کر دوسری آئت نازل کی گئی ہے (انعام ۔ ۱۱۳)

مسلم نمبر ۱۱۳ ہائے کیسا ظالم ہے۔ جو متکلم کا مطلب نہ سمجھے (دیباچہ ستیا [illegible]

بابو صاحب! آپ کا کیا حرج تھا۔ کہ آپ قرآن شریف کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے۔ پھر آپ کا اختیار تھا۔ آریہ نہیں دہریہ ہوجاتے۔ بلا سے۔ مگر قرآن شریف کے مضامین پر تو کامل عبور آپ کو ہوتا۔ سنیئے! کلمات اللہ سے مراد ہیں معلومات اللہ یعنی خداتعالے نے جس چیز کو جس اندازہ پر جانا ہوا ہے۔ اُس سے کم و بیش نہیں ہوسکتی۔ اپنے باوا کے دستخط چاہو۔ تو ستیارتھ ص۲۸۲ کو ملاحظہ کرو۔ قانون قدرت وغیرہ باتوں کا جواب پہلے کئی دفعہ آچکا۔ نسخ کے متعلق تفسیر ثنائی جلد اول یا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ فوز الکبیر مطالعہ کرو۔ پھر دکھلاؤ۔ کہ قرآن شریف میں کتنی آیتیں منسوخ ہیں اور کیوں ہیں؟

آریہ مسافر ۱۱۲ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اے محمد لوگوں کو جو کافر ہیں کہدے۔ کہ وہ اور اُن کے معبود قرآن جیسی کتاب بنا لائیں۔ اگر وہ سچے ہیں۔ اور تحقیق وہ نہیں بنا سکینگے۔ پس وہ دوزخ میں ڈالے جاویں گے۔ حاضرین! کیا کسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کی یہ کوئی دلیل ہے۔ کہ اس کا ثانی کوئی نہیں بنا سکتا۔ ہرگز نہیں۔ اگر یہی بات ہو۔ تو شاعر شکسپیر کے تمام ناٹک اور مکالمے کے مضامین جو اپنی طرز میں بالکل نرالے ہیں۔ سب منجانب اللہ ہی سمجھنے چاہئیں اور اسی طرح ایک شیرخوار بچے کی اوٹ پٹانگ بات چیت بھی کہ جس کی نقل کوئی نہیں کرسکتا۔ منجانب اللہ ہی ہونی چاہئے۔ کیا اگر کوئی آدمی چیل اور کوّوں کی طرح کائیں کائیں۔ یا بندر کی طرح چرچر۔ یا چڑیوں کی طرح چوں چوں نہیں کرسکتا۔ تو اس کے معنے ہونگے۔ کہ بندر کوّے اور چڑیاں سب خدا کی بولی بول رہی ہیں۔ مطلق نہیں۔ اس بات کو نظر انداز کرکے اگر یہ کہا جاوے۔ کہ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کی کیا تعریف ہے۔ کیا یہ کہ ایک قصہ کو سینکڑوں دفعہ بار بار دہرایا جاوے۔ اور ایک ہی مضمون کو بار بار لایا جاوے۔ اور ایک ہی فقرے کو مکرر سہ کرر لکھا جاوے اور مکڑی کا ہیڈنگ دیکر شیر۔ بھیڑیوں وغیرہ کا حال لکھدیا جاوے۔ شہد کی مکھی پر مضمون لکھتے وقت بابا آدم وغیرہ کو قصے سنا دیئے جائیں۔

مسلمان ۱۱۴

بابو صاحب! کیا ضرورت تہی؟ کہ آپ پوری ایک سو سولہ سوال کرتے - صرف ۱۶ ہی کرتے - مگر معقول کرتے - مطلب تو یہ ہے - کہ عرب کے لوگ جو اپنی زباندانی کے زعم میں دوسری قوموں کو عجم یعنی گونگے جانتے تھے - نظم ونثر میں کامل مہارت رکھتے تہے - اُن کے سامنے ایک ایسے شخص نے دعوی کیا - جس کو اُمی (اَن پڑھا) کہتے ہیں - کہ میں یہ کلام الہام سے کہتا ہوں - اور دعوی کرتا ہوں - کہ یہ بیمثل فصیح و بلیغ ہے - اگر تم میرے الہام کے دعوی کو نہیں مانتے - تو یہی ایک دلیل فیصلہ کن ہے - کہ اس کلام جیسا کلام بنا لاؤ - اور میں دعوی سے کہتا ہوں - کہ کبھی بھی نہ لا سکو گے - گو تم تمام ایک دوسرا کے مددگار بنجاؤ؟ پس آپ ہی بتلاویں ؟ ایک زباندان قوم کے سامنے جو اپنی زباندانی میں کامل مہارت رکھتی ہو - یہ دعوی کرنا اور پہر اُن کو خاموش کرا دینا اپنے دعوی کی تصدیق کرا دینا نہیں تو کیا ہے ؟ اسپر آپ نے جن لوگوں کے نام لئے ہیں - اُنھوں نے بے مثل ہونیکا کوئی دعوی نہیں کیا - نہ اہل زبان نے اُن کی کلام کو ایسا بیمثل مانا ہے - کہ باوجود للکارنے کے بھی کوئی نہ بنا سکے - اب آپکو اختیار ہے - کہ کتوں کی طرح کائیں کائیں کریں - یا گدھوں اور گھوڑوں کی ہنہنائیں - کون منع کرتا ہے؟ بے سمجھی سے ایسی باتیں لیبی کرتی ہیں - فصاحت - بلاغت کے

سلہ ہمارے زمانہ کے روشن دماغ مرزا صاحب قادیانی بھی بے مثل عربی لکھنے کا دعوی کرتے ہیں مگر جب کبھی کوئی تحریر ایسی نکالتے ہیں تو اُسکو ایک وقت سے مقید کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خود اس معجزہ پر یقین نہیں - مگر قرآن شریف نے کسی خاص وقت تک محدود نہیں کیا (طبع اول)

اس کا جواب قادیانی مصنف نے دیا ہے کہ مرزا صاحب اسلئے اپنے معجزہ کو قرآن کیطرح غیر محدود نہیں کرتے - کہ اپنے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری پسند نہیں کرتے۔

(نور الدین صـ۲۴۳)

بہت خوب! ہمنے بھی یہی کہلوانا تہا - کہ مرزا جی کا دعوی قرآنی دعوی کے برابر نہیں

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ معنے آپکو معلوم نہ تھے۔ تو کس نے کہا تہا۔ کہ ایسی جلدی قرآن شریف پر معترض ہو
تعجب ہے آپ مدرس ہوکر ایسی بہکی بہکی باتیں کہتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے۔ کہ
ایک ہی سوال پر متعدد طلبا، جواب مضمون لکھتے ہیں۔ مگر ان میں ایک دو ہی قابل تعریف
ہوتے ہیں۔ ایک ہی قصے کو بار بار ایک تو اسی غرض سے بیان کیا گیا ہے۔
جو ہم عنقریب ابھی بتلا آتے ہیں۔ دو تم آپ جیسے معترض یہ بہی کہا کرتے ہیں۔ کہ اس
جیسا کلام کیونکر لاویں۔ اگر بعینہ ویسا ہی ہو۔ تو مسلمان کہینگے۔ کہ یہ تو قرآن کی سورت
ہے اور اگر اسکے خلاف ہو۔ تو مثل نہ مانیں گے۔ ان کو بتلانے کیلئے ایک ہی قصہ
کو مختلف پیرائوں میں بتلایا ہے۔ کہ تم بہی اسی طرح قرآن شریف کی کسی قصے کو کسی طرز اسلوب
سے بیان کردو۔ پہر کلام کی صفائی اور فصاحت اور بلاغت اہل زبان خود ہی
جانچ لینگے۔ اب آپ کا اختیار ہے۔ کہ بقاعدہ تناسخ جس جون (قالب) کو پسند کریں
اسی کی زبان بولیں۔ بندر کی طرح چرچر کریں۔ یا چڑیوں کی طرح چوں چوں۔ یہ سب
بے سمجھی کی دلیل ہے۔

آریہ نمبر ۱۱۵ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ اے رسول تو لوگوں کو سناوے کہ اگر
قرآن خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ تو اس کی باتوں میں اختلاف
پایا جاتا۔ لیکن سوچیں! اکن کا دم بہرنا۔ مگر پہر بہی چھ دن میں زمین و آسمان کا
بنانا۔ ماں اور باپ کے نطفہ سے انسانی پیدائش کی تعلیم مگر آدم کو بغیر ماں باپ
کے اور حضرت عیسے کو بغیر باپ کے پیدا کرنا لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (خدا کے
قوانین بدل نہیں سکتے) کا دم مارنا۔ مگر پہر بہی لاٹھیوں کے سانپ بنانا۔ اور پتھروں
میں سے اونٹوں کا پیدا کرنا۔ خدا کا قدوس ہونا۔ مگر پہر بہی اس کا سکار اور فریبی
لڑاکا۔ گمراہ کنندہ۔ خالق شر ہونا وغیرہ وغیرہ باتیں کس قدر مختلف ہیں۔
(تشار - ۸۲)

مسلمان نمبر ۱۱۵ ع سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست
ان سب باتوں کے جوابات پہلے ہوچکے ہیں۔ ہاں صرف

قرآن شریف کی آیت کے معنے بتلاتے ہیں۔ پس سنیئے! قرآن شریف کی
آیت تو سمجھیئے جہاں یہ آیت ہے۔ جسکا آپ نے حوالہ دیا۔ وہاں منافقوں کا ذکر ہے۔
اور منافقوں (یعنی ان لوگوں کے جو ظاہر تو مسلمان بنتے۔ مگر دل سے کافر ہوتے
تھے) کے خفیہ راز عموماً قرآن شریف میں بتلائے جاتے تھے۔ جو بالکل حرف
بحرف سچ ہوتے۔ ان حالات کی نسبت خدا فرماتا ہے۔ پس سنو!

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي
تَقُولُ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ
وَكِيلًا أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
اخْتِلَافًا كَثِيرًا (نساء ع ۱۱)

"یعنے منافق تمہارے سامنے آکر تو حضور حضور کہتے ہیں۔ اور اپنی تابعداری کا اظہار
کرتے ہیں۔ مگر جب تمہارے پاس سے الگ ہوتے ہیں۔ تو بہت سے لوگ ان میں
سے اپنے ہی کہنے کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ کیا یہ قرآن پر فکر نہیں کرتے
اگر قرآن اللہ کے سوا کسی اور سے آیا ہوتا۔ تو ضرور اس میں اختلاف پاتے"

یعنی ان کے راز کی خبریں جو قرآن میں بتلائی جاتی ہیں۔ جن کو یہ خود بھی جانتے
ہیں۔ وہ کبھی تو غلط ہوتیں۔ حالانکہ ایک بھی غلط نہیں۔

یا یہ معنے کہ قرآن میں جو خبریں بطور پیشگوئیوں کے بتلائی جاتی ہیں۔ وہ ہمیشہ
سچی ہوتی ہیں ایک بھی غلط نہیں نکلتی۔

یا یہ معنے کہ قرآن تیئیس سال کا مجموعہ ہے۔ مگر جس انداز سے پیغمبر خدا نے شروع
سے زہد اور توحید وغیرہ کی تعلیم شروع کی۔ اخیر عمر تک اسی انداز پر رہی حالانکہ تیئیس
سال کی عمر ایک ربع صدی ہے جسمیں انسان کے کئی طرح سے خیالات بدلتے ہیں خود آنحضرت
ایک غریبی کس مپرسی کی تکلیف سے شہنشاہی ریاست حکومت تک پہنچے تھے مگر تعلیم جیسی
ابتدا سے تھی۔ ویسی ہی رہی۔

یا یہ معنی کہ عموماً شعرا اور خطیبوں کی حالت ہوتی تھی۔ کہ بعض مضمونوں میں تو

اعلےٰ درجہ کے گویا ہوتے ہیں۔ لیکن دوسروں میں ایسے نہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور شاعر امراءالقیس کو شراب۔ کباب۔ لعیش کا مضمون باندھنے میں اعلےٰ درجہ کی دسترس تھی۔ مگر مرثیہ گوئی وغیرہ مضامین میں قافیہ تنگ ہو جاتا تھا۔ علیٰ ہذالقیاس ہندوستان کے شعراء ذوق غالب وغیرہ کی بھی یہی حالت تھی کہ ایک آدھ مضامین تو اعلیٰ درجہ کی فصاحت کا اظہار کر سکتے تھے۔ مگر باقی مضامین میں فرق آجاتا تھا۔ لیکن قرآن کی فصاحت ہے کہ قصص ہیں تو اعلیٰ درجہ کے فصیح۔ احکام ہیں تو ان کے مساوی۔ امثال ہیں تو نہایت عالیشان خطبات ہیں تو ویسے۔ پس آیت کا مطلب ہو۔ کہ اگر قرآن خدا کے سوا کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا۔ تو ضرور اسکی فصاحت بلاغت میں فرق آجاتا۔ کہئے عقل بڑی یا وہ؟

آریہ مسافر ۱۱ قرآن کی تعلیم ہے۔ کہ وہ لوگوں کے لئے ہدایت ہی۔ میں پوچھتا ہوں کہ خدا کی کلام۔ اور وہ بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے۔ مگر اس میں معموں اور پوجھارتوں کا کیا مطلب؟ ابتک بڑے بڑے مفسر اور فصیح البیان حتیٰ کہ خود رسول خدا کے اصحاب بھی زور لگا چکے۔ مگر قرآن کے حروف مقطع کا اصل مطلب کسی کی سمجھ میں نہیں آیا۔ آخر سب کو یہ کہنا پڑا۔ کہ یہ ایک بھید ہے۔ جسکو خدا ہی جانتا ہے۔ بھلا بتلائیے! ہدایت تو لوگوں کے لئے۔ مگر بھید کن کے لئے۔ سبحان موسیٰ بڑے خدا۔ اس کے علاوہ کتنی ہی آیتیں ایسی ہیں۔ کہ جبتک آپ تفسیر اور حدیث لیکر نہ بیٹھیں۔ ٹکریں مارئیے لیکن مطلب سمجھ میں نہیں آئیگا۔ مشتے نمونہ از خروارے دیکھئے۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ (سورہ فیل)

یعنے کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کہ تیرے خدا نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (سورہ کوثر)

یعنے تیری بدگوئی کی قسم کہتے تجھ ابتر ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہزاروں آیتیں ہیں حدیث کو برطرف کیجئے۔ تفسیر کو الگ رکھدیجئے! اور پھر کوئی شخص بتائے۔ کہ اصحاب الفیل

اور اسکو کیا سمجھے ہیں؟

مسلمان — الحمد اللہ ایک معجزہ تو اس سورت کی وجہ سے اُس وقت ظاہر ہوا تہا۔ جب یہ نازل ہوئی تہی۔ یعنی

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (سورۂ کوثر)

جب نازل ہوئی۔ تو آنحضرت کے حکم سے کعبہ شریف میں لٹکائی گئی کہ اسکو مقابل کلام بنا لاؤ۔ تو ایک فصیح اللسان شاعر نے دیکھکر اس کے نیچے لکھدیا۔ کہ

مَا هٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ

"یعنی یہ آدمی کا کلام نہیں"

ایک تو اس سورت کا یہ معجزہ تہا۔ کہ مخالف نے صاف اقرار کیا۔ کہ یہ کلام آدمی کا نہیں۔ مگر اس معجزے سے اعلیٰ اور واضح معجزہ اسی سورت کے ذریعے سے خدا نے اس زمانہ میں بہی ظاہر کیا کہ بیچارے ابو عبد الغفور بی ملک اہر سیال) باوجود ایسے دعوے ہمہ دانی کے اس سورت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ "تیری بندگی کی قسم کہ وہ شخص ابتر ہے" پہر اسپر اعتراض جماتے ہیں۔ سبحان اللہ کسی عربی شاعر نے کیا اچہا کہا ہے ؎

وَإِذَا أَتَتْكَ مَذَمَّتِي مِنْ نَاقِصٍ ✤ فَهِيَ الشَّهَادَةُ لِي بِأَنِّي كَامِلُ

"یعنے جب ناقص سمجہ کے لوگ میری مذمت اور ہجو کریں۔ تو بس وہی تو میرے کمال کی دلیل ہے"

آپنے سمجہا کہ اس سورت میں جو شانئک ہے اس کے معنے شان کے ہیں اسی طرح ایک منطقی مولوی سے کسی عامی آدمی نے اس سورت کے معنے پوچہے مگر خیریت سے انہوں نے بہی حمد اللہ۔ صدرا کے سوا قرآن کو کبہی چہوا تک نہ تہا۔ اُن کی بلا سے مگر چونکہ عوام میں مولوی کے نام سے مشہور تہے ترجمہ بتانے سے انکار بہی نہ کر سکے آخر کہا تو یہ کہا کہ ؎

شان سے شان ہیبت ہے مراد ✤ اسکو گر ابتر کہیں ہو وے فساد

سنا حیوا اسنو! آئت کے معنے یہ ہیں :۔ "بیشک تیرا دشمن ہی بے نام و نشان رہنے والا ہے"

سچ پوچھو! تو آپ جیسے علم وفضل کے مدعی سے ایسا ترجمہ ہونا بھی اِس آیت کا زندہ ثبوت ہے۔ کیونکہ آپ بھی تو اسوقت سید الانبیا کے سابقہ دشمنوں سے کم نہیں پس ضرور تھا۔ کہ آپ بھی اُس ذلت اور خواری سے حصہ لیتے جس ذلت کی اس آیت میں ان کے لئے خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس ترجمہ نے آپ کی علمی پردہ دری کرکے زندہ معجزہ دکھایا۔ فالحمدللہ

یعنی (اے نبی) جو لوگ تجھ سے عداوت کرتے ہیں۔ تیرے دین کی اشاعت میں حارج ہوتے ہیں اور تیری تبلیغ کو ملیامیٹ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ایسے ملیامیٹ ہوجائیں گے۔ کہ اونکا نام بھی کوئی نہ لیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ما لمشتکروا اللہ

قرآن شریف کے مضامین کا سمجھنا نہ تو حدیث پر موقوف ہے اور نہ ہی کسی مفسر کے قول پر۔ اعتبار نہ ہو۔ تو ہماری تفسیر تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن ملاحظہ کرو۔ البتہ جیسا کسی واضح مضمون کا سمجھنا بھی اوستاد کی تقریر سے ہوتا ہے اسی قدر قرآن کو بھی کسی حدیث یا تفسیر کی ضرورت ہے۔ ہاں ایسے واقعات جو بوجہ مشہور اور زبان زد ہونے اہل زبان کے لئے اشارتاً بتلائے گئے ہوں۔ اُن واقعات کی تحقیق کتب حدیث یا تواریخ سے ہوسکتی ہے مثلاً عرب میں عموماً اور مکہ شریف میں خصوصاً فیل (ہاتھی) کا قصہ مشہور تھا۔ کہ ایک زمانہ میں یمن کے حاکم نے ہاتھیوں کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا تھا جس میں ناکام رہا تھا۔ اُس مشہور قصے کی طرف مجملاً اشارہ ہے کہ:۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ (فیل)

یعنی تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا تھا اُن کو ناکام کیا۔ برباد کیا،، وغیرہ

اِس سے قرآن شریف کا اجمال رہا۔ یہاں تو کیا بلکہ نہایت کمال معلوم ہوتا ہے کہ مشہور قصے کو جو ہر ایک کی زبان پر جاری تھا۔ اشارتاً بتلا کر اصل مطلب پر واضح لفظوں میں اطلاع دی۔ کلام میں نقص یا اہمال تو یہ ہوتا ہے۔ کہ اُس کا مطلب ذہن نشین نہ ہوسکے۔ یہ نہیں۔ کہ کسی مشہور قصے کی طرف بالاجمال اشارہ ہو۔ تو کلام میں نقص

آئے۔ ایسا کہنے والوں کو ذوق صحیح حاصل کرنا چاہئیے۔ ویدوں میں تو ایسا اجمال بلکہ اہمال ہے کہ شاید ہی کسی کتاب میں ہو۔ کسی مشہور قصّے کی تو اُن کو حاجت ہی نہیں۔ کیونکہ بقول آریہ سماج اُن کی عمر تو خدا کی عمر کے برابر ہے۔ پھر اِن میں قصّے اور قصّوں کے اشارے کہاں؟ بلکہ نفس مضمون میں خرابی اور نقص ہیں۔

سماجیو! اعتبار نہو۔ تو سنو! ایشور پوچھتا ہے:۔

"اے بیاہی ہوئی مرد و عورتو! تم دونوں رات کہاں ٹھیری تھی؟ اور دن کہاں بسر کیا تھا؟ تم نے کھانا وغیرہ کہاں کھایا تھا؟ تمہارا وطن کہاں ہے؟"

(رگوید اشٹک ۷۔ ادھیاے ۸۔ ورگ ۱۸ منتر ۲)

مضمون اس منتر کا تو صاف ہے کہ متکلم کسی گھر کے خاوند بیوی سے ان باتوں کا سوال کرتا ہے۔ مگر آریہ سماج یہ نہیں مانتا۔ کیونکہ اس سے ایشور کی بے علمی ثابت ہوتی ہے۔ اِس لئے کہ اُن کے نزدیک تو یہ کلام پرمیشور کا ہے۔ پس جو معنے سماج بتلاوے۔ اور بابو صاحب اُسے پسند کریں۔ اُس کی تشریح اسی منتر سے بتلاویں۔ ورنہ اُنکو ماننا پڑیگا۔ کہ وید یا کم سے کم یہ منتر خدا کا کلام نہیں۔ کیونکہ تشریح نہیں۔ دوسرے کا محتاج ہے۔ اسی طرح تمام ویدوں کا حال ہے۔ کوئی صفحہ وید کا ایسا نہ ملیگا۔ جو کسی خاص مضمون کا پتہ بتلا سکے۔ دعوی کرے۔ تو اسکو دلیل سے بھی ثابت کرے۔ کسی مضمون کو شروع کر کے باقاعدہ انتہا تک پہنچاوے۔

حروف مقطعات کی بابت بھی آپ نے معمولی واعظوں سے سن سنا کر قرآن شریف پر اعتراضات جمادئیے ہیں۔ ورنہ قرآن شریف کی معتبر تفاسیر دیکھتے۔ محقق علماء کے اقوال غور سے پڑھتے۔ تو آپ کو معلوم ہو جاتا۔ کہ تحقیقی بات یہی ہے۔ کہ قرآن شریف کا کوئی لفظ بھی ایسا نہیں کہ جس کے معنے ہم نہ جانتے ہوں۔ گو جانتے ہیں۔ مگر مراتب مختلف ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ جو چھٹی صدی ہجری میں ایک بڑے پایہ کے محدث اور امام گذرے ہیں۔ اپنی کتاب شرح حدیث النزول میں ایک عام قاعدہ لکھتے ہیں۔ جو ایسے تمام مسائل کو حاوی ہے آپ فرماتے ہیں،

فلا یحل لمسلم ان یقول ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعرف
معنی ما یتوبہ ویبلغہ من الآیات والاحادیث بل کان یتکلم بالفاظ
لا یدری معانیہا

یعنی کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ یہ کہے کہ آنحضرت جو کچھ آیتیں اور حدیثیں بیان فرماتے تھے۔ اُن کے معنے نہیں سمجھتے تھے بلکہ ایسے الفاظ بولتے تھے جن کے معنی نہ جانتے تھے۔ ایسا ہی امام نووی جو فن حدیث میں ایک بڑے پایہ کے محدث گذرے ہیں فرماتے ہیں۔

یبعد ان یخاطب اللہ عبادہ بما لا سبیل لاحد من الخلق الی معرفتہ
(اتقان بحث متشابہات)

یعنی یہ خیال صحت سے بہت دور ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے کلام سے مخاطب کرے جسے کوئی بھی نہ سمجھ سکے۔

ان دونوں بزرگوں کے کلام سے ایک عام اصول ثابت ہوتا ہے۔ کہ علماء علی قدر المراتب تمام قرآن کو سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی حصہ یا جملہ یا لفظ ایسا نہیں کہ علما میں سے کوئی بھی اسے نہ سمجھ سکے۔ اسی لئے حروف مقطعات کے معنی تفسیر اتقان میں صحابہ کرام سے نقل کئے ہیں۔ جو بابو صاحب کی نظر سے نہیں گذری اگر عربی میں نہیں گذری۔ تو ہماری تفسیر ثنائی اردو میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔
الحمد للہ کہ آریوں کے کل سوالات سے جو سوامی دیانند اور بابو عبدالغفور (دھرمپال نو آریہ) نے قرآن شریف پر کئے تھے۔ آج ہم فارغ ہوئے ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے سماجی دوست جی کھول کے اپنے شبہات پیش کر کے جوابات لیا کریں گے۔

راہ پر اُن کو تو لے آئے ہیں ہم باتوں میں
اور کھل جاویں گے دو چار ملاقاتوں میں

خدا کے فضل سے اسلام کو ہمیشہ مخالفین سے مقابلہ رہا ہے کہ ایک زمانہ

میں جب کہ اسلام عین شباب پر تھا۔ لبنان کے فلسفہ سے تم آشکوٹ بلند ہوا۔ تو نمایاں فتحیابی اسی کو ہوئی۔ اس سے بعد ہر زمانہ میں اسلام کو کفر سے مقابلہ رہا اور خدا کے فضل سے فتحیاب رہا۔ ان بیرونی شہادات سے قطع نظر قرآن شریف پر نظر ڈالیں۔ تو وہ خود بھی ایک مناظرہ کی اعلیٰ درجہ کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ کہیں مشرکوں سے مقابلہ ہے تو کہیں عیسائیوں سے۔ کہیں یہودیوں سے ہے تو کہیں مجوسیوں سے۔ کہیں دہریوں سے ہے۔ تو کہیں آریوں[1] سے۔ غرض ہر ایک مخالف فریق سے روئے سخن ہے اور نہایت ہی شائستگی اور کمال سے ہے۔ پس قرآن شریف کے واقفوں کی نظروں میں تو اس قسم کے اعتراضات نئے اور اچنبھہ بات نہیں ہیں۔ البتہ جن کی کتاب خاموش اور ساکت مریدوں اور معتقدوں کا منہ تاکتی ہو۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمنے کوئی نیا کام کیا ہے۔

لالہ پال نے ترک اسلام کے دیباچہ میں بھی کئی ایک اعتراضات کئے ہیں۔ مگر ہمنے ان سے تعرض نہیں کیا۔ اس لئے کہ ان اعتراضات پر کوئی حوالہ نہیں بلکہ محض اپنے دل کا غبار ہے۔ اور انہی ایکسو پندرہ سوالات پر وہ خیالات متفرع ہیں۔ پس ان کے جوابات سے وہ خیالات فاسدہ بھی بیخ و بن سے اکھڑ جائینگے علاوہ اس کے آئندہ مضمون "قرآن شریف کی خصوصیات" کے آگے ایسے خیالات واہیات قوہباءً منثورًا ہو کر اڑ جائینگے۔

اب ہم بطور ضمیمہ قرآن شریف کی خصوصیات بتلاتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو سکیگا۔ کہ قرآن میں خاص خوبی کیا ہے؟ جو اور کتابوں میں نہیں۔ پس ناظرین توجہ سے دیکھیں؛

---

[1] آریوں سے مراد منکرین نبوت ہیں (مصنف)

قرآن شریف کی خصوصیات

قرآن شریف کی خصوصیات کا بیان کرنا گویا سمندر کو ہاتھوں سے ناپنا ہے۔ ہر ایک بات میں قرآن کی نرالی ادا ہے۔ ہر ایک مضمون میں نرالا ڈھنگ ہر ایک امر میں نرالی چال۔ مگر ہم اس رسالہ میں مختصر مختصر مضمون بیان کریں گے۔ تا کہ ہمارے ناظرین کو جو مدت سے اس کتاب کو پڑھنے میں وقت لگا رہے ہیں ملال طبع نہ ہو۔

جتنے امور ضروریہ اور مسائل لابدیہ الہامی کتاب کے لئے ضروری ہیں۔ خدا کے فضل سے قرآن شریف اُن سب پر حاوی اور شامل ہے۔

الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود الہام کی مدعی ہو۔ بعد اس دعویٰ کے اسکا بیان نجات کے تمام شعبوں اور مسائل پر حاوی ہو۔ مثلاً خدا کی ذات و صفات کا ثبوت کامل رکھتی ہو۔ اخلاقی اور تمدنی مسائل کے علاوہ ضروری بات یہ ہے۔ کہ نجات کا طریق بتلاتی ہو۔ کہ ان کاموں کے کرنے سے بندوں کی نجات ہو گی۔ اور اُن کے کرنے سے نہیں ہو گی۔ پس اِن جملہ مراتب کا بیان ہم قرآن شریف سے بتلاتے ہیں۔ مگر بہت ہی اختصار ہے۔ جن اصحاب نے مفصل دیکھنا ہو۔ وہ میری کتاب تقابل ثلاثہ ملاحظہ کریں ۔

دعویٰ الہام

اس مضمون کے ادا کرنے میں قرآن شریف کا ایسا واضح طرز ہے کہ کسی کو شک ہی نہ ہو۔ دو طرح سے قرآن شریف نے اپنے الہام کا ذکر کیا ہے ایک تو صاف اور صریح الفاظ میں کہ میں الہام اور وحی الٰہی ہوں۔ دوم طریق کلام سے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید کا متکلم حضرت احمد مجتبےٰ

محمد مصطفیٰ فداہ روحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں بلکہ وہ مخاطب اور مامور ہیں۔ چنانچہ
دونوں طریقوں کا ثبوت آیات مندرجہ ذیل سے ہوتا ہے:۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ
اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا
يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ
اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ
وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ قُلْ
اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ
اَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ
بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا
الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ
اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ
اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ
قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ
بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ
اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ
السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(اے محمد علیہ السلام) تو ان مشرکوں سے پوچھ کہ آسمان و زمین
کی چیزوں کا مالک کون ہے؟ تو خود ہی کہہ۔ اللہ ہی ان
سب کا مالک ہے۔ اُس نے اپنے نفس پر واجب رکھا
کہ مخلوق پر ہر طرح رحم کرے یعنی اُس کی قدرت کاملہ اور حکمت
بالغہ کا یہی تقاضا ہے، تو کہہ کیا میں اللہ کے سوا اوروں کو
متولی سمجھوں؟ جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور جو سب کو
کھانا کھلاتا یعنی پرورش کرتا ہے اور اسے کوئی نہیں کھلاتا۔ تو کہہ
میں اس بات کا مامور ہوں کہ موجودہ امت میں سب سے پہلے خدا
کا فرمانبردار ہوں اور مجھے سخت ممانعت کی گئی ہے کہ مشرکوں سے
مت ملیو۔ تو کہہ اگر میں رب سے نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب
سے خوف ہے۔ تو کہہ بتلاؤ کس چیز کی شہادت سب سے زیادہ معتبر ہے؟
تو کہہ میں خود ہی بتلاتا ہوں اللہ ہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ
ہے یعنی خدا شاہد ہے کہ میری طرف یہ قرآن الہام ہوا ہے تاکہ میں تمکو
اور جن کو یہ قرآن پہونچے خدا کے عذاب سے ڈراؤں۔ کیا تم اے
مشرکو! خدا کی گواہی دے سکتے ہو؟ کہ اللہ تعالیٰ جو حقیقی معبود
ہے اُس کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ تو کہہ میں تو ہرگز ایسے غلط
امر پر گواہی نہ دونگا۔ تو کہہ کہ اللہ یعنی حقیقی معبود تو ایک ہی ہے
اور میں تو تمہارے شرک اور بیہودہ گوئی سے بیزار ہوں۔ تو کہہ بتلاؤ
تو اگر اللہ کا عذاب یا قیامت کی گھڑی تم پر آجائے تو کیا تم اللہ کے
سوا دوسرے معبودوں کو پکارو گے۔ اگر تم سچے ہو کہ یہ تمہارے
معبود کچھ اختیار نفع نقصان رسانی کا رکھتے ہیں؟ نہیں۔ بلکہ تم صرف خدا ہی کو پکارو گے۔

فیکشف ما تدعون الیه ان شاء
وتنسون ما تشرکون ـ قل
ارءیتم ان اخذ الله سمعکم
وابصارکم وختم علی قلوبکم
من اله غیر الله یاتیکم به انظر
کیف نصرف الایت ثم هم
یصدفون قل لا اقول لکم
عندی خزائن الله ولا اعلم
الغیب ولا اقول لکم انی ملک
ان اتبع الا ما یوحی الی قل
هل یستوی الاعمی والبصیر
افلا تتفکرون قل انی نهیت
ان اعبد الذین تدعون
من دون الله قل لا اتبع
اهواءکم قد ضللت اذا
وما انا من المهتدین
قل انی علی بینة من ربی
وکذبتم به ما عندی ما
تستعجلون به ان الحکم الا لله
یقص الحق وهو خیر الفاصلین

(سورۂ انعام ع)

پھر اگر وہ چاہیگا - تو تمہاری درخواست قبول کریگا اور تم ایسی
مصیبت کیوقت اپنے مصنوعی معبودوں کو بھول جاؤگے - تو
کہہ بھلا بتلاؤ تو اگر خداوند تعالی تمہاری قوت سامعہ اور باصرہ کو
چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے (یعنی پردہ غفلت ڈالدے)
تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمکو یہ چیزیں لادے - اے رسول دیکھ
ہم توحید پر کیسے دلائل بیان کرتے ہیں - پھر بھی یہ ٹیڑھے ہی ہو جاتے
ہیں (کہ ایک سچے معبود کے ساتھ اور مصنوعی معبودوں کو ملاتے ہیں)
تو کہہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور
نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ
ہوں میں تو صرف اللہ کا مامور بندہ ہوں - اسی کے حکم کی پیروی
کرتا ہوں - جو مجھے بذریعہ وحی اور الہام کے پہونچتا ہے تو کہہ کیا اندھے
اور سوانکھے برابر ہیں یعنی جسکو خدا کی طرف سے وحی پہونچتی ہو - وہ
اور دوسرے عام لوگ برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا تم اسپر فکر نہیں کرتے تو
کہہ مجھے ممانعت کیگئی ہے کہ میں ان مصنوعی معبودوں کی جنکو تم اللہ
کے سوا پکارتے ہو اور دعائیں کرتے ہو انکی عبادت کروں - تو یہ بھی
کہہ کہ میں تمہاری ان خواہشات پر نہ چلونگا ورنہ میں بھی گمراہ ہو جاؤنگا
اور راہ یابوں کی جماعت میں نہ رہونگا - تو کہہ کہ میں تو اپنے پروردگار
کی بتلائی ہوئی بین دلیل پر ہوں اور تم اسکو جھٹلا چکے ہو (اور عذاب مانگتے
ہو -) جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو میرے پاس نہیں - سب اختیارات
تو اللہ ہی کو ہیں - وہی حق بات کا اظہار کرتا ہے - اور وہی سب سے
اچھا فیصلہ کرنے والا ہے"

نمونہ کے لئے اتنی آیات ہی کافی ہیں ورنہ قرآن شریف کے ہر ایک پارہ اور سورت میں
یہ مضمون مل سکتا ہے - اور میرے سامنے اسوقت قرآن شریف رکھا ہے - میں سچ کہتا ہوں -

ہر ایک آیت مجید سے بزبان حال تقاضا کر رہی ہے کہ مجھے بھی لکھدو۔ مگر میں کہتا ہوں کہ تم سب کو لکھنے کی گنجائش نہیں۔ جن اصحاب نے سب کو دیکھنا ہوگا وہ قرآن شریف میں خود دیکھ سکتے ہیں۔ جتنی آیتیں ہم نے نقل کی ہیں اُن سے مضمون مندرجہ عنوان بغیر کسی تشریح اور حاشیہ لگانے کے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن زور دار لفظوں میں قرآن شریف نے دعویٰ الہام کیا ہے۔ نہ صرف دعویٰ الہام بلکہ اپنے طریق بیان سے ثابت کر دیا اور بتلا دیا کہ قرآن شریف کا متکلم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ آنحضرت مخاطب اور سامع ہیں۔ گو مخالف کے سکوت اور تسلی کرانے کو اتنا ہی بیان کافی نہیں مگر حسب قاعدہ اتنا ہونا ضروری بھی ہے۔ تاکہ آئندہ کو جو شہادت لائی جاوے وہ مدعی کے بیان کے مطابق ہو۔

تنبیہ کیا وید اور بائیبل نے اپنے الہام کا ذکر کیا ہے؟ کیا اُنکے طرز بیان سے ایسا معلوم ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جو بھی ہو دکھاوے سے

بس تنگ کر نا صبح نا داں مجھے اتنا ✤ یا پیکے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

اثبات دعوے الہام کے بعد نمبر دوم اُس مضمون کا ہے جو تمام مذاہب کی بنیاد ہے یعنی خدا کی ہستی کا ثبوت۔ پس ناظرین خود سے دیکھیں!

اس مضمون میں تو قرآن شریف نے جس قسم کے دلائل دئیے ہیں ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان سے بڑھکر کوئی حکیم یا فلاسفر لا بھی نہیں سکتا۔ چونکہ ہستی صانع عالم کی شاخ توحید ہے اور اسی توحید کی شاخ اثبات توحید ہے۔ ورنہ بغیر توحید کے خدا کو ماننا بے فائدہ ہے۔ اس لئے ان دونوں مضمونوں کو ہم ایک ہی عنوان کے ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ پس غور سے سنو!

ہستی صانع عالم۔ توحید اور اثبات توحید

ہُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْهٰرًا وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ

وہی ذات پاک خدا ہے جس نے زمین کو اتنی بڑی وسعت میں پیدا کیا ہے۔ اور اس پر پہاڑ جیسے بوجھ اور دریا بہا دئے اور ہر قسم کے پھل [illegible] پیدا کئے [illegible] دن کو رات بنا اور رات کو دن پر ڈالتا ہے بیشک [illegible]

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ وَفِي الْاَرْضِ
قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ
وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ
يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ
فِي الْاُكُلِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّعْقِلُوْنَ - (سورہ رعد ع ۱)

کے لئے اس بیان میں بہت سے دلائل ہیں اور دیکھو کہ زمین
میں مختلف قسم کے ٹکڑے قریب قریب ہیں اور انگوروں کے
باغ اور مختلف قسم کی کھیتی اور کھجوریں ایک تنہ والی اور
مختلف تنوں والیں جو ایک ہی پانی سے سیراب کیجاتی ہیں۔
(مگر مزہ اُنکا مختلف ہوتا ہے کیونکہ) ہم بعض کو بعض پر ذائقہ
میں برتری اور فضیلت دیتے ہیں بیشک اس امر میں عقلمندوں
کے لئے بہت سے نشان ہیں (جو جانتے ہیں کہ کوئی فعل بغیر فاعل کے نہیں ہو سکتا) ۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ
خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ
فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ وَ
لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ
تَسْرَحُوْنَ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ
تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ
رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ وَّالْخَيْلَ وَ
الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَّ
يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ
مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ
الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ

خدا نے انسان کو منی کے قطرے سے پیدا کیا مگر وہ تو سامنے
صریح مخالف بن بیٹھا ہے (خدا ہی کو جواب دیتا ہے اسکی
خدائی سے انکار کرتا ہے) چارپاؤں کو اسی نے پیدا کیا۔
تمہارے لئے اُن میں سردی دفع کرنے اور گرمی حاصل کرنے
کے لئے اسباب ہیں اور کئی ایک منافع اور انہی میں سے تم
کھاتے بھی ہو۔ اور اُن مویشیوں کی وجہ سے تمہاری عزت ہے
کہ بڑی شان سے تم انکو لاتے ہو اور چراگاہ تک لیجاتے ہو اور
وہ تمہارے بوجھ ایسے دور دور ملکوں تک اٹھا کر لیجاتے ہیں
کہ تم خود اٹھا کر لیجاؤ تو سخت تکلیف اٹھاؤ۔ بیشک تمہارا پروردگار
بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے اسی نے گھوڑے اور
خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں تاکہ تم اُن پر سواری کرو اور تمہاری زینت
ہوں اور ابھی آئندہ کو تمہاری سواری کے لئے ایسی چیزیں بھی
پیدا کریگا جو اسوقت تم نہیں جانتے (جیسے ریل جہاز۔ آگبوٹ وغیرہ) وہی تمہارا حقیقی معبود ہے جو بادلوں
سے پانی اتارتا ہے اسی میں سے تم پیتے ہو اور اسی سے تمہاری کھیتی اور درخت ہوتے ہیں جو تم اپنے
مویشیوں کو چراتے ہو (اور خود بھی کھاتے ہو) اسی بارش کے ساتھ وہ تمہارے لئے مختلف قسم کے کھیت
پیدا کرتا ہے اور زیتون۔ کھجوریں اور انگور وغیرہ اور

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ
النَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ
مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۔
وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا
اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ
وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا
طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا
وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ
فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ وَاَلْقٰى فِي
الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا
وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ وَعَلٰمٰتٍ
وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اَفَمَنْ
يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ
وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا
اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ہر قسم کے پھل پھول پیدا کرتا ہے بیشک اس مذکورہ بالا
بیان میں فکر کرنیوالوں کے لئے بہت سے قدرت کی نشان
ہیں۔ اسی تمہاری حقیقی معبود نے رات اور دن کو۔ سورج
اور چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ سیارے اور ستارے
سب اسی کے حکم سے جکڑے ہوئے ہیں بیشک اس نظام
فلکی میں عقلمندوں کے لئے بہت سے نشان اور دلائل ہیں۔
اور جو کچھ خدا نے زمین پر مختلف رنگ کی نباتات پیدا کی ہیں۔
نصیحت پانے والوں کے لئے ان میں بھی ثبوت ملتا ہے۔ اسی
سچے معبود نے تمہارے لئے دریا بہائے ہیں تاکہ تم تر و تازہ گوشت
(مچھلیوں کا) کھاؤ اور زیورات موتی جواہر نکالو جو تم پہنتے ہو اور تم
کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ دریا میں بے چیرتی ہوئی جاتی ہیں۔ دیکھو اسکی
قدرت ہے کہ پانی کو اٹھانے کی طاقت دی ہے اور لکڑی کو پانی
کے اوپر اوپر تیرنے کی، تاکہ تم بذریعہ سفر بحری تجارت سے
اس کا فضل تلاش کرو۔ اور شکر کرو۔ اسی نے زمین پر پہاڑ
پیدا کئے کہ بسبب ڈانواں ڈول حرکت کے تم کو نہ لے گرے اور دریا
اور قدرتی راستے اور نشان اسی نے بنائے ہیں تاکہ تم راہ پاؤ
اور اسی نے ستارے بنائے ہیں جن کے ذریعہ سے لوگ سمندروں
اور بیابانوں میں راہ پاتے ہیں (یہ مضمون پیدائش کے متعلق بتلا کر مشرکوں کو انکی غلطی پر اطلاع دیجاتی ہے جو خدا کے
ساتھ اوروں کو شریک بناتے ہیں حالانکہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ) کیا جو پیدا کرے وہ پیدا نہ
کرنے والے جیسا ہے؟ (یعنی دنیا کی تمام چیزیں تو خدا نے بنائی ہیں پھر جس نے سب کچھ بنایا ہے اسکے ساتھ اُن لوگوں
کو جنہوں نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا کیوں برابر کرتے ہو؟) کیا تم ایسی موٹی اور واضح غلطی بھی نہیں سمجھتے؟ اور سنو!
اگر تم اللہ کے احسانات کو جو شروع پیدائش سے تم پر ہوتے رہے ہیں گننے لگو تو کبھی نہ گن سکو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا
ہی بخشنے والا مہربان ہے جو تمہاری ایسی شرارتوں پر بھی تمکو جلدی مواخذہ نہیں کرتا۔ اس بیان کے بعد شرک کے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ وَ
الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ
شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ
اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ
اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَالَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ
وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ
(سورۂ نحل)
(ع ۲)

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا
بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ
لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ءَاِلٰهٌ مَّعَ
اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ اَمَّنْ
جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ
اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ
بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ اَمَّنْ يُّجِيْبُ
الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ
وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ
قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ

ایک اور طرز سے سمجھایا جاتا ہے کہ (مشرکو!) اللہ کو تو دنیا کی
سب چیزوں کا علم ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو وہ
سب کچھ جانتا ہے مگر جن لوگوں کو اللہ کے سوا تم اے مشرکو! پکارتے
ہو وہ تو نہ کچھ پیدا کر سکتے ہیں بلکہ وہ خود اللہ ہی کی مخلوق ہیں موت
کے قابل ہیں ہمیشہ کی زندگی کے مالک نہیں دیکھو انکی قدرت
کا حال یہ ہے۔ علم کا حال یہ ہو کہ انکو اپنے اٹھائے جانیکا وقت
بھی معلوم نہیں۔ نتیجہ یہ ہے جو تمکو بتلایا جاتا ہے پس غور سے
سنو کہ تمہارا حقیقی معبود ایک ہی اور کوئی نہیں نہ اسکا ساجھی
ہے نہ بیٹا، اس مضمون توحید کو سنکر مشرکوں کے دل گھبراتے
ہیں اور وہ خود اس کے قبول کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔
ایک مقام پر ارشاد ہے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا
کیا ہے اور کون تمہارے لئے بادلوں سے پانی اتارتا ہے۔ پھر
اس پانی سے بارونق باغ اگاتا ہے جنکو درخت پیدا کرنیکی تم
میں قدرت نہیں ہے بھلا بتلاؤ انکو کام جو خدا کرتا ہے کیا کوئی
اور معبود بھی اللہ کے ساتھ ہے؟ نہیں بلکہ یہی لوگ کجرو ہیں اور
بتلاؤ کس نے زمین کو ڈانواڈول حرکت سے ساکن بنایا ہے
اور اس میں دریا بہائے ہیں اور زمین پر پہاڑ پیدا کئے اور دو
دریاؤں یعنی کھارے اور میٹھے پانی میں کس نے پردہ کیا ہے کیا کوئی
اور معبود بھی اللہ کے ساتھ ہے؟ نہیں بلکہ بہت سے لوگ اصل
توحید نہیں جانتے اور بتلاؤ اپنے حاجتمندوں کی دعائیں قبول کرتا
ہے اور کون تمہاری تکلیف کو دور کرتا ہے۔ اور کون تم میں
سے ایک کو دوسرے کا زمین پر جانشین بناتا ہے کیا کوئی

اور معبود اللہ کے ساتھ ہے جو یہ کرتا ہے افسوس تمکو بہت ہی کم سمجھ ہے۔ کون تمکو جنگلوں اور دریاؤں کی

فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ
الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ
ءَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ
أَمَّنْ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ
يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ءَإِلَٰهٌ
مَعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ

(سورہ نمل - ع ۵)

اندھیروں میں راہ نمائی کرتا ہے اور اپنی رحمت (بارش) سے
پہلے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں کون بھیجتا ہے؟ کیا کوئی اور معبود بھی
اللہ کے ساتھ ہے؟ اللہ مشرکوں کے شرک سے پاک ہے۔ کون
مخلوق کو پیدا کر کے پھر فنا کر دیتا ہے اور کون تم کو اوپر نیچے سے رزق
دیتا ہے کیا کوئی اور معبود بھی اللہ کے ساتھ ہے (یہ دلائل توحید
اور خود بیان کر کے بقاعدہ علم مناظرہ مشرکوں سے دلائل طلب
کرنیکو فرمایا) تو کہہ شرک پر اپنے دلائل لاؤ جن سے تمہارا دعویٰ
ثابت ہو سکے اگر تم سچے ہو تو کر کے دکھاؤ۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ
أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ ائْتُونِي
بِكِتَابٍ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ
عِلْمٍ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَمَنْ أَضَلُّ
مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا
يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ
عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ۔

(سورۃ احقاف - ع ۱)

ای رسول! تو ان سے پوچھ کہ جن لوگوں کو تم پکارتے
اور دعائیں کرتے ہو مجھے بتلاؤ تو انہوں نے زمین پر کیا
پیدا کیا یا آسمانوں میں کوئی انکی شرکت ہے اس دعوے پر
کسی پہلی معتبر کتاب سے دلیل لاؤ۔ یا کوئی علمی برہان پیش
کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو (تمہارے پاس کوئی دلیل
اس بات کی نہیں پس ہم سے سنو!) جو اللہ کے سوا ایسے
لوگوں کو پکارتے ہیں جو انکی پکار کو قیامت تک بھی قبول
نہ کر سکیں بلکہ انکی پکار سے بھی بیخبر ہوں۔ ان سے بڑھکر کون
زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے (یعنی مشرک سب سے زیادہ گمراہ ہیں)

ان مضامین کے تو قرآن شریف میں دریا بہ رہے ہیں مگر افسوس ہے کہ بغرض اختصار ہم مجبور ہیں
کہ اسی قدر پر قناعت کریں۔ اور تفصیل کا حوالہ اپنے رسالہ تقابل ثلاثہ پر دیں۔

ان آیات منقولہ بالا کے لفظی ترجمہ اور صریح مضمون کے علاوہ ایک اور خوبی ان میں یہ ہے
کہ ان سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ منکروں کو منوانا اور مخالفوں کو سمجھانا ان کے متکلم کی غرض ہے۔ اسی
لئے تو موقع بموقع ہر آیت کے اخیر تنبیہ کیجاتی ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ اس بیان میں عقلمندوں کے لئے
بہت سے دلائل ہیں کبھی علم والوں کا نام لیا جاتا ہے کبھی نصیحت حاصل کرنے والوں کو مخاطب بنایا

جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ بطور معمولی ذکر او حکایت کے کوئی مضمون بتلایا جاوے اور بالکل محض ایک عوئے ہی کی صورت میں چھوڑا جاوے جسپر بجز اعتقاد کے کوئی دلیل نہو۔

کیا وید۔ بائیبل نے یہ فرض ادا کیا؟ ہرگز نہیں۔ ورنہ قرآن شریف کی خصوصیت ہی کیا ہوتی ؎

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤگے نہیں + گرچہ ڈہونڈو گے چراغ رُخ زیبا لیکر

ہم اس موقعہ پر اُن دہوکہ بازیا کم علم مصنفوں[1] کی شکایت نہیں کرتے جنکو قرآن شریف میں ہستی صانع عالم پر کوئی دلیل نہ ملی۔ تو آخر انہوں نے قرآن دانی جتلانے کو سورۂ فلق۔ اور والنجم کی ایک دو آیتیں لکھکر اپنی قوم کی آنکھوں میں دہوڑ ڈالدی کہ قرآن شریف ایسے مضامین سے خالی ہے انکی اس چالاکی سے قرآن شریف تو کیا ہی خالی ہو جائیگا۔ اُن کے دل و دماغ کا علم و انصاف سے خالی ہونا ثابت ہوگیا ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم + چشمۂ آفتاب را چہ گناہ؟

ان مضامین کے بعد صفات خداوندی کا درجہ ہے یعنی یہ بتانا کہ گو وہ ہے اور اکیلا بھی ہے مگر وہ کیسا ہے۔ اس لئے اس عنوان کا ثبوت بھی قرآن سے ضروری ہے گو بیانات سابقہ سے بھی صفات کا پتہ ملجاتا ہے مگر حسب ضرورت علیحدہ عنوان سے بھی بیان کرتے ہیں۔

صفات خداوندی

هُوَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ

حقیقی معبود تمہارا وہی ہے جسکی سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے وہی رحمان اور رحیم ہے وہی اللہ حقیقی معبود ہے جسکی سوا کوئی معبود نہیں جو تمام ملک کا حقیقی بادشاہ حکمران ہو جو سب عیبوں سے پاک سلامتی کا مالک امن دینے والا سب پر نگہبان سب پر

[1] پنڈت لیکھرام صاحب تکذیب کیطرف اشارہ ہے۔ افسوس کہ ایسے بے مایہ اور کم علم اور بے انصاف مصنف پر بھی آریہ پارٹی کو ناز ہے۔ کیوں نہو اندہوں میں کانا راجہ (مصنف)

الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

(سورۃ الحشر۔ اخیر)

غالب زبردستی کا بانیوالا بڑی بڑائی والا اللہ پاک ہے مشرکوں کی بیہودہ گوئی سے۔ وہی اللہ سب کو پیدا کرنے والا عدم سے وجود میں لانیوالا ہر ایک جاندار کی تصویر بنانے والا ہی۔ تمام نیک صفات اور برکات کے نام اسی پر صادق ہیں اُسکی عظمت اور بزرگی کی یہ کیفیت ہے کہ جو چیزیں آسمان و زمین میں ہیں سب اُسکو پاکی سے بیان کرتی ہیں۔ اور وہی سب پر غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

گو قرآن شریف کی ہر ایک سورت اور پارہ صفات باری کا اظہار کرتے ہیں مگر ہم حسب التزام بغرض اختصار اسی پر قناعت کرتے ہیں اور تفصیل کے لئے اپنے رسالہ تقابل ثلاثہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

اُن مضامین کے بعد احکام نجات کی تفصیل بڑی ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ کن احکام کی تعمیل سے ہماری نجات ہے اور کن سے نہیں۔

احکام نجات

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ تمہارے پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ماں باپ سے سلوک کرو۔ اگر انمیں سے کوئی یا دونوں تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کو پہونچیں تو خدمت کرتے ہوئے اُن کے سامنے "اُف" بھی نہ کہو اور نہ انکو جھڑکو اور اُن سے ادب سے بات کرو اور نرمی سے جھکے رہو اور اُنکے حق میں دعا کرتے رہو کہ اے ہمارے پروردگار! انپر رحم کر جیسا انہوں نے مجھے چھوٹی عمر میں پرورش کیا۔ سنو! اگر تم نیک اور فرمانبردار ہوگے تو تمہارا پروردگار بھی نیک بندوں کے حق میں بخشنے والا

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْـيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ

مہربان ہے (ان حقوق خداوندی اور آبائی کے علاوہ یہ بھی سنو! کہ) قرابت داروں اور مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کیا کرو۔ یعنی حسب مقدور اُن سے سلوک کیا کرو اور فضول خرچی مت کیا کرو۔ کیونکہ فضول خرچ شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں اور شیطان تو خدا سے منکر ہے اور اگر کسی بھلائی کی امید پر جسکی تم آئندہ کو توقع رکھتے ہو رشتہ داروں سے سردست سلوک نکر سکو تو اُنکو نہایت آسان اور نرم بات کہا کرو جس سے اُنکی دل شکنی نہو اور تمہاری معذرت ظاہر ہو اور اپنا ہاتھ خرچ کرنے سے تو بالکل بند کر لیا کرو کہ کوڑی بھی نہ خرچ ہو اور نہ بالکل فراخ دستی ہی اختیار کرو کہ جو ہاتھ لگا سو اُڑا دیا ایسا کرنے سے تم خود شرمندہ اور لاچار ہو جاؤ گے (سنو! یہ نہ سمجھو کہ تمہارا پروردگار جو تم کو خرچ کرنیکا حکم دیتا ہے وہ کوئی محتاج ہے بلکہ تمہارا پروردگار ہی جسکو چاہتا ہے فراخ رزق دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے (سب قبضہ اُسی کا ہے) تحقیق وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار اور دیکھتا ہے۔ (ان احکام کے علاوہ تمدنی احکام سنو! کہ) اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے ہلاک نہ کرو۔ ہم ہی اُنکو اور تمکو رزق دیتے ہیں بیشک اُنکا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ زنا کے قریب بھی نہ جانا تحقیق وہ بیحیائی اور بدکاری کی راہ ہے اور کسی نفس کو ناحق قتل نہ کیا کرو جو کوئی مظلوم مارا جائے ہم نے اُس کے والیوں کو حق دلایا ہے پس وہ بھی قتل کرنے میں جلدی نہ کیا کریں۔ کچھ شک نہیں کہ سرکار کیطرف سے اُنکی حمایت کیجاوے گی۔ اور یتیم کے مال کے نزدیک بھی مت جایا کرو ہاتھ سے چھونا بھی ناجائز

إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا

(سورہ بنی اسرائیل ع ۳-۴)

نہیں - ہاں جس طریق سے انکو فائدہ ہو- (مثلاً اُن کی مال کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کرو-) جبتک وہ جوان ہو یہی حکم ہے اور عہد و پیمان کو پورا کیا کرو بیشک عہد سے سوال ہوگا- کہ پورا کیوں نہ کیا اور جب ماپ تول کرنے لگو تو پورا کر دو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو- یہ تمہارے حق میں خدا کے نزدیک بہتر ہے اور دنیا میں بھی اسکا انجام اچھا ہے (کہ دوکان کی نیکنامی ہونے سے فائدہ پہونچتا ہے) اور جس بات کی تم کو خبر نہیں اُس کے پیچھے مت پڑا کرو (کہ خواہ مخواہ بے دیکھے بھالے سنو سنائی کسی سے کشیدہ خاطر ہو جاؤ) بیشک کان اور آنکھ اور دل انہیں سے ہر ایک سے سوال ہوگا کہ انکو کہاں کہاں استعمال کیا اور زمین پر متکبرانہ وضع اختیار نہ کرو- کہیں تم زمین کو نہیں پھاڑ سکو گے- یا لمبے ہو کر پہاڑ تک نہیں پہونچ جاؤ گے سنو! یہ تمام کام تمہارے پروردگار کے نزدیک بُرے ہیں (پس ان سے بچتے رہو)۔"

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

ایماندار اللہ کے بندے جو نماز پڑھتے وقت خدا کے خوف سے کانپتے ہیں وہی کامیاب یعنی نجات پانیوالے ہیں اور جو لوگ بے سود کاموں سے اعراض کرتے ہیں اور جو لوگ مال کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو لوگ اپنی شرمگاہوں کی (زنا اور لواطت وغیرہ سے) حفاظت کرتے ہیں ہاں جو اپنی بیویوں اور مملوکہ لونڈیوں سے ملتے ہیں انکو بھی ملامت نہیں - مگر جو اسکے سوا (زنا لواطت وغیرہ کی) راہ نکالتے ہیں وہی کجرو ہیں- اور نجات یاب وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کو

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (سورۃ مؤمنون ع ۱)

لحوظ رکھتے ہیں اور جو اپنی نمازوں پر خوب حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہونگے جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (سورۃ نسا - ع ۳)

ایک مقام پر ارشاد ہے لوگو! اپنے حقیقی معبود کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ سے احسان کرو اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریب اور دور کے ہمسایوں سے سلوک کیا کرو اور جو سفر میں یا کسی مجلس میں تمہارا ہم نشین ہو۔ اس سے اور مسافروں اور ماتحت، غلاموں اور نوکروں اور خادموں سے احسان کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کو متکبر اور مغرور اور متفخر لوگ نہیں بھاتے۔"

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (سورۃ القصص ع ۹)

ایک مقام پر فرمایا آخرت کی نجات ہم اُن لوگوں کو دیں گے جو دنیا میں بلندی نہیں چاہتے اور فساد نہیں کرتے اور آخرت تو پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے"

اس مضمون کی تو قرآن شریف میں کوئی حد ہی نہیں۔ مگر بڑے افسوس کے ساتھ اس عنوان میں بھی انہی آیات پر قناعت کرتے ہیں۔ کیا وید نے احکام نجات کی تفصیل کی ہے؟ کیا بتلایا ہے کہ ان کاموں سے تمہاری نجات ہوگی اور ایسا کرنے سے تم نرک (جہنم) میں پڑو گے یا ایسے ایسے کام کرنے سے تم فلاں فلاں جون (قالب) میں جاؤ گے؟ ہم بڑے ممنون ہونگے اگر ہمارے لائق سماجی دوست ہمکو آگاہ کرینگے جہانتک ہمیں واقفی ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وید نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ اُسے تو اگنی اور وایو پرستی ہی سے فرصت نہیں۔ ناظرین ہماری الہامی کتاب ملاحظہ فرماویں۔

واضح رہے کہ آیات مذکورہ بالا میں احکام نجات ایسے طریق سے بیان ہوئے ہیں کہ اخلاق عامہ بھی ان میں شامل ہیں اسلئے تہذیب اخلاق کا عنوان الگ بتلانے کی حاجت نہیں۔

دنیا میں انسان کو بڑی ضرورت نکاح ناطہ کی پیش آتی ہے جو علاوہ خواہش طبعیہ کے بقائے نسل کے لئے بھی مدار اور موقوف علیہ ہے اسکے متعلق احکام بیان کرنے کہ کس عورت سے نکاح ہو کس سے نہو۔ پھر بعد اس مرحلہ طے کرنے کی اسکی لوازم اور فروع یہ ہیں کہ ان رشتہ داروں سے کیسا ملاپ ہو زندگی میں کیسا ہو۔ بعد مرنے کے مرحوم کے مال اور جائداد کی کیا کیفیت ہو۔ خدا کے فضل سے قرآن شریف ان سب مراتب کو بتلاتا ہے اور دوسری کتابیں بالکل خاموش ہیں یا تفصیل سے خالی۔ اس کا نام ہم رشتہ داری تجویز کرتے ہیں۔

رشتہ داری

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ

ارشاد ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ دادانے نکاح کئے یعنی سوتیلی ماؤں سے نکاح مت کرو۔ یہ ایک بڑی بیحیائی اور غضب کا کام ہے اور برا طریق۔ سنو! اس کے علاوہ تمہاری حقیقی مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور ماسیاں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری دودھ مائیں اور ہمشیریں اور تمہاری ساسیں اور تمہاری مدخولہ بیویوں کی گیلڑ یعنی پچھلی لڑکیاں جو تمہاری پرورش میں آئیں اور تمہارے اور تمہاری صلبی بیٹوں کی بیویاں

یعنی

لہ سوامی دیانندجی نے بھی تفصیل بتلائی ہے کہ فلاں رنگ اور فلاں نام والی سے شادی نہ کرو مگر اپنی ایجاد ہے وید سے ثبوت نہیں (منہ)

أصلابكم وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف إن الله كان غفورا رحيما والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم كتاب الله عليكم وأحل لكم ما وراء ذلكم أن تبتغوا بأموالكم محصنين غير مسافحين (سورہ نساء-۴۶)

تمہاری بہوئیں یہ سب تم پر حرام ہیں اور ایک ساتھ دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے اور کسی کی منکوحہ عورت سے بھی نکاح کرنا یعنی ازدواج ثانی بھی تمکو حرام ہے لیکن جن عورتوں کے تم مالک ہو جاؤ (یعنی لڑائی کی لوٹ میں تمہارے ہاتھ آویں اُن سے بعد ایک مہینہ انتظار کرنے کے مصاحبت تمکو جائز ہے) یہ تمکو اللہ کا حکم ہے اس کے سوا تمکو حلال ہے کہ تم کچھ مالی عوض دیکر نکاح کر لیا کرو مگر اس شرط پر کہ نکاح کرنے سے تمہاری نیت گھر بسانے کی ہو نہ شہوت رانی کی۔"

ناطہ نکاح کے احکام کسی قدر بیان ہوئے اب وہ احکام سنئے جو ناطہ داری اور رشتہ داری کی فرع یعنی وراثت کے احکام پس سنو!

يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين فإن كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وإن كانت واحدة فلها النصف ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث فإن كان له إخوة فلأمه السدس من بعد وصية يوصي بها أو دين ولكم نصف ما ترك أزواجكم إن لم يكن لهن ولد فإن كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ خدا تمکو تمہاری اولاد کی بابت میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا لڑکی سے دُگنا حصہ ہے اگر (دو یا) دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں اور لڑکا نہو۔ تو اُنکو دو تہائی مال ملے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کو نصف اور میت کے اولاد کے ہونے کی صورت میں اسکے ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور اگر اُسکی اولاد نہو تو اور وارث اُسکے صرف ماں باپ ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ اور باقی باپ کو اور اگر اُسکے بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا مگر ادائے قرض اور اجرائے وصیت کے بعد جو مال تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اُسمیں سے تمکو نصف حصہ ہے بشرطیکہ اُنکی اولاد نہو اور اگر اُنکی اولاد ہو تو تم کو ربع

ہے

منقولہ ... شیرازی ... شاک ۹۶-۹۷ (ملخصاً)

مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِيۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ يَكُنۡ لَّكُمۡ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ وَاِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُّوۡرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امۡرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡ ذٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ؕ (نساء - ع ۲)

مگر ادائی قرض اور اجرائی وصیت کے بعد - اور تمہاری بیوی کو تمہارے مال سے ربع ملیگا اگر تمہاری اولاد نہو اور اگر تمہاری اولاد ہے تو انکو آٹھواں حصہ بعد ادائی قرض اور اجرائے وصیت کے اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ نہ تو انکے ماں باپ ہوں نہ بیٹا بیٹی اور اسکی بہن بھائی وارث ہوں تو اُنہیں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ اور اگر وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں تو اُن سب کو تہائی مال کی ہوگی مگر ادائی قرض اور اجرائے وصیت کے بعد ایسی وصیت کہ جسمیں دانستہ کسی کو ضرر نہ پہونچایا جاوے یہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ کو سب کچھ معلوم ہے اور وہ بڑے علم والا ہے۔"

رشتہ کے باقی احکام احکام نجات ہیں مذکور ہو چکے ہیں کیا وید کے حامی اسکا مقابلہ دکھا سکتے ہیں!

اب ہم ایک خاص مضمون بتلاتے ہیں جو بلا مبالغہ قرآن ہی کا معجزہ ہے اور کسی کا معجزہ تو کیا کسی کتاب نے اس کو چھوا تک بھی نہیں یعنی وہ بیانات اور واقعات جو گردن کش بندوں کو مالک کے دروازے پر کھینچ کرلے آویں اور اگر اُن میں کسی قدر بھی قابلیت ہو تو وہ سعادت پا جائیں - اس مضمون کا نام ہم وعظ و تذکیر تجویز کرتے ہیں -

وعظ و تذکیر

اَلَمۡ نَخۡلُقْكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ۙ فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۙ اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ ۙ فَقَدَرۡنَا

ایک مقام پر منکروں اور گردن کشوں کا غرور توڑنے کو انسان کی پیدائش کا ذکر ان لفظوں میں فرمایا ہے "کیا ہم نے تمکو ایک ذلیل پانی (منی) سے پیدا نہیں کیا پھر ہم نے اس پانی (منی) کو ایک مضبوط مکان (رحم) میں ایک مدت معلوم (۷ - ۸ - ۹ ماہ) تک نہیں ٹھیرائے؟ پھر اسکا اندازہ نہیں کرتے بیشک کرتے ہیں -

فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِلْمُكَذِّبِينَ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا
أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ
شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَاءً فُرَاتًا
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ (مرسلات ع ۱)

اور ہم بہت ہی اچھا اندازہ کرنیوالے ہیں حساب کے روز
مکذبوں کے حق میں افسوس ہوگا۔ کیا ہمنے زمین کو زندوں
اور مُردوں کے لئے وسیع جگہ نہیں بنایا اور اُسپر بڑے بڑے
پہاڑ پیدا نہیں کئے اور تمکو میٹھا پانی دریا اور کنوؤں کا نہیں
پلاتے پھر افسوس ہے اُس روز مکذبوں کے حق میں "

أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا وَالْجِبَالَ
أَوْتَادًا وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلْنَا
نَوْمَكُمْ سُبَاتًا وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا
وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ
سَبْعًا شِدَادًا وَجَعَلْنَا سِرَاجًا
وَهَّاجًا وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ
مَاءً ثَجَّاجًا لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا
وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا (نبأ ع ۱)

ایک مقام پر ارشاد ہے " کیا ہمنے زمین کو تمہارے لئے گہوارہ
نہیں بنایا اور پہاڑوں کو مثل میخوں کے اُسپر نہیں گاڑا اور تم
(یعنی آدم اور دیگر حیوانات) کو جوڑے جوڑے (نر مادہ) پیدا
کیا۔ اور تمہاری نیند کو آرام کے لئے بنایا اور رات کو تمہارے
لئے ساتر لباس کی طرح بنایا اور دنکو تمہاری طلب معاش کے
لئے روشن بنایا اور تمہارے اوپر سات (آسمان) مضبوط
بنائے اور (سورج کو) روشن چراغ پیدا کیا۔ اور بادلوں سے
ٹپکنے والا پانی اُتارتے ہیں اُسکے ساتھ دانے اور انگوریں اور
گھنے گھنے باغ مختلف قسم کے پیدا کرتے ہیں "

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ
أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ
الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ عَلَىٰ
أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ
فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ
الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ أَفَرَأَيْتُمْ
مَا تَحْرُثُونَ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ

ایک مقام پر احسانات خداوندی کا ذکر کرکے مغروروں کو
راہ راست پر لانے کے لئے یہ طرز اختیار کیا گیا ہے کہ بطور دریافت
ہے کہ بتلاؤ جو تم عورتوں کے رحم میں منی ڈالتے ہو تم اُس کو
پیدا کرتے ہو یا ہم (خدا) کرتے ہیں؟ ہم ہی نے تم میں موت
مقرر کر رکھی ہے اور ہم عاجز نہیں کہ تمہاری موجودہ شکلیں بدلکر
تمکو ایسی صورتوں میں جو تم نہیں جانتے پیدا کردیں۔ بھلا جب تم
اپنی پہلی پیدائش کو جان چکے ہو (کہ کس طرح نطفہ سے خون اور
خون سے گوشت اور ہڈیاں تمہاری بنائیں) تو پھر تم کیوں نہیں سمجھتے (کہ ایسے مالک سے بگاڑ کرنے
میں سراسر نقصان ہے) لو بھلا اور بتلاؤ کہ تم جو کھیتی باڑی کرتے ہو تم اُسکو اُگاتے ہو۔ یا ہم

الزَّارِعُونَ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ أَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ +

(سورۃ واقعہ رکوع ۲)

اُگاتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اُسکو خشک ایندھن کردیں پھر تم ہاتھ ملتے رہجاؤ کہ ہائے ہم قرضدار ہوگئے۔ ہائے ہم بے نصیب ہوگئے لو ایک اور بات بتلاؤ کہ دفلے کے بعد جو پانی کا درجہ ہے جسکی تم کو سخت ضرورت ہے) یہ پانی جو تم پیتے ہو کیا تم اُسکو بادل سے اُتارتے ہو یا ہم اُتارتے ہیں؟ سنو! اگر ہم چاہیں تو اُس (میٹھے پانی) کو کھاری سخت کڑوا کردیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے ہو (پانی کے بعد آگ کا درجہ ہے) پس بتلاؤ کہ آگ جو تم جلاتے ہو اُسکے لیے درخت تم پیدا کرتے ہو یا ہم کرتے ہیں (کون نہیں جانتا کہ) ہم ہی نے اُنکو پیدا کیا جس سے دو مطلب ہیں ایک تو یہ کہ لوگ غور کرکے نصیحت پاویں اور غریب مسافر اُن کے ذریعہ سے گذارہ کریں پس تم اپنے پروردگار کی نام کی تعظیم کرو اور بزرگی سے یاد کرو"

إِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا

ایک مقام پر نظام عالم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے لوگو! سنو! تمہارے لیے چارپاؤں میں نصیحت ہے دیکھو تو ہم اُن کے پیٹوں سے لید اور خون کے بیچ بیچ سے خالص آسانی سے حلق کے اندر گذر جانے والا دودھ تمکو پلاتے ہیں اور کھجوروں کے پھلوں اور انگوروں سے تم نشہ اور شراب اور حلال رزق بناتے ہو (گو نشہ اور شراب تم کو حرام ہے لیکن تم تو اُس کو بڑی عمدہ چیز سمجھ کر پیتے ہو) بیشک اس میں عقلمندوں کے لیے بہت بڑی نشانی ہے اور سنو! تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کو الہام کر رکھا ہے یعنی اُس کی طبیعت میں ڈال رکھا ہے کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگوں کی گھروں کی چھتوں پر اپنے لیے گھر بنا پھر ہر ایک قسم کے پھلوں سے کھائیو اور اپنے پروردگار کے راستہ پر عاجزانہ چلیو یعنی سیکھی تکلیف مت دیجیو

يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ نحل ع ۱۰)

دیکھو! اُس کے پیٹ سے تمہارے پینے کو کیسا میٹھا شہد نکلتا ہے جسکے رنگ مختلف ہوتے ہیں کوئی سفید کوئی سرخ۔ لوگوں کے لئے اس میں شفا ہے۔ بیشک اس بیان میں فکر کرنیوالوں کے لئے بہت بڑی نشانی ہے۔

ایک مقام پر فرمایا کہ خدا نے تم کو پیدا کیا پھر وہی تمکو مارتا ہے بعض تم میں سے انتہا عمر تک زندہ رکھے جاتے ہیں ایسے کہ بعد علم کے بے علم ہو جاتے ہیں (یعنی انکے قویٰ ایسے کمزور ہو جاتے ہیں کہ جو علوم انہوں نے حاصل کئے ہوں سب کو بھول جاتے ہیں) سنو! اللہ بڑا ہی علم والا قدرت والا ہے اُس کے علم میں کمی نہ والی۔ اللہ ہی نے تمکو بعض کو بعض پر فضیلت اور بزرگی دی ہے پس جن لوگوں کو بزرگی دی ہے وہ اپنے نوکروں اور غلاموں کو اپنے برابر نہیں کر لیتے (تو کیا اللہ بندوں کو اپنی قدرت میں برابر کریگا؟ ہرگز نہیں بلکہ اُسنے تمام کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے) پھر کیا اللہ ہی کی نعمت سے انکار کرتے ہیں۔ اللہ نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہاری اولاد بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمکو پاک نعمتوں سے رزق دیا پھر کیا جھوٹی اور بے بنیاد باتوں پر دل لگاتے ہیں اور اللہ کی نعمت سے انکاری ہیں (ذرا سوچو تو یہ کیسی اندھیر کی بات ہے کہ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو انکے لئے کسی طرح آسمانوں سے نہ زمین سے رزق پہونچانے کا اختیار رکھتی ہیں نہ انکے امکان میں ہے پس اللہ کے حق میں مثالیں نہ بنایا کرو (جیسے جاہل کہا کرتے ہیں کہ بادشاہوں کے پاس پہونچنے کے لئے وسیلہ درکار ہے اسی طرح اللہ کے پاس پہونچنے کو بزرگوں کی منتیں اور دعائیں کرنی چاہئیں یہ خیال غلط ہے ایسا نہ کہا کرو) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ أَفَلَا تَسْمَعُونَ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (سورۃ قصص ع ۷)

ایک جگہ عظمت الٰہی جتلانے کو ارشاد ہے "اے رسول! تو ان نادانوں سے کہہ کہ بھلا بتلاؤ اگر اللہ تم پر قیامت تک رات دراز کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم پر روشنی لائے کیا تم سنتے نہیں ہو۔ تو یہ بھی کہہ دے کہ اگر اللہ تم پر دن ہی دن دراز کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لئے رات پیدا کر دے جس میں تم آرام پاؤ کیا تم دیکھتے اور سوچتے نہیں ہو۔ سنو! اس اللہ نے محض اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن پیدا کئے ہیں تاکہ تم دن میں اس کے فضل سے معاش تلاش کرو اور شکر گزاری کرو اور رات کو آرام پاؤ"

قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَفَاكِهَةً وَأَبًّا مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (عبس ع ۱)

ایک مقام پر تو واقعی گردن کشوں کی گردن توڑ دینے والا جیسا کچھ ارشاد ہے "انسان کو خدا کی پھٹکار کیسا ناشکرا ہے یہ نہیں سوچتا کہ خدا نے اسکو کس چیز سے پیدا کیا؟ سنو! منی کے قطرے سے پیدا کیا ہے پھر اسکا مناسب اندازہ کیا پھر اسکے نکلنے کی راہ آسان کی پھر اسکو مار کر قبر میں بھی پہونچا دیتا ہے پھر جب چاہیگا اٹھا لیگا مگر اس کمبخت نے اپنی ڈیوٹی (فرض) کو ادا نہ کیا۔ نالائق ذرا اپنے کھانے کو دیکھے کہ ہم ہی اوپر سے پانی برساتے ہیں پھر زمین کو پھاڑتے ہیں پھر اس میں گیہوں۔ مکی۔ جو۔ باجرا وغیرہ کے دانے اور انگور اور سیب اور زیتون اور کھجوریں اور مختلف قسم کے گھنے باغ اور پھل پھول اور چارہ پیدا کرتے ہیں کیوں کرتے ہیں؟ محض تمہارے اور تمہاری مویشیوں کے گذارے کے لئے مگر تم ہو کہ اتنے بڑے بڑے احسانات کی بھی پروا نہیں کرتے"

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ

ایک مقام پر ارشاد ہے کہ ہمنے انسان کو سراسر تکلیفوں میں پیدا کیا

اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۔ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۔ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۔ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۔ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۔ وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۔ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۔ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۔ فَكُّ رَقَبَةٍ ۔ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۔ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۔ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۔

(سورۂ بلد - ع ۱)

(کبھی بیرونی تکلیف میں یا کبھی اندرونی مصیبت میں) کیا یہ سمجھتا ہے کہ اسپر کسی کو قدرت نہیں شیخی بگھارتا ہوا کہتا ہے کہ میں نے بہت کچھ مال خرچ کیا ہے کیا اسکا یہ گمان ہے کہ اُسے کوئی دیکھتا نہیں کیا ہمنے اُس کے چہرہ پر دو آنکھیں نہیں بنائیں اور اُس کے منہ میں اظہار مدعا کو زبان پیدا نہیں کی اور اُسکے دانت ڈھانپنے اور دیگر مختلف قسم کے فائدوں کو دو ہونٹ نہیں بنائے اور نیکی و بدی کے دو رستوں کی اُسکو ہدایت کی۔ مگر وہ نادان پھر بھی اپنے فرائض کو پورا نہیں کرسکا تمہیں معلوم ہے کہ اُسکا فرض منصبی کیا ہے سنو! غلاموں کا آزاد کرنا مصیبت (قحط وغیرہ) کے دنوں میں یتیموں اور قریبیوں اور نادار محتاجوں کو کھانا دینا اسکا فرض منصبی ہے۔"

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ۔ (سورۂ جاثیۃ ۲۴)

ایک مقام پر مغروروں فریب خوردوں کی غلطی رفع کرنیکو ارشاد ہے کہ "کیا بدکار لوگ جو تمام عمر جی کھولکر بدکاریاں کرتے رہتے ہیں اُنکا گمان ہے کہ ہم اُنکو ایمانداروں اور نیک کاروں جیسا کردیں گے ایسا کہ دنیا میں انکی زندگی اور مرکر انکی موت یکساں ہو بہت ہی بُرا اور غلط خیال کرتے ہیں۔"

اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ

ایک مقام پر دنیا کی بے ثباتی ذہن نشین کرنے کو فرمایا کہ لوگو! دنیا کی زندگی محض کھیل و کود اور ظاہری سجاوٹ اور آپس میں ایک دوسرے پر فخر و مباہات اور مال اور اولاد میں بڑائی چاہتا ہے دنیا کی مثال ایسی سمجھو جیسے بادل کی جھڑ برستا ہے۔ انگوریں پیدا ہوتی ہیں زمیندار لوگوں کو خوش لگتی ہیں پھر وہ خشک ہوکر زرد ہوجاتی ہیں یہاں تک کہ تنکا تنکا ہوجاتی ہیں یہ دنیا کا اصل ہے اور آخرت میں یا تو عذاب سخت ہے یا اللہ سے بخشش اور خوشنودی ہے

وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (سورۃ حدید ع ۳)	جیسے عمل کروگے ویسے بدلے پاؤگے یاد رکھو دنیا کی زندگی صرف دہوکہ کی ٹٹی ہے پس اسکی فریب سے بچو"

چونکہ اس مضمون میں قرآن شریف خاص معجزہ ہے جو لوگ عربی زبان میں قرآن شریف کو سمجھ کر پڑہتے ہیں اُنکو تو ایک خاص لطف آتا ہے گو ترجمہ بھی اصل مطلب تبلاسکتا ہے مگر وہ لطف کہاں جو اصل زبان میں ہوتا ہے۔ اس مضمون سے قرآن مجید جابجا بھرا پڑا ہے ہمنے بغرض نمونہ چند آیات لکھی ہیں جن اصحاب نے پوری کیفیت دیکھنی ہو وہ قرآن شریف کو غور و فکر سے پڑہیں چونکہ مذہبی کتابو۔ کا فرض یہی ہے کہ بندگان خدا کو جو خدا کے دروازے سے بھٹکے ہوئے ہیں مالک کے دروازے پر لاگائیں اُسکی عظمت اور بزرگی اور شہنشاہی بندوں کے دلوں میں جمادیں۔ قرآن مجید بھی چونکہ مذہبی کتاب ہے اس لیے ضروری تہا کہ قرآن بھی اس فرض منصبی کو پورا کرتا چنانچہ ناظرین نے ملاحظہ کیا۔ ہاں ایک طرز خاص قرآن شریف میں یہ بھی ہے کہ اسی مطلب اور فرض منصبی کو پورا کرنے کی غرض سے کبھی کبھی گذشتہ قوموں کے حالات مگر نہ بطور تاریخی واقعات کے بلکہ بطور وعظ و تذکیر کے بیان کرتا ہے کہ بندوں کے دلوں پر خدا کی عظمت اور جلالت بٹھادیں چنانچہ ارشاد ہے کہ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ یعنی ای رسول تو ان لوگونکو گذشتہ قوموں کے قصتے سنا تاکہ یہ بھی فکر کریں چنانچہ قرآن میں یہ بات بالالتزام ملتی ہے کہ جہاں کسی قوم کا قصہ تبلایا اُس کے اخیر میں ایک ایسا فقرہ جڑ دیا جس سے صاف سمجھ میں آوے۔ کہ متکلم کی غرض یہ ہے کہ سامعین بدکاری اور خدا کی نافرمانی چھوڑ کر اُس کے نیک چلن بندے بنجائیں اس راز کو نہ سمجھنے والے مخالفوں کی طرف سے یہ سوال عام طور پر کیا جاتا ہے کہ قرآن میں کہا ہی کیا ہے پہلے لوگوں کے قصتے بھرے ہیں۔ بھلا الہامی کتاب کو قصتوں سے کیا مطلب؟ اللہ اللہ اینچہ بوالعجبی ست۔ اری بے سمجھی تیرا ستیاناس! اری گھمنڈ پر کہ ویدمیں چونکہ کسی قوم کا قصہ نہیں دیکھو نگہ الہامی نہیں) اسلئے آریوں کی طرف سے الہامی کتاب کے لیئے سب سے مقدم شرط یہ لگائی جایا کرتی ہے کہ اُس میں کسی گذشتہ زمانہ کا قصہ نہو یعنی دنیا کے شروع ہی سے الہام ہوئی ہو لیکن دانا اس شرط کی ضرورت کو جان سکتے ہیں کہ کہانتک جائز ہے۔ علاوہ اس کے اس کے اس مضمون پر کہ وید بھی شروع دنیا سے نہیں ہمارا ایک رسالہ حدوث وید ہے۔ ناظرین اُسے دیکھیں گے تو محظوظ

ہونگے قرآن شریف میں اور بھی بہت سے مضمون ہیں بلکہ یوں کہئے کہ سب کچھ قرآن شریف میں ہے جیسا کسی بزرگ کا قول ہے ؎

جمیع العلم فی القرآن لکن		تقاصر عنہ افہام الرجال

(یعنی تمام علوم قرآن مجید میں ہیں مگر لوگوں کے فہم قاصر ہیں) لیکن وقت اور موقع کی گنجائش نہیں کسی قدر تفاصل شرلاشہ میں بیان ہوئے ہیں۔

آریہ سماج سے چند سوال

گو جوابات کے ضمن میں بعض بعض جگہ سماجیوں پر بھی سوالات وارد کئے گئے ہیں مگر بعض احباب کی فرمائش سے چند ایک سوال اس جگہ الگ بھی لکھتے ہیں۔ غور سے سنئے!

(۱) سماج کے دس اصول جو ہر کتاب کے سرورق پر لکھے ہوتے ہیں دیانندجی کی ایجاد ہیں یا وید میں مذکور ہیں حوالہ مع عبارت دیجئے؟

(۲) وید کن لوگوں پر آئے اور وہ کہاں کے باشندے تھے۔ انکی بود و باش روزانہ عادات و سوشل لائف کیسے تھے۔ مع ثبوت؟

(۳) ویدوں کے ملہموں کا ویدوں میں بھی ذکر ہے؟ انکی سوانحعمری کا پتہ ویدوں سے یا کسی

ف آریہ سماج کے دس اصول یہ ہیں۔ (۱) سب سچے علوم کا مخزن خدا ہے (۲) خدا تعالیٰ قدیم اور دنیا کا خالق اور لائق عبادت ہے۔ (۳) وید سچی کتاب ہے۔ آریوں کو اس کا پڑھنا پڑھانا ضروری ہے (۴) سچ کو قبول کرنے اور جھوٹ کو چھوڑنے پر ہمیشہ مستعد رہنا چاہیئے۔ (۵) سب کام دہرم کے مطابق کرنے چاہئیں (۶) تمام دنیا کو فائدہ پہنچانا چاہیئے۔ (۷) سب سے محبت اور دہرم کے مطابق برتاؤ کرنا چاہیئے (۸) علم کی ترقی کرنی چاہیئے۔ (۹) سب کی بہبودی میں اپنی بہبودی سمجھنی چاہیئے (۱۰) ہر آدمی کو اپنے ذاتی کاموں میں خود مختاری اور رفاہ عام کاموں میں اصول عامہ کی پابندی لازم ہے۔

(یہ سب ہاتھی کی دانت ہیں جو کھانے کیلئے اور اور دکھانے کے لئے اور)

اور معتبر تاریخ سے ملتا ہے؟

(۴) چار وید جو بقول آریہ سماج چار رشیوں (اگنی - وایو - ادت - انگرا) پر نازل یا الہام ہوئے تھے - اُن میں سے جس جس کو جو وید ملا اُسکا ثبوت وید ونمیں ہے یعنی اس کا ثبوت کہ رگ وید مثلاً اگنی کو ملا وغیرہ وغیرہ کو ثبوت مع حوالہ دیجئے؟

(۵) آریہ سماج کا دعوی ہے کہ وید شروع دنیا سے ہیں بلکہ یہ بھی ہے کہ جو کتاب شروع دنیا سے نہو وہ الہامی ہو ہی نہیں سکتی پس وید کی قدامت کا ثبوت مع حوالہ دیجئے (مناسب تو یہ ہے کہ ہمارا رسالہ حدوث وید بہلے دیکھ لیجئے)

(۶) جن منتروں سے ہندو مورتی پوجا اور بُت پرستی ثابت کرتے ہیں وہ ویدوں میں ہیں یا نہیں در صورت ہونے کے سماج کے پاس کیا دلیل ہے کہ اُنکے معنے غلط ہیں۔

(۷) اولاد کا باپ کی طرف نسبت ہونا نطفے کی وجہ سے ہے تو نیوگ سے پیدا شدہ اولاد بلا تعلق نطفے کے کیوں اصل خاوند کی کہلاتی ہے اسکی فلاسفی کیا ہے اور عقلی دلیل کیا!

(۸) وید کی تعلیم کے مطابق حیوانات میں بدکار انسانوں کی روحیں جاتی ہیں اگر یہ صحیح ہے تو آجکل باوجودیکہ عموماً دنیا کے ہر بر اعظم - ملکوں - شہروں قصبوں اور گاؤں میں بداخلاقی بے دینی کثرت سے جاری ہے پس چاہئیے تھا کہ انسانی آبادی میں تنزل ہو کیونکہ جب مجرم زیادہ ہوں تو قیدخانہ کی آبادی زیادہ ہوگی بجائے اسکے مردم شماری دنیا کے ہر حصہ میں ترقی پذیر ہے اسکا کیا سبب ہے؟

(۹) اگر سو دو سو سال تک دنیا میں سب لوگ نیک اخلاق ہوں اور خدا کی عبادت جو اُنپر فرض ہے ادا کریں۔ غرض حیوانی قالب میں جانے کے قابل نہوں تو بوجہ اس کے کہ حیوانات بننے کے قابل روحیں نہ ہونگی - حیوانات پیدا نہ ہونے سے دنیا کے انتظام میں جو خلل آئیگا اسکا جواب دہ کون ہوگا؟

(۱۰) دنیا کے شروع میں خدا نے انسان اور حیوان پھر انسانوں میں مختلف مراتب پیدا کئے تھے یا ایک ہی نوع اور ایک ہی رتبہ کے انسان بنائے تھے - اگر ایک ہی نوع یا ایک ہی رتبہ کے (سب غریب یا سب امیر - سب نوکر یا سب ہی آقا) بنائے تھے

تو دنیا کا کام کیسے چلا تھا۔ اور اگر مختلف مراتب تھے تو بغیر اعمال سابقہ کے کیوں تھے
اگر کہو کہ اس دنیا سے پہلی دنیا میں انکے عمل مختلف تھے تو ہمارا سوال سب سے پہلی
دنیا پر ہوگا۔ اگر تم دنیا کا سلسلہ قدیم مانتے ہو تو بتلاؤ کسی مرکب کا سلسلہ باوصف
ترکیب قدیم ہو سکتا ہے؟ علاوہ اسکے دنیا کا سلسلہ اگر قدیم ہے تو خدا کی کیا حاجت؟ یہی
تو دہریت کی بنا ہے۔ (رسالہ حدوث دنیا ملاحظہ ہو)۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

اپنے بھائیوں سے روئے سخن

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دستِ خویشتن فریاد

مسلمانو! قرآن کے حامیو! سید الانبیاء کے حلقہ بگوش غلامو! میرے بھائیو! تمہیں
معلوم ہے کہ ہمارے سردار اور مولا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ فداہ روحی علیہ افضل الصلوٰۃ والسّلام نے
اپنے غلاموں اور خادموں کو آخری وصیت انتقال کیوقت کیا فرمائی تھی؟ تم بھولے ہو تو میں ہی
بتلاتا ہوں۔ فرمایا تھا:۔ تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّتِي یعنے
میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جبتک تم ان دونوں سے وابستگی رکھوگے اور انپر عمل کرتے رہوگے
تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک اللہ کی کتاب قرآن شریف دویم اپنی سنت یعنی اپنا چال چلن۔ بھائیو!
انصاف سے کہنا کہ ہمنے اس بزرگانہ وصیت پر کہانتک عمل کیا؟ کتنے ہیں جو ہم میں قرآن شریف کو
پڑھتے ہیں؟ کتنے ہیں جو ہم میں قرآن شریف کو جانتے ہیں؟ کتنے ہیں جو اس کے مضامین سے واقف ہیں؟
کتنے ہیں جو اسکی اشاعت اپنی اپنی قوموں اور برادریوں میں کرتے ہیں؟ کتنے ہیں جو اس کے الفاظ
کو حفظ رکھتے ہیں؟ کتنے ہیں جو سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر کاربند ہیں؟ افسوس صد
افسوس! میرا کام نہیں کہ میں اس موقعہ پر اپنے بھائیوں اور اپنی قوم کے ڈھکے چھپے راز فاش کروں
ہاں اتنا عرض کرتا ہوں کہ ہم لوگوں ہی کی غفلت کا نتیجہ ہے کہ آج کفار کیطرف سے قرآن شریف

پر ایسے دلخراش اعتراضات سنتے ہیں جو اس کتاب میں ملاحظہ سے گذرے ہونگے۔ اگر اب بھی قرآن شریف کو کمر بستہ ہو کر نہ پکڑو گے سمجھکر نہ پڑھو گے تو خدا وہ دن نہ دکھائے دیکھ لینا پھر اسی دنیا میں کیا کچھ مسلمانوں کا اور مسلمانوں کے دین کا حشر ہوتا ہے بھائیو! ہمارے بزرگوں میں یہی ایک کرامت تھی کہ وہ قرآن شریف کا زندہ نمونہ آپ تھے لوگ انکی چال چلن اور صفائی معاملہ کو دیکھکر حیران ہوتی تھی کہ جس کتاب کی پیروی کرنے سے ان میں یہ صفات حسنہ آئی ہیں وہ کتاب کیسی پاک اوصاف سے متصف اور بھرپور ہوگی۔ ہائے افسوس آج ہم ایسے ہیں کہ ہمارے چال چلن سے قرآن مجید بدنام ہو رہا ہے ہمارے ہی حق میں حافظ شیرازی نے کہا ہے ؎

گر مسلمانی ہمیں ست کہ حافظ دارد ✤ وائے گر از پس امروز بود فردائے

پس میری آخری التماس ہے۔ میری نہیں بلکہ ہمارے آقا اور مولا سید الانبیاء کی آخری وصیت ہے کہ قرآن مجید کو سمجھکر پڑھو۔ اپنی اولاد کو پڑھاؤ۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

کیا اس کتاب ترک اسلام کے بعد ابھی کسی اور وقت کا انتظار ہے؟ اس سے بدتر اور کونسا وقت ہوگا ہوش سنبھالو۔ غیرت کرو۔ سچ سمجھو کہ بے غیرتی سے مرجانا اچھا ہے۔ آج اگر مسلمان قرآن شریف سے واقف ہوتے تو نہ تو کسی جواب کی حاجت ہوتی نہ کسی نقصان کا اندیشہ۔ بھائیو! قرآن کو پکڑو قرآن تمکو خود ہی سب بتلا دیگا جو کچھ تمکو کرنا چاہیئے قرآن سکھا دیگا۔ جو کچھ تمکو آئندہ پیش آنا ہے قرآن تمکو بتلا دیگا جیسا کہ اُس نے ہم سے پہلے طبقے کے مسلمانوں کو بتلایا اور خوب بتلایا جسکا انہوں نے دین و دنیا میں پھل پایا۔ قرآن شریف خدا کی رسی ہے جو اسے پکڑیگا وہ چڑھ جا دیگا اور جو اسے چھوڑیگا وہ گڑھے میں گر مریگا۔

ہمارے آقا اور مولا سید الانبیاء علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ القرآن حجۃ لک او علیک یعنی قرآن شریف یا تو تمہارے حق میں نیک گواہی دیکر چھڑا دیگا یا خلاف شہادت دیکر پھنسا دیگا" پس مسلمان خود ہی سوچ لیں اپنے اپنے گریبانوں میں منہ ڈالکر دیکھیں کہ قرآن شریف سے ہمارا برتاؤ جیسا ہے ویسی ہی امید رکھیں ؎

جمال حسن قرآن نور جان ہر مسلماں ہے ✤ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں غور کر دیکھا ✤ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

خاکسار ابو الوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل) امرتسری

یہ اخبار کیا ہے۔ مجمع البحرین ہے یعنی دین و دنیا کا مجموعہ ۱۸×۲۲ تقطیع کے ۱۲ کلاں صفحوں پر مطبع اہلحدیث امرتسر سے جمعہ کے دن شائع ہوتا ہے جس میں مضامین مذہبی۔ اخلاقی۔ مسائل۔ فتوے اور مخالفین کے اعتراضات کے جواب وغیرہ درج ہوتے ہیں اور دو ایک صفحوں پر دنیا کی سچی سچی خبریں درج ہوتی ہیں۔ غرض یہ اخبار توحید و سنت کا حامی۔ شرک و بدعت کا دشمن۔ مخالفین کے سامنے ڈھال کا کام دینے والا۔ دنیا کی صحیح خبریں بتلانے والا۔

قیمت سالانہ مع محصولڈاک ۱۲؍

المشتہر

مینجر اخبار اہلحدیث امرتسر

3859

فہرست کتب فروختنی موجودہ دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر

تفسیر ثنائی اردو:- یہ تفسیر بطریق جدید نہایت ہی لطیف پیرایہ میں لکھی گئی ہے - زمانہ حال کی الحاد اور ارتداد کا کافی علاج ساتھ ساتھ کیا گیا ہے -

جلد اول - سورۂ فاتحہ و بقرہ قیمت ۱۲/

جلد دوم - سورۂ آل عمران و نساء - ۱۲/

جلد سوئم - سورۂ مائدہ - انعام اعراف ۱۲/

جلد چہارم - سورۂ نحل تک ۱۴ پارہ ۱۲/

[اردو تفسیر ... اور عربی تفسیر ... قیمت ... ۱۳/ ... ۲۰/]

تقابل ثلاثہ - توریت - انجیل اور قرآن کا مقابلہ - ۸/

ادب العرب - عربی گرامر کا اردو معلم - ۸/

الہامی کتاب - وید اور قرآن شریف کا مقابلہ - ۱۰/

بحث تناسخ - تناسخ اور مادہ کا ابطال - ۳/

مباحثہ نگینہ - قابل دید کتاب - ۸/

شادی بیوگان اور نیوگ - ۱/

تغلیب الاسلام بجواب تہذیب الاسلام جلد اول ۵/

" " " " دوم ۶/

" " " " سوم ۶/

" " " " چہارم ۵/

حدیث نبوی اور تقلید شخصی - ۲/

دلیل الفرقان - بجواب اہل القرآن - مولوی عبد اللہ چکڑالوی کی مفصل نماز برہان الفرقان کا جواب ۲/

السلام علیکم - جملہ مذاہب کے سلاموں سے مقابلہ ۱/

نماز اربعہ - مسلمان - عیسائی - ہندو - آریہ کی نماز کا مقابلہ ۲/

الہامات مرزا - مرزا قادیانی کی الہامات کی تردید ۵/

اسلام و برٹش لا - اسلامی اور انگریزی قانون کا مقابلہ ۳/

حق پرکاش - بجواب ستیارتھ پرکاش - ۱۲/

اہلحدیث کا مذہب - موحدین کے مسائل ۴/

ترک اسلام - ترک اسلام کا معقول جواب - ۶/

حدوث دنیا - دنیا کی قدامت کا ابطال ۲/

اسلامی تاریخ - بطرز حکایت - ۱۰/

خصائل النبی - ترجمہ شمائل ترمذی - ۱/

شریعت و طریقت ۱/

عورت کی زندگی ۱/

چودہویں صدی کا مسیح - مرزا صاحب قادیانی کی سوانح عمری بطرز ناول - نہایت دلچسپ - ۸/

حدوث وید - قدامت وید کا ابطال وید سے - ۱/

ہفوات مرزا - مرزا صاحب قادیانی کی مضامین متناقضہ ۲/

سوامی دیانند کا علم و عقل ۱/

الہام - جس میں الہام کی تشریح ہے ۱/

فتوحات اہلحدیث - جس میں بڑے بڑے مقدمات کے فیصلے بحق اہلحدیث درج ہیں ... ۴/

تہذیب - مہذبوں کے فرائض کا بیان ۱/

ہدایت الزوجین - خاوند بیوی کے حقوق ۱/

آیات متشابہات - اصول تفسیر ۲/

رسوم اسلامیہ ۱/ سر کوب بر عتاب ...

فیصلہ اسلام ۳/ - حضرت عزیر کی نبوت ... مصنف ...

مینیجر اخبار اہلحدیث امرتسر سے طلب کرو